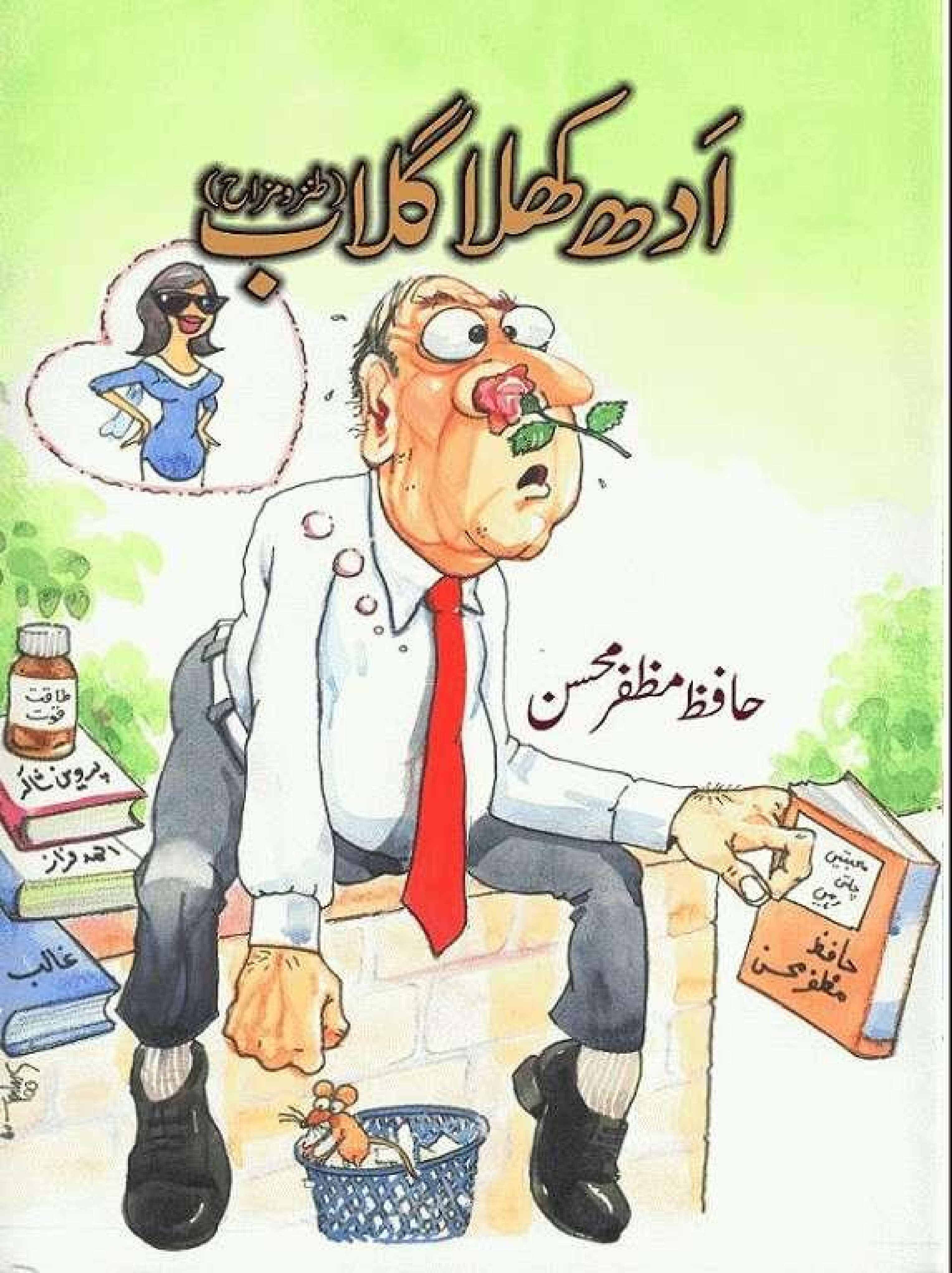

ادھ کھلا گلاب
(طنز و مزاح)
حافظ مظفر محسن
طاقت قوت
پروین شاکر
احمد فراز
غالب
حافظ مظفر محسن

اَدھ کھلا گلاب

حافظ مظفر محسن

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور
فون: 7352332-7232336

نوٹ:

اس ناول کے جملہ حقوق بحق مصنف (حافظ مظفر محسن) اور پبلشرز (علم وعرفان) محفوظ ہیں۔ محترم حافظ مظفر محسن صاحب نے اردو زبان اور ادب کی ترویج کیلیے اس کتاب کو kitaabghar.com پر شائع کرنے کی خصوصی اجازت دی ہے، جس کے لئے ہم انکے بے حد ممنون ہیں۔

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	....	اُدھ کھلا گلاب
مصنف	....	حافظ مظفر محسن
		فون: 0300-9449527۔
		Email: muzafarmohsin@yahoo.com
ناشر	....	گل فراز احمد
		علم و عرفان پبلشرز، اُردو بازار لاہور
مطبع	....	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	....	مامون الرشید آف PESSI، ظفر اقبال
سن اشاعت	....	جولائی 2010ء
قیمت	....	-/350 روپے

ملنے کے پتے........

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور
فون 7352332-7232336

کتاب گھر
اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

اشرف بک ایجنسی
اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

خزینہ علم و ادب
الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

ویلکم بک پورٹ
اُردو بازار، کراچی

بہترین کتاب چھپوانے کے لئے رابطہ کریں:۔ 0300-9450911

ادارہ علم و عرفان پبلشرز کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ (ناشر)

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

انتساب!

باؤجی

(والد صاحب جنہیں ہم پیار سے باؤجی کہتے ہیں)

کے نام

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی وترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجیے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچایئے۔

۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجیے۔

۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

فہرست

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

ہمارے حافظ صاحب

ہمارے ہاں دوطرح کے حافظ ہوتے ہیں۔ اول جنہوں نے قرآن پاک حفظ کیا ہوتا ہے دوئم جونابینا ہوتے ہیں مگر" ہمارے حافظ صاحب" بڑی بڑی اور موٹی موٹی آنکھوں کے ساتھ چشمِ بینا بھی رکھتے ہیں اور کلام پاک کے ساتھ صحائف محبت کے بھی حافظ ہیں اس لیے انہیں حافظ کہتے اور لکھتے ہوئے مزہ کرکرا نہیں ہوتا اس لیے اس مضمون میں جہاں جہاں لفظ حافظ آئے قارئین سے التماس ہے اسے حافظ مظفرمحسن ہی تصور کیا جائے کوئی اور حافظ نہیں ورنہ نقصان کی ذمہ دار کمپنی نہ ہوگی شکریہ ہمیں کچھ یادنہیں پڑتا کے ہماری حافظ صاحب سے پہلی ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی اور یہ غم ہمیں اندر ہی اندر کھائے جارہا ہے کیونکہ یہ ملاقاتیں اب اتنی بڑھ چکی ہیں کہ پہلی ملاقات کا پتہ چلنا بڑا ضروری ہوگیا ہے۔ حافظ صاحب جیسی باغ و بہار شخصیت جن سے آخری ملاقات کی نوبت انشاءاللہ جیتے جی کبھی نہیں آنے والی بندہ پہلی ملاقات بھول جائے یہ تو گناہِ کبیرہ کے مترادف ہے سواس گناہ کبیرہ سے بچنے کے لیے ہم کئی دن سے اپنے حافظے کا امتحان لے رہے ہیں مگر حافظ صاحب کی طرح ہمارا حافظہ بھی ہمیں ٹریلر دکھائے جارہا ہے پوری فلم نہیں دکھاتا ورنہ اب تک ہم اس ذہنی الجھن سے چھٹکارا پاچکے ہوتے اور حافظ صاحب کے حوالے سے جو مضمون ہم کئی برس سے لکھنا چاہتے ہیں اس میں کم ازکم پہلی ملاقات کا حال ضرور قلمبند کرچکے ہوتے اب تو رہ رہ کر کنڈیکٹر کا حافظہ بھی ہمارا منہ چڑاتا ہے جس کی تمام مسافروں سے روزانہ پہلی ملاقات ہوتی ہے اور وہ ہر مسافر کی شکل، کرایہ اور بقایا تک یادرکھتا ہے مسافر خود بھول جائے تو یہ علیحدہ بات ہے۔ ویسے دوچیزیں انسان زندگی بھرنہیں بھولتا......؟

ہم جب بھی قریشی کی "دماغی" کا ایک چمچم کھا کر دماغ کے کمپیوٹر پر پہلی ملاقات Search کرتے ہیں تو بڑے مزے کے ٹریلر چلنا شروع ہوجاتے ہیں دوٹریلر آپ بھی دیکھئے تاکہ آپ کو ان کی سنگینی کا اندازہ ہوسکے۔ پہلا ٹریلر کچھ یوں کہ رمضان کا مہینہ ہے مسجد نورالایمان میں حافظ صاحب نمازِ تراویح باجماعت پڑھا رہے ہیں اور ہم مقتدی کی حیثیت سے صفِ اول میں اقامت پذیر ہیں آخری سلام کے بعد حافظ صاحب کے چہرۂ پرنور کا دیدار ہوتا ہم مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے ہیں پھر اچانک خیال آتا ہے کہ رمضان میں تو ہم دونوں کی ملاقات ممکن ہی نہیں کیونکہ اس ماہ میں تو شی......... خیر

دوسرا ٹریلر کچھ یوں آغاز ہوتا ہے کہ گرلز کالج کا مشاعرہ لوٹنے کے بعد بہت سی لڑکیوں کو آٹوگراف دینے میں مصروف ہیں پھر اچانک سب لڑکیاں ہمیں اکیلا چھوڑ کر ایک اور شاعر سے آٹوگراف لینے کے لیے دوڑ پڑتی ہیں ہم ایڑیاں اٹھا کر اس شاعر کا دیدار کرتے ہیں اور ساتھ کھڑے ہوئے شاہ جی سے پوچھتے ہیں یہ نوجوان کون ہے شاہ جی کہتے ہیں نامور شاعر اور مزاح نگار حافظ مظفر محسن پھر ہم بھی حافظ صاحب سے آٹو گراف لینے کے لیے آگے بڑھتے ہیں پھر خیال آتا ہے حافظ صاحب اتنی لڑکیوں کی موجودگی میں ہم سے پہلی ملاقات کیوں کریں گے۔

پہلی ملاقات کی ان بھول بھلیوں سے باہر آتے ہوئے ہم صرف اتنا کہیں گے حافظ میرے اُن چند دوستوں میں سے ہیں جن سے پہلی

ملاقات کی نوبت کبھی نہیں آتی بس یوں لگتا ہے ہمیشہ سے ملتے چلے آ رہے ہیں۔ راجندر سنگھ بیدی نے لکھا ہے لڑکی جتنی بھی گئی گزری ہو عمر کے کسی حصے میں خوبصورت ضرور لگتی ہے اور لڑکا زندگی میں کبھی نہ کبھی شاعری ضرور کرتا یا طلعت محمود اور جگجیت سنگھ کی غزلیں ضرور سنتا ہے۔ مگر ہمارے حافظ صاحب تو خوبصورت بھی لگتے ہیں، لڑکے بھی لگتے ہیں اور شاعری بھی کرتے ہیں اور ان کی شاعری سے بھی لڑکی کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ راز جاننا ہو تو ان کی مشہور نظم "تیرے بادام کڑوے نکلیں سارے" پڑھ لیں۔ ہم جس دن بہت اُداس اور بیزار ہوتے ہیں کسی کام میں جی نہیں لگتا ہم حافظ صاحب کے پاس چلے آتے ہیں ان کے چہرے پہ پھیلی مخصوص مسکراہٹ میری ساری اُداسی چھین لیتی ہے اور تھوڑی دیر بعد ہم وہاں سے ہنستے مسکراتے واپس آتے ہیں وہ سب سے اسی دلپذیر مسکراہٹ سے ملتے اور بات کرتے ہیں ان کی شخصیت کا یہ پہلو ہمیں بہت پسند ہے ہمارے ہاں یہ مسکراہٹ اب مفقود ہوتی جا رہی ہے جو غیر محسوس طریقے سے سامنے بیٹھے شخص کی اداسی چھین لیتی ہے۔ ایک مزاح نگار کو ایسا ہی ہونا چاہیے اگر ہمارے بس میں ہو تو تحفظ جنگلات اور تحفظ حیوانات کی طرز پر تحفظ مسکراہٹ کا بھی ایک محکمہ بنائیں جس کے ناظم اعلیٰ ہمارے حافظ صاحب ہی ہوں اور شہزاد چیمہ اُن کے ساتھ ساتھ تا کہ ہمارے معاشرے سے ختم ہوتی اس رنگ برنگے پروں اور مدھر آواز والی چڑیا کو بچایا جا سکے حافظ صاحب اگر چہ بڑے سرکاری افسر ہیں مگر وہ افسر بالکل نہیں لگتے بالکل اس طرح جس طرح ایک بہت بڑے ادیب کی ننھی پوتی سے کسی شخص نے کہا تمہارے دادا بہت بڑے آدمی ہیں تو اس بچی نے ایک نظر اپنے دادا کو دیکھ کر کہا "مجھے تو بڑے آدمی نہیں لگتے" بس اسی طرح حافظ صاحب ہمیں بھی بڑے افسر نہیں لگتے۔ ان کا اپنے ماتحت ملازمین کے ساتھ رویہ کچھ اس طرح کا ہے کہ ایک کلرک کی نئی نئی شادی ہوئی ایک دن جب دفتر میں اس کے افسر نے اسے کسی بات پر سرزنش کی تو کلرک نے منہ بسورتے ہوئے کہا "سر! اب میں دو دو جگہ سے ڈانٹ نہیں کھا سکتا" اور اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا افیسر نے گریبان میں جھانکا تو کلرک کی بات بالکل درست لگی کیونکہ اُس نے چیخوف کا رسالہ "خوف" پڑھا ہوا تھا اور اس نے کاغذ پر یہ مصرعہ لکھ کر اسے بھیجا۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں

بس ہم بھی جتنی بار حافظ صاحب کے دفتر گئے عندلیبوں کے ساتھ مل کر انہیں آہ وزاریاں کرتے پایا۔ بہت پہلے ہم نے ایک شعر پڑھا تھا

ترقی پر مبارکباد مت دو
عزیزو میں اکیلا ہو گیا ہوں

حافظ صاحب کی یہ خوبی ہے کہ انہوں نے ترقی بھی کی ہے اور اکیلے بھی نہیں ہوئے ان کے تمام ملازم دوست ان سے بے پناہ محبت کرتے ہیں موجودہ زمانے میں انسان کا مسئلہ نہ معاش ہے اور نہ ہی جنس بلکہ وہ اپنی شناخت کے مسئلے سے دوچار ہے یورپ میں تو اپنی انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لیے عجیب عجیب حربے استعمال کیے جاتے ہیں ہمارے ہاں بھی اب یہ کوششیں جاری ہیں مگر ہمارے حافظ صاحب اس حوالے سے خوش قسمت ہیں کہ وہ اپنے بالوں کی انفرادیت، رنگت اور اسٹائل سے وہ لاکھوں کے جلسے میں بھی صاف پہچانے شاید اس لیے وہ جلسوں اور رش والی جگہوں پر جانے سے پرہیز کرتے ہیں...... کیونکہ ایسا "وقت" وہ اردو پوائنٹ ڈاٹ کام یا "نوائے وقت" کے لیے کالم یا مضمون لکھنے میں صرف کر دیتے ہیں۔ قدیم حکماء جس طرح حکمت کے ساتھ ساتھ شاعری کا شغل بھی فرماتے تھے اسی طرح حافظ صاحب شاعری کے ساتھ ساتھ حکمت کا شغل بھی فرماتے ہیں ایک روز غزل سناتے ہوئے اچانک فرمانے لگے آدھی گولی ڈسپرین روزانہ ضرور کھایا کریں پھر مقطعہ پڑھنے کے بعد ہمارے

کان میں بڑے رازدارانہ انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا "نومن توں زیادہ نئیں جے کھانی"، یعنی زندگی میں نومن سے زیادہ نہیں کھانی یہ کہتے ہوئے اُس کے چہرے پر ویسی پریشانی تھی جیسے ہم آٹھ من اتالیس کلو اور نوسوننانوے گرام کھا چکے ہوں حافظ صاحب حکیموں کے ساتھ ساتھ ہیئر ٹرانسپلانٹ والوں کے رزق حلال پر بھی لات مارتے رہتے ہیں ہمیں کوئی دن ایسا یاد نہیں جب ہم ان کے دفتر گئے ہوں اور انہوں نے شرارت سے ہمارے "معدودے چند" بالوں کو دیکھتے ہوئے اپنی جیب سے بال اُگانے والے ڈراپس نکال کر ہمارے منہ میں اس طرح نہ انڈیلے ہوں جس طرح بچوں کو پولیو کے قطرے پلائے جاتے ہیں یہ جواب ہمارے سر پر چند بال بچ گئے ہیں یہ حافظ صاحب کی دین ہیں گنجہ ہونے کا ڈر بھی ہمیں ان سے ہمیشہ جوڑے رکھے گا۔ حافظ صاحب کو انٹرنیٹ پر بھی مکمل ملکہ حاصل ہے۔ جب بھی ان سے ملاقات ہوتی ہے وہ ہمارے دو شعر ٹائپ کر کے Enter کا بٹن دباتے ہیں اور بڑے پُر یقین انداز میں ہمیں خوشخبری سناتے ہیں کہ کروڑوں لوگوں نے یہ شعر ابھی پڑھنے ہیں اور آپ چند لمحوں میں Famous ہو جائیں گے سو ہم جتنی بار حافظ صاحب سے ملے ہیں اتنی بار فیمس بھی ہو چکے ہیں۔

حافظ صاحب اگرچہ پکے لاہوری اور کھابہ گیر ہیں مگر اپنی خوبصورتی اور سمارٹ نس کے حوالے سے بہت محتاط ہیں۔ بوفے ڈنر کے بعد ڈائٹ کے لیے ویٹر سے لڑتے ہم نے انہیں کئی بار دیکھا ہے حافظ صاحب کی سادگی بھی داد طلب ہے یہ مصرعہ کسی شاعر نے شاید ان کے لیے کہا ہے۔

کوئی سادہ ہی اُسے سادہ کہے

ہمارے حافظ صاحب کی شخصیت کے بہت سے پہلو ہیں جن کے احاطہ کے لیے سرکاری سطح پر کام کی ضرورت ہے۔ سنا ہے زندہ شاعروں اور لکھاریوں کے لیے تحقیق کی اجازت نہیں۔ جب تک کہ وہ ساٹھ سال کے نہ ہو جائیں۔ گویا ابھی ہمارے دوست کو پندرہ سال مزید انتظار کرنا پڑے گا۔ صرف اُن کی مزاح نگاری پر لکھنے کے لیے علیحدہ دفتر درکار ہے۔ بچوں کے لیے ان کی خدمات تیس سال پر محیط ہیں۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے ہم قلم سے ہاتھ کھینچتے ہیں تاکہ قاری تنگیٔ وقت کا بہانہ نہ کر سکے۔ دُعا ہے کہ حافظ صاحب کی ادیبانہ، حکیمانہ اور خاص کر شریفانہ سرگرمیاں یونہی جاری وساری رہیں بہت سے لکھاریوں پر وہ بھاری رہیں۔ بقول شعیب مرزا

حشر دیکھا ہے اگر تو نے تو کم دیکھا ہے
میں نے بازار میں پھٹتے ہوئے بم دیکھا ہے

اور کیا لکھوں بس دعا ہے..........چشم بددور

حسن عباسی
شاعر، صحرانورد۔ کالم نگار
یکم جولائی، 2010

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

مَلک ، رحمٰن مَلک اور وینا مَلک

اِن دنوں عطاء الحق قاسمی صاحب بھی کراچی کے حالات ، پنجاب کی سیاست ، بلوچستان کی شورش اور سرحد کی افراتفری سے پریشان ہیں۔ دو چار دن قبل ان کی محفل میں شریک ہونے کا موقع ملا تو ہم سمجھے وہ افراتفری کے اس ماحول میں افراتفریح سے کام لیتے ہوئے کوئی تازہ لطیفہ سنا کر محفل گرمائیں گے لیکن یہ تو ان لوگوں کے مخالف ہیں جو کہتے پھرتے ہیں ''یادِ ماضی عذاب ہے یارب ! چھین لے مجھ سے حافظہ میرا۔'' عطاء الحق قاسمی کا بس چلے تو وہ کہیں ''یادِ ماضی شباب ہے یارب ! چھین لے مجھ سے بڑھاپا میرا''۔ انہوں نے پھلجڑیاں کہتے ہوئے اپنے ماضی کے قصے چھیڑ دیئے اور کچھ اِس طرح چھیڑے جیسے آج کا کوئی نوجوان کسی خاتون کو چھیڑنے کی جسارت کرتا ہے۔ ماضی کے دو چار چٹکلوں میں ہی انہوں نے محفل تمام کر دی اور کسی رنگین وسنگین یاد کے آ جانے سے انہوں نے ''باقی آئندہ'' کہہ کر رخصت کر دیا۔ قاسمی صاحب اتنے احتیاط پسند ہیں، کوئی بھی گناہ کیا ہمیشہ اکیلے ہی کیا۔ مَلک کا کہنا ہے، جب اکیلے ہوں تو پھر گناہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مَلک کا کیا ہے، وہ تو فضول باتیں کرتا ہی رہتا ہے۔ میں قاسمی صاحب کا بتا رہا تھا کہ انتہائی احتیاط پسند ہیں، اسی لیے جسے بھی پسند کیا انتہائی احتیاط سے کیا۔ شکر ہے تنہائی پسند نہیں ہیں۔

حافظ مظفر محسن بھی لاہوریے ہیں اور پکے لاہوریے ہیں، اس لیے زندہ دل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ان کی زندہ دلی دیکھنی ہو تو ان کی شاعری پڑھ لیں۔ ہم جو قاسمی صاحب کی محفل سے اُٹھ کر سیدھا ان کے دفتر جا رہے تھے تو موصوف بڑی سی نیکر پہنے چراغ پارک کے اردگرد بارش میں انجوائے کرتے ہوئے مل گئے۔ ہمیں ٹیکسی میں دیکھ کر لپکے ''ہور شہزادے !'' کہہ کر باہر کھینچا اور کس کر جپھی ڈال دی۔ لگتا ہی نہیں ہے کہ کسی شاعر سے گلے مل رہے تھے، ایسا معلوم ہو رہا تھا حافظ صاحب شدتِ خلوص کے زیرِ اثر ابھی بارش کے پانی میں ہمارا لہو بھی لیموں کی طرح نچوڑ کر شامل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

''بول شہزادے...... کچھ تو بول ! اتنے دنوں بعد آئے وہ بھی چپ چپ !'' حافظ صاحب نے ہمیں بھرپور طریقے سے نچوڑنے کی کوشش کی۔ میں کیسے بتاتا کہ حافظ صاحب چھوڑیں گے تو کچھ بولنے کے قابل ہوں گا۔

کبھی کبھی خلوص ومحبت بھی کیسا جان لیوا ثابت ہوتا ہے، اس کا اندازہ آج ہو رہا تھا۔ ممکن ہے اس میں بارش کا قصور ہو جو حافظ صاحب آج موڈ میں تھے۔ کراچی والے بارش کے آثار دیکھ کر خوش اور اثرات دیکھ کر ناخوش رہتے ہیں جبکہ لاہور والے بارش کے آثار دیکھ کر خوش اور اثرات دیکھ کر زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

''دفتر چلو گے یا عطاء الحق قاسمی کے پاس چلیں؟'' حافظ صاحب عطاء الحق قاسمی کے زبردست فین بھی ہیں اور دوستوں میں سے بھی۔

میرے جواب دینے سے قبل ہی انہوں نے بتایا ''عطاء الحق قاسمی سردیوں کی بارش میں کافی پلاتے ہیں اور گرمیوں کی بارش میں آم پیش کرتے ہیں!!''

یہ بات تو درست ہے، عطاء الحق قاسمی آم کے اتنے شوقین ہیں، جب یہ بیرون ملک دورے پر تھے تو ایک یورپی خاتون صرف اس لیے ان پر فریفتہ ہوگئی کہ عطاء الحق قاسمی کو آم چوستے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ شکر ہے، قاسمی صاحب نے محترمہ کو لفٹ نہ کروائی اور آج تک آم ہی چوس رہے ہیں۔ پتہ نہیں آم اور ادیبوں کا اتنا گہرا تعلق کیوں ہے۔ ملک کہتا ہے، آم کھانے سے آنکھیں روشن، دماغ تیز اور بدن میں چستی آتی ہے۔ شاید اس نے بھی قاسمی صاحب کو آم کھاتے دیکھ لیا ہے۔ میں نے مظفر محسن کو بتا دیا کہ اُن کے ماضی کے قصوں سے محظوظ ہو کر آرہا ہوں تو انہوں نے فرمایا، بڑے ادیبوں کے پاس ماضی اور نئے لکھنے والوں کے سامنے مستقبل نہ ہو تو وہ اچھا نہیں لکھ سکتے۔

ہماری سانس بحال ہوئی تو مظفر محسن نے جھٹ پٹ پیپسی کی ڈیڑھ لیٹر بوتل خرید لی کہ اسکیم چل رہی اور آج کل سب سے سستی یہی چیز آرہی ہے۔ میں نے لاکھ کہا، رہنے دیں مجھے پیپسی پسند نہیں ویسے بھی خالص پیپسی ہم جیسے غریبوں کو جلد چڑھ جاتی ہے اور ہوش ٹھکانے نہیں رہتے۔ انہوں نے ایک نہ سنی اور یکے بعد دیگرے تین گلاس ہمیں پلا دیئے۔

''آپ بھی تو پئیں۔'' ہم نے مدہوش ہوتے ہوئے کہا۔ ایک تو بارش کی پھوار اور اوپر سے ٹھنڈی یخ پیپسی، نشہ تو چڑھنا تھا۔ مظفر محسن نے مسکراتے ہوئے مزید مشروب انڈیل کر ہماری جانب بڑھایا ''مجھے شوگر ہے۔''

''تو کیا آج مجھے ''ہم مرض'' کرنے کا ارادہ ہے؟'' میں نے مشروب لینے سے انکار کر دیا۔

مظفر محسن غصہ میں آ گئے۔ ان کا چہرہ عام دنوں میں سرخ وسفید رہتا ہے غصے میں تو اور بھی زیادہ سرخ ہو گیا۔ انہوں نے بھیگی ہوئی نیکر کو کھینچ کر اوپر کیا اور پھر مشروب سے بھرا گلاس غٹا غٹ پی کر کہا ''اب میری ویکسین کے پیسے تم ادا کرو گے۔''

ہمیں پہلی بار اندازہ ہوا کہ بندہ شاعر بھی ہو، ادیب بھی ہو اور ساتھ میں لاہوریا بھی ہو تو بہت خطرناک ہوا کرتا ہے۔ شاعر غصہ میں ہو تو شاعری میں خون خرابہ برپا ہوتا ہے، ہر شعر میں دشمن کے جگر کو الفاظ سے کاٹنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ادیب غصے میں ہو تو محاورات اور ضراب الامثال سے دشمن پر غصہ اتارتا ہے جبکہ لاہوریا غصہ میں آجائے تو زندہ دل ہونے کے باعث پہلے آستین چڑھائے گا، پھر جگت بازی شروع کر دے گا۔ حافظ صاحب نے بھی کچھ ایسی ہی دھمکی دی ''تمہیں تو میں شاعری میں دیکھ لوں گا، کالم میں رگڑا نہ لگایا تو کہنا اور غریب کو کبھی شوگر ہوئی ہے جو تجھے ہوگی۔''

''محسصاحب! آپ تو سب کو ایک پرچم تلے دیکھتے رہے آج یہ غریبی امیری والی جگت کیوں کی؟''

میں نے حافظ صاحب سے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ وہ اکثر فون پر ہمیں ایک سستا شعر سناتے رہتے ہیں کہ

مرد، عورت، ہیجڑے میں کوئی فرق نہیں کیونکہ

اس پرچم کے سائے تلے، ہم ایک ہیں

محسن صاحب ہم سے ناراض ہی رہتے اگر معروف شاعر فرحت عباس شاہ ''شام کے بعد'' نہ آتے۔ پتہ نہیں ان کے پاس کون سی ایسی جادوئی چھڑی ہے جس کے گھمانے سے حافظ صاحب کی تمام ناراضگی دور ہو جاتی ہے۔ ملک کا کہنا ہے، دونوں ہی شاعر ہیں اور ایک دوسری کے

شعری کمزوریوں سے واقف بھی۔ مشاہدے کی بات ہے، آپ نے شاعروں کو کبھی آپس میں لڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔ ایک عجیب بات ہم نے نوٹ کی، فرحت عباس ہمیشہ اُداس رہتے ہیں مگر آج تو بڑے اچھے موڈ میں تھے، میرا خیال تھا کہ بارش کا اثر ہے مگر وہ تو بعد میں پتہ چلا، کرکٹر آصف اور وینا ملک کی شادی پر خوش ہیں۔ انہوں نے ایک کام اور کیا کہ مَلک صاحب کو بڑے تپاک سے گلے لگایا اور مبارک باد دی۔ مَلک صاحب حیران کہ آصف کی شادی پر انہیں کس چیز کی مبارکباد۔ یہی سوال انہوں نے شاہ صاحب سے بھی کیا، وہ مسکرائے اور کہا ''مَلک صاحب! اچھا ہوا، آپ کی ایک بیٹی کا بوجھ تو کم ہوا۔''

فرحت عباس شاہ وینا مَلک کو مَلک صاحب کی بیٹی سمجھ رہے تھے۔ مَلک صاحب نے غلط فہمی دور کی تو مظفر محسن نے لاہوریا ہونے کا ثبوت دیا ''شاہ جی! وینا ملک کی شادی کی مبارک باد دینی ہے تو رحمٰن مَلک کو دیں کیونکہ یہ اندرونی مسئلہ ہے اور رحمٰن مَلک ہر طرح کے اندرونی و بیرونی مسائل سے نمٹنے کے ماہر ہیں۔''

مَلک صاحب یہ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا ''رحمٰن ملک صاحب کو مبارکباد دینی ہے اور یہ عرض بھی کرنی ہے کہ وہ بیان دیتے ہوئے لہجے کو تھوڑا نرم رکھیں کیونکہ ان کے بیانات جو بیانات کم دھمکیاں زیادہ محسوس ہوتی ہیں، سے بچیاں بھی ڈر کر ملک سے باہر جا کر شادی کر رہی ہیں۔ اگر یہی حالت رہی تو وینا ملک جیسی لڑکیاں پردہ کرنے والی خواتین سے بھی برقع چھین چھین کر فرار ہونا شروع ہو جائیں گی!!!''

شوکت علی مظفر
مزاح نگار

دوسری فصل

اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔ وہ انسان کو نیند میں اس کی بھولے ہوئے ماضی بلکہ مستقبل کی تصویر بھی دکھاتے ہیں۔ خواب میں وہ ماضی میں گم شدہ اپنی شخصیت کی شناخت بھی کر سکتا ہے۔ قدرت کبھی کبھی انسان کو ایسے موقع فراہم کرتی ہے۔ علیم الحق حقی نے ایک بار پھر ایک نہایت منفرد موضوع پر قلم اُٹھایا اور تخلیق پائی یہ کہانی...... دوسری فصل، جسکی بنیاد ہندوؤں کے عقیدہ آواگون (دوسرا جنم) پر رکھی گئی ہے۔ ناول

دوسری فصل کو ناول سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

''اُدھ کھلا گلاب کا پھول''

ادھ کھلا گلاب کا پھول
ہاتھ میں تھمایا جب
ناک سے لگایا جب
زندگی حسین لگی
بہت دل نشین لگی
ادھ کھلا گلاب مجھے
دے کے اس نے فرمایا
مفت یہ نہیں آیا
دے کے اک پچاس کا نوٹ
پہلے مجھ کو فارغ کر
بعد میرے جانے کے
ناک سے لگا لینا
چاہے دل تیرا اگر
ناک میں گھسا لینا
ادھ کھلا گلاب کا پھول

فرحت اشتیاق کے ناول
بن موسم کے آنسو 250/-
ہم سفر 450/-
سفر کی شام 300/-
دل نکلے ہیں جو لفظ 250/-
متاعِ جاں ہے تو 450/-
وہ جو قرض رکھتے تھے 300/-
جنوں تھا یہ جستجو 300/-
میرے ہم کے دوست 450/-
علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور۔
فون: 7352332، 7232336 فیکس: 7223584

لڑائی میں کتابوں کا آزادانہ استعمال

افتخار مجاز عطاء الحق قاسمی اور ایم عادل گلزار یہ تینوں لکھاری ایسے ہیں جن کی صحبت میں بیٹھ کر آپ بات بات پر ہنسنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اس لئے چونکہ دانتوں کی نمائش ہوتی رہتی ہے بہتر ہے بندہ کسی اچھی ٹوتھ پیسٹ یا کم ازکم حسین منجن کا استعمال کر کے جائے یا پھر دعا کرے کہ ان سے ملنے جائیں تو ان کا موڈ خراب ہو۔۔لیکن یہ موڈ خراب میں زیادہ مزاح اگلتے ہیں اس لیے یہ اپنے بارے میں دوستوں، لکھاری اور سیاستدانوں کے بارے میں موڈ کی خرابی کے باعث زیادہ ہنسنے ہنسانے والی باتیں کرتے ہیں۔۔لہذا جب بھی جائیں وہی کام یعنی اچھا ٹوتھ پیسٹ ضرور استعمال کر کے جائیں۔۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھ لیں کہ جب آپ نے ان سے ملنے نہ جانا ہو تو دانت صاف ہی نہ کریں۔۔

پھر یاد آیا کہ آپ امجد اسلام امجد، فرحت عباس شاہ، انور مسعود اور (اب تو) سعد اللہ شاہ سے بھی ملیں تو آپ کو شاعری سننے کو کم ملے یا شاید نہ ہی ملے۔۔لیکن آپ کو دنیا جہان کے جاندار (جی بے جان لطیفے بھی مارکیٹ میں عام ہیں جو بڑے افسر سناتے ہیں اور آپ بے جان پھیکے لطیفوں پر ذوردار انداز میں ہنسنے پر مجبور ہونگے) لطیفے ضرور ملیں گے۔۔بلکہ مرزا شعیب کے بقول امجد اسلام امجد تو کچھ لطیفوں کے موجد بھی ہیں۔۔پلیز آپ اب جب بھی اُن سے ملیں تو یہ مت پوچھ لیں کہ ''امجد اسلام امجد صاحب آپ کی تازہ لطیفوں کی کتاب کب آنے والی ہے؟'' لطیفوں کی کتابیں ترتیب دینے کا کام بچوں کے لکھاری امان اللہ نیر شوکت کرتے ہیں یا جلد ہی ایم مجاہد (چیف ایڈیٹر ماہنامہ گوگو) کی اپنے ایجاد کردہ لطیفوں کی کتابیں مارکیٹ میں موجود ہوگی۔۔ایک ٹی۔وی چینل پر میں نے پاکستان کے نامور گلوکاروں کا پروگرام محض اس لئے دیکھنا شروع کیا کہ جواد احمد تعلیم کے لئے این۔جی۔او بنا کر کام (کروڑوں کا فنڈ) کر رہے ہیں جبکہ ابرار الحق ایک ہسپتال بنا کر بہتر کام (زکوۃ وغیرہ بھی اکٹھی) کر رہے ہیں چلو علم میں اضافہ ہوگا ارے یہ کیا۔۔پرانے محلوں میں ہونے والی جاہل عورتوں کی طرح لڑائی شروع۔۔میرا خیال تھا دونوں ''تعلیم یافتہ'' ہیں۔۔ارے ۔۔۔یہ کیا ہو گیا۔۔تُو تُو۔۔ہو ہو۔۔کمینہ۔۔بس بھئی بس۔۔مجھے لگا ابرار الحق جواد احمد کو ابھی بالوں سے پکڑے گا اور سیدھا ''بلو کے گھر'' لے جائے گا جہاں بلو کی ماں غصے میں بیٹھی ہوگی کیونکہ ابرار الحق کی اس بے ہودگی کے باعث ابھی تک بلو کی شادی نہیں ہو سکی اور وہ جواد احمد اور ابرار الحق کو ''چھتر'' لے کر پیچھے پڑے گی اور دونوں گلوکار۔۔۔

پراں ہو جا سو ہٹ

ساڈی ریل گڈی آئی

گاتے ہوئے سرپٹ بھاگ جائیں گے۔۔بے چارہ اینکر پرسن درمیان میں کود پڑا اور اُس نے شہزاد رائے سے اُن کی رائے لینا

شروع کر دی۔۔ شہزاد رائے نے رائے تو دی مگر ہنستے ہوئے۔۔ کیونکہ وہ ابھی تک ابرار الحق اور جواد احمد کی دھینگا مشتی کا مزہ لے رہا تھا۔۔ اگر وقفہ نہ آتا تو مزہ آتا۔۔ مزید۔۔ یہ کیسیٹ امید ہے متعلقہ ٹی۔ وی چینل ضرور جلد ریلیز کر دے گا۔۔ بچوں کو ہنسنے کے لئے تفریح کے طور پر۔۔ یہ ایک سی۔ ڈی سب پہ بھاری ہوگی۔۔ لطیفوں کی دس کتابوں سے کہیں زیادہ طاقت ور کراچی میں شوکت علی مظفر، لاہور میں نذیر انبالوی یا سید بدر سعید کو فون کروں تو سوال گندم جواب چنا ہوگا۔۔۔ میں سمجھ جاتا ہوں بیگم سے کھچائی ہو رہی ہے۔۔ کتنے سادہ انسان ہیں کہ کیفیت چھپا بھی نہیں سکتے۔۔ یہاں ہمارے مشہور لکھاریوں کی باقاعدہ چھترول ہو رہی ہوتی ہے لیکن وہ فون پر بات کرتے ہوئے یوں شو کرتے ہیں جیسے بیگم سے لطیفے سُن رہے ہیں حالانکہ ساتھ جلی کٹی سُن بھی رہے ہوتے ہیں۔۔ مجھے ''بیگم سے جلی کٹی'' سننے کے حوالے سے چوہدری علی احمد اور کراچی کے باؤ جان بھی یاد آگئے۔۔ میں نے اپنی تازہ کتاب ''ادھ کھلا گلاب'' ایک سینئر لکھاری کو (مسودہ) پیش کی کہ اپنی رائے لکھ دیں تو فون آگیا ''مظفر اس بار صرف دو سو صفحات کی کتاب۔۔ اس سال بھی تم نے یہ بے ہودگی کافی مقدار میں کی ہے؟!۔۔۔ سر اصل میں گھر میں بچے لڑ پڑتے ہیں تو کتابیں اٹھا اٹھا کر مارنے لگتے ہیں۔۔ پچھلی بار آپ کو یاد ہے ناں احمد نے کتاب مار کے لائبہ بیٹی کا سر پھاڑ دیا تھا۔۔! میں تو اب اپنی کتابیں چھپا چھپا کے رکھتا ہوں۔۔ وہ ذور ذور سے ہنسے (یہ اُن کی عادت بھی ہے) پھر بولے۔۔ یہ بھابھی کی کتابیں مارنے کی عادت بچوں کے سر پر مت تھوپو۔۔ کیونکہ میرے ساتھ خود بھی ایسا ہو چکا ہے عابد کمالوی اور ریاض ہانس تو بے چارے اب اسی خوف سے کتابیں چھپوانا ہی چھوڑ گئے ہیں۔۔

رہی بات کتابیں چھپا چھپا کے رکھنے کی۔۔ تو جو ادارہ تمہاری کتابیں چھاپتا ہے۔۔ وہ اپنی کتاب ''پارلیمنٹ سے بازار حُسن تک'' چھپا کے نہیں رکھتا۔۔ تم کیوں؟! مجھے اپنے دوست ناصر ملک کا ناول ''جنت'' یاد آگیا۔۔ اور ناول ''جنت'' سے فلم ''تاٹھنگ''

دوسرا مسودہ میں نے حسن عباسی کو دیا کہ کچھ لکھ دیں۔۔۔ اُنہوں نے اگلے ہی دن سات بڑے صفحات پر مشتمل بہت کچھ لکھ کر بھیج دیا۔۔ حسن عباسی صاحب اتنی جلدی اور اتنی لمبی تحریر۔۔ وہ بولے۔۔ ''میں بڑی دیر سے اس تاک میں بیٹھا تھا کہ اپنا غصہ اتار دوں'' اب ذرا پڑھ کر دیکھ لو میں دس دن کے لئے لاہور سے باہر جا رہا ہوں غصہ آئے تو تھوک دینا اور اگر ناشر نے آپ کا مضمون نہ چھاپا میری کتاب میں تو۔۔ میں یونس نول ایڈووکیٹ سے رابطے میں ہوں جو تمہیں بھی جانتا ہے اور تمہارے پبلیشر گل فراز احمد کو بھی۔۔ کیس کر دوں گا۔۔

میں نے سوچا مسودہ۔ برائے تبصرہ اردو پوائنٹ ڈاٹ کام کے علی چوہدری یا شاہد ماکلی کو بھیج دوں لیکن ڈرتا کہ وہ کہیں گے کہ میاں یہ بوجھ ہم نے پہلے ہی اٹھا رکھا ہے۔۔ جو لکھتے ہو سب سے پہلے ہم پڑھتے ہیں۔۔ یا جبار مفتی صاحب۔۔۔

سو۔۔ میں نے مسودہ ملتان کے شاکر حسین شاکر اور سلیم ناز کو بھیج دیا کیونکہ رضی الدین رضی آجکل ''ایک زرداری سب پہ بھاری'' کے باعث کئی سال بعد ملازمت پر بحال ہوکر ''بقایا جات'' سے مزے لُوٹ رہے ہیں اور ساتھ ساتھ نئی انقلابی نظم کی تیاری بھی کر رہے ہیں۔۔ کیونکہ صدر زرداری کی تازہ تقریر خاصی جذباتی تھی۔۔! اور گورنر پنجاب کا تازہ مذاق ''چیچو چیچ گنڈیریاں دو تیریاں دو میریاں'' خاصا پھیکا۔۔؟!

انہوں نے اپنی اس مزاحیہ پریس کانفرنس (پریس شو کہہ لیں) میں دو روپے کی روٹی پر بھی مزیدار انداز میں تنقید کی۔۔

''اٹّوں شور پائی جاؤ وچوں وچوں کھائی جاؤ'' یہ پنجابی انداز کی تنقید بھی کچھ مزیدار نہ تھی کیونکہ رانا ثناء اللہ بھی جوابی شو کی تیاری کر رہے

ہیں اور ممکن ہے وہ یہ لطیفہ بھی سنائیں۔۔عوام کو۔۔ ''مولوی ثناءاللہ والا'' ''ایک جیب کترے نے دوسرے جیب کترے کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔۔'' کیا اپنے پیشے سے تائب ہوگئے'' ''نہیں یار۔۔!'' دوسرے جیب کترے نے منہ بسورتے ہوئے کہا '' ابھی ابھی غلطی سے ایک مولوی کی جیب میں ہاتھ پڑ گیا تھا''

پاکستان عالمی سازش کے نرغے میں

طارق اسماعیل ساگر کے چشم کشا مضامین کا مجموعہ.....جن میں پاکستان کو لاحق تمام اندرونی و بیرونی خطرات وسازشوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ 4 اگست 2009 کے موقع پر، پاکستانی نوجوانوں کو باشعور کرنے کی کتاب گھر کی ایک خصوصی کاوش.....درج ذیل مضامین اس کتاب میں شامل ہیں: پاکستان پر دہشت گردوں کا حملہ، 20 ستمبر پاکستان کا نائن الیون بن گیا، دھماکے، وطن کی فکر کرناداں!، پاکستان عالمی سازش کے نرغے میں، حکمتِ عملی یا سازش، طالبان آ رہے ہیں؟ محلاتی سازشوں کے شکار، ابھی تو آغاز ہوا ہے!، بلیک واٹر آرمی، اکتوبر سرپرائز اور ''کشمیری دہشت گرد''، سازشی متحرک ہوگئے ہیں!، وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے!، پاکستان کے خلاف ''گریٹ گیم''، حمیت نام تھا جس کا......، آئی ایم ایف کا پھندہ اور لائن آف کامرس، آئی ایس آئی اور ہمارے اربابِ اختیار، ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا اغواء، کمانڈو جرنیل بالآخر عوام کے غضب کا شکار ہوگیا، انجامِ گلستاں کیا ہوگا؟، خون آشام بھیڑیے اور بے چارے پاکستانی، عالمی مالیاتی ادارے، چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر!APDM، سکے جمع کرنے کا شوق، اب کیا ہوگا؟، الیکشن2008ء اور تلخ زمینی حقائق، کیا ہم واقعی آزاد ہیں؟، آمریت نے پاکستان کو کیا دیا، ہم کس کا ''کھیل'' کھیل رہے ہیں! نئی روایات قائم کیجئے، نیا پنڈورا باکس کھل رہا ہے، قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند!، خوراک کا قحط!، 10 جون سے پہلے کچھ بھی ممکن ہے؟، پہنا گئی درویش کو تاجِ سرِ دارا، کالا باغ ڈیم منصوبے کا خاتمہ، بے نظیر کا خون کب رنگ لائے گا؟، صدر کا مواخذہ، صدر کو اہم مسائل کا سامنا ہے، جناب صدر! پاکستانیوں پر بھی اعتماد کیجئے!، نیا صدر...... نئے چیلنج اور سازشیں، 23 مارچ کا جذبہ کہاں گیا؟، امریکہ، امریکہ کی عسکری اور بھارت کی آبی جارحیت، امریکی عزائم اور ہماری بے بسی، پاکستانی اقتدارِ اعلیٰ کا احترام کیجئے!، امریکہ کی بڑھتی جارحیت، ہماری آنکھیں کب کھلیں گی؟، وقتِ دعا ہے!، امریکی جارحیت کا تسلسل، جارحانہ امریکی یلغار اور بھارتی مداخلت، وزیراعظم کے دورے، عالمی منظر نامہ بدل رہا ہے، باراک اوباما، ممبئی لرز اٹھا، بھارت خود کو امریکہ سمجھ رہا ہے، بھارت سے ہوشیار، مقبوضہ کشمیر میں آزادی کی نئی لہر

اس کتاب کو پاکستان کی تاریخ اور حالات حاضرہ سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

گھوڑا ہسپتال، صوبہ ہزارہ اور ہاری ہوئی قوم

''میں پھر شرط ہار گیا''۔۔۔میں نے زندگی میں کبھی شرط نہیں جیتی آپ کہیں گے کہ پھر کون سی چیز آپ کو بار بار ذلیل ہونے پر مجبور کرتی ہے؟! جذبہ صادق سچ کی کھوج، خود پر اندھا اعتماد، روشنی کی امید، حادثے میں زخمی ہونے پر دماغ کا اپنی جگہ سے تھوڑا ہل جانا، دولت کی ہوس، چوہدری نہ ہونے کے باوجود دوستوں کو چوہدری بن بن کے دکھانا، تعلیم کی کمی اور آجکل لوڈشیڈنگ۔

اس بار میرا خیال تھا کہ شہید بے نظیر بھٹو صاحبہ کے قتل کی انکوائری میں ملزم کو نامزد کر دیا جائے گا اور اتنے بڑے ادارے کا سہارا لے کر ممکن نہیں کہ صاحبان اقتدار کوئی گیم کریں اس لئے میں نے شرط لگائی شرط لگا کر میں مطمئن ہو گیا اور پھر میں نے اپنی ساری توجہ صوبہ ہزارہ کی طرف مبذول کر لی۔ جس دن قومی اسمبلی میں اٹھارویں ترمیم کے حوالے سے بل پیش ہوا اور صوبہ خیبر پختونخواہ کا فیصلہ ہوا میں نے سکھ کا سانس لیا کہ اب کوئی طاقت ہمارے پیارے نواز شریف صاحب کو تیسری بار وزیر اعظم بننے سے شاید نہ روک سکے اس وقت تک ہزارہ صوبہ کی کوئی خاص تحریک منظر عام پر نہ آئی اور پھر صاحبان ''فتنہ و فساد'' نے سوچا کہ اب لوڈشیڈنگ کے علاوہ ملک میں کوئی بھی مسئلہ نہیں موجود۔۔۔ تو انہوں نے صوبہ خیبر پختونخواہ کا دورہ کیا اور ایبٹ آباد میں ہنگامہ آرائی ہو گئی آٹھ دس لوگ مارے گئے۔۔۔''پھر چپ''۔۔۔اس سے کہیں زیادہ مضبوط اور پرانی تحریک تو صوبہ سرائیکی کے حوالے سے تھی۔۔۔ ہمارے بچپن میں یعنی ۳۵ سال پہلے بھی (بچپن بارہ پندرہ سال پر تو محیط ہوتا ہے ناں؟) مشتاق لنگاہ نے لاہور سے ہمارے علاقے میں الیکشن لڑا۔۔۔ صاحب ہمیشہ سرائیکی صوبہ کی بات کرتے۔۔۔ یہ صوبہ ہزارہ کی تحریک اچانک ابھری۔۔۔ اچانک ڈوبی۔۔۔ ویسے سسکیوں کی آواز ابھی آ رہی ہے۔

ہمارے علاقے میں ''بالا گجر'' کی بھینس گھوڑا ہسپتال روانہ ہوئی۔۔۔ دنیا بھر میں اردو پڑھنے والوں کو پتہ ہونا چاہئے کہ لاہور میں ایک بہت بڑا ہسپتال ہے جسے اہل لاہور ہمیشہ گھوڑا ہسپتال کہہ کر پکارتے ہیں جیسے چڑیا گھر میں چڑیا نہیں ہوتی اور وہ پھر بھی چڑیا گھر کہلاتا ہے ایسے ہی میں نے سوچا دورہ کیا جائے گھوڑا ہسپتال کا۔ ساتھ میں نے ایک گھوڑا سوری دوست لے لیا اور میں اور ''وہ'' ہسپتال جا کر گھوڑوں گدھوں کو تلاش کرنے لگے۔۔۔ کچھ لڑکیاں نظر آئیں ہم نے شرما کر پوچھ لیا۔ ''یہ گھوڑا ہسپتال ہی ہے ناں''؟ انکل یہ جانوروں کا ہسپتال ہے پہلے پہلے اہل لاہور اس کو گھوڑا ہسپتال کہتے تھے؟ میں حیران ہو گیا۔۔۔ پریشان ہو گیا۔۔۔ اس بات پر نہیں کہ پہلے پہل اہل لاہور اس ہسپتال کو گھوڑا ہسپتال کہتے تھے اس بات پر کہ اتنی زیادہ لڑکیوں نے زندگی میں پہلی بار ہمیں ''انکل'' کہہ کر مخاطب کیا۔

اس دوران دور سے آتی ایک بیگم صاحبہ ہمیں گھوڑا ہسپتال میں نظر آئیں ہم نے سمجھا انہوں نے اپنا بچہ گود میں پکڑا ہے ارے یہ تو کتے کا بچہ تھا جیسے بیگم صاحبہ نے گود لے رکھا تھا دونوں پسینے میں شرابور۔۔۔ ''بھائی صاحب'' یہ میں بچے کو کس وارڈ میں دکھاؤں انہوں نے کتے کے بچے کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے ہم سے پوچھا۔۔۔ ''جی میں تو خود اپنے گھوڑے۔۔۔سوری دوست کو گھوڑا ہسپتال دکھانے لایا ہوں''؟! ''بدتمیز'' انہوں نے ''اپنے کتے کے بچے'' کو کہا اور چل پڑیں آپ اس سے اتفاق نہیں کرتے؟! چلیں ''مٹی پاؤ'' آگے چلتے ہیں۔۔ ''ارے واہ'' یہاں تو اصطبل بنے ہوئے ہیں گھوڑوں، کتوں، بھینس گائے تک کے لئے۔۔۔ان وارڈز میں باقاعدہ انسانوں کی طرح علاج معالجہ کی سہولت موجود ہے۔۔۔میرے ساتھ جانے والے گھوڑے۔۔۔سوری دوست نے حیرت سے کہا۔۔۔مین خوش ہو رہا تھا کہ ہم کس قدر جانور دوست لوگ ہیں۔۔انسان بغیر علاج مر رہے ہیں شکر ہے گدھوں گھوڑوں کیلئے ہسپتال ہے

''یہاں کتوں کو ٹیکے لگائے جاتے ہیں'' میں نے اک بورڈ پر لکھا ہوا پڑھا۔۔۔تو میری ہنسی نکل گئی۔۔۔یار ہنسو مت۔۔۔کہیں اس وارڈ کا رجسٹرار تمہیں ٹیکہ نہ لگا دے۔۔۔غصے میں۔۔۔مین نے بات سنی ان سنی کر دی۔۔۔اچانک گھوڑا ہسپتال کی اک وارڈ سے میرا اک صحافی دوست نکلتا نظر آیا۔۔۔مرزا جی کسے تلاش کر رہے ہو میں نے اس کی حیرت بھانپتے ہوئے پوچھا۔ ''یار۔۔۔وہ بیڈ نمبر دس پر مریض تھا۔۔۔وہ بھاگ نکلا ہے''! میری پھر ہنسی نکل گئی۔۔۔مرزا غصے سے بولا اٹھا۔۔۔وہ میرا کتا ہے یار۔۔۔پاگل ہو گیا تھا میں اسے یہاں لایا ہوں۔۔ بغرض علاج۔۔۔پاگل کتا بھاگ نکلا ہے؟! میں نے اپنے ساتھ آنے والے۔۔۔کا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں گھوڑا ہسپتال سے باہر نکل آئے اس دوران گھوڑا ہسپتال کے مین گیٹ پر ہمیں بالا گجر مل گیا۔۔۔مظفر تو پھر شرط ہار گیا۔۔۔کٹا ہوا ہے۔۔۔میری بھینس کے ہاں' تم نے کٹی ہونے کی پیشین گوئی کی تھی؟! آ تجھے بھینس سے ملاؤں اسی گھوڑا ہسپتال کی وارڈ میں بندھی ہے وہ۔۔۔ ''ایک میں شرط ہاروں دوسرا میں اس کی ملاقات کے لئے جاؤں'' میں نے غصے میں بالا گجر سے کہا اور۔۔۔اس کا ہاتھ تھامے۔باہر کی طرف چلا پڑا۔ ''یار یہ تم۔۔۔اگر ہر بار شرط ہار جاتے ہو۔۔۔تو بار بار کیوں اس چکر میں پڑتے ہو۔۔۔دوست نے پوچھا اور میں نے اس کا ہاتھ دبا دیا۔۔۔وہ چپ ہو گیا۔۔۔کیونکہ اسے پتہ ہے جب میں اس کا ہاتھ دباؤں تو میری اس سے مراد ہوتی ہے کہ مزید ذلیل مت کرو'' آپ بھی ہاتھ دبانے کا فن سیکھ لیں بڑا کام آئے گا۔ٹی وہ چینلز کے اینکر کو بھی آنا چاہئے یہ فن۔

مگر کچھ ایسی عادات بھی انسان کے ساتھ چمٹی رہتی ہیں جو آخری سانس تک پیچھا نہیں چھوڑتیں۔۔۔ساٹھ سال تک خیبر پختونخواہ کے لئے اے این پی کوشاں رہی اور۔۔۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اب اگر حضرت علامہ اقبالؒ ہوتے تو شاید۔۔۔شعر کا انداز کچھ مختلف ہوتا۔۔۔سوری میں نے پرائیویٹ ٹی وی چینلز والی حرکات شروع کر دیں۔۔۔جو نواز شریف کو سامنے بٹھاتے ہیں اور شروع ہو جاتے ہیں۔۔۔ ''اگر مارشل لاء والے پھر متحرک ہوئے تو آپ صدر زرداری کا ساتھ دیں گے یا ان کا۔۔۔''؟ ''ان کا نہیں میں تو قانون کا ساتھ دونگا'' قانون سے مراد''؟ وہی مراد یعنی قانون ''نہیں نہیں'' اینکر ہنستے ہوئے۔۔۔کھل کر بتائیں۔۔۔آپ نام کیوں نہیں لیتے آپ وضاحت سے بات کریں۔۔ بالآخر نواز شریف نے کھل کر بات کی اور بولے۔۔۔میں دس سال میں بہت سبق سیکھ چکا ہوں۔۔۔اب آپ کے یہ حربے کامیاب نہ ہوں گے'' جدید دور کے مطالبات/ عوامی تحریکوں کے حوالے سے مجھے ایک خوفزدہ کر دینے والا خیال آیا کہ میرا یہ مضمون پڑھ کر کہیں باقی تین صوبوں کی اپوزیشن قیادت یہ مطالبہ نہ کر دے کہ لاہور کی طرح

سب صوبائی دارلحکومتوں میں بھی گھوڑا ہسپتال بنائیں جائیں۔۔ورنہ۔۔۔۔

ہزارہ صوبہ اوراس حوالے سے شہرایبٹ آباداوراردگرد کے محلوں میں چلنے والی تحریک دم توڑ گئی۔۔۔شاید کچھ وعدے وعید ہوئے ہوں گے مگر یہ کیا۔۔۔اچانک۔۔۔۔''میں شرط ہار گیا۔''شہید بھٹو کے قتل کے حوالے سے اربوں روپے خرچ کرنے کے باوجود دنیا کے سب سے معتبرادارے نے بھی مبہم سی رپورٹ پیش کردی۔۔۔سکاٹ لینڈیارڈ۔۔۔بھی ناکام۔۔اقوام متحدہ بھی۔۔۔!؟

جوکر جوہر دکھلائے
ہراک چہرہ کھل جائے
جو چاہو لکھ کردے دوں
تھوڑاراشن مل جائے
جاں تک اپنی دے دوں گا
دل تیرا اگر مل جائے
سچ اگلنا مشکل ہے
ممکن ہے سب ہل جائے
دار پہ وہ چڑھ جائے گا
قاتل گر جو مل جائے

شاید کل میاں نواز شریف پاکستان کے تیسری بار وزیراعظم بنیں اور وہ ایک انکوائری کروائیں۔۔۔اور قاتل بے نقاب ہوجائیں۔۔۔مگر۔۔پھر تو دیر ہوچکی ہوگی۔۔صدیوں میں ایسی لیڈر نہیں آتی۔۔ہم نے تاریخ میں رضیہ سلطانہ، جھانسی کی رانی، ملکہ نور جہاں جیسے نام سنے / پڑھے۔۔۔لیکن محترمہ بے نظیر بھٹو شہید جیسی شخصیت، عالم فاضل، ہر موضوع پر عبور، ہر معاملہ پر نظر فہم وفراست میں اپنی مثال آپ۔۔۔شاید ہمیں ایسی جاذب کہ کروڑوں عوام کے دل جس سے عقیدت رکھتے تھے۔۔۔صدیوں بعد بھی نہ مل سکے۔۔۔مجھے شہید بی بی کی شہادت کا وہ لمحہ یاد ہے۔۔۔میں فرحت عباس شاہ کے دفتر میں بیٹھا تھا کہ بی بی کی شہادت کا ایس ایم ایس آیا۔۔۔پھر میں نہ بولا۔۔۔نہ فرحت عباس شاہ باہر گولیاں چل رہی تھیں۔۔۔آگ جل رہی تھی۔۔۔عوام غصے میں باہر نکل آئے۔۔۔کیا کریں۔۔۔کس سے پوچھیں۔۔۔جو پوچھتے ہیں۔۔۔ہم کیا بتائیں صورتحال اب بھی وہی ہے۔۔۔''وہ لمحہ'' کے حوالے سے میری چپ کے جواب میں میری قلم نے یہ چند اشعار اگلے۔۔۔ملاحظہ کریں۔۔۔۔

''وہ لمحہ''

وہ لمحہ موت جب سو بار روئی
وہ لمحہ موت جب رو رو کے چیخی

وہ لمحہ موت نے آنسو کو چوما
وہ لمحہ کفر جب ہنس ہنس کے جھوما
وہ لمحہ بکھرتے بالوں کا سایہ
وہ لمحہ موت نے سب کو ڈرایا
وہ لمحہ خواب ٹوٹے رات روئی
وہ لمحہ نہ رہا تھا بس میں کوئی
وہ لمحہ بیٹیوں نے بین ڈالے
وہ لمحہ کوئی تو آ کر سنبھالے
وہ لمحہ بے بسی نے ڈیرے ڈالے
وہ لمحہ کوئی دلدل سے نکالے
وہ لمحہ راج تھا ماتم کا گھر گھر
وہ لمحہ موت پھرتی تھی یہاں پر
وہ لمحہ صدیوں پہلے بھی تھا آیا
وہ لمحہ آگ نے بھی گیت گایا
وہ لمحہ روٹھتے دیکھا فلک کو
وہ لمحہ سب ہی ترسے ایک جھلک کو
وہ لمحہ راگ تنہائی کا گا کر
وہ لمحہ موت کے جھکڑ چلا کر
وہ لمحہ جب دعا نے اثر چھوڑا
وہ لمحہ جب خوشی نے منہ موڑا
وہ لمحہ روشنی جب ہم سے روٹھی
وہ لمحہ جب لگی سچائی جھوٹی
وہ لمحہ رات نے دن کو چاٹ ڈالا
وہ لمحہ درد نے دل کاٹ ڈالا

مشہور ناول نگار
عمیرہ احمد کے ناول

آبِ حیات	750/-
من و سلویٰ	600/-
تھوڑا سا آسماں	700/-
حسنہ اور حسن آراء	250/-
دربارِ دل	250/-
ہم کہاں کے سچے تھے	250/-
میں نے خوابوں کا شجر دیکھا ہے	250/-
ایمان، اُمید اور محبت	250/-
سحر اک استعارہ ہے	250/-
میری ذات ذرہ بے نشاں	250/-
لاحاصل	250/-
زندگی گلزار ہے	250/-
واپسی	300/-
میرے پچاس پسندیدہ سین	150/-
حرف سے لفظ تک	70/-
حاصل	250/-

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور۔
فون: 7232336'7352332 فیکس: 7223584

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

جماعت اسلامی کی جیت۔۔؟

پنڈی کے حلقہ این اے 55 میں جماعت اسلامی کامیاب ہوگئی میں نے یہ بات دوستوں کو بتائی تو وہ حیرت زدہ ہوئے کچھ دوستوں نے میری آنکھوں کے سامنے ہاتھ پنڈی فین کی طرح ہلا کر دیکھا ''میں سوتو نہیں رہا''۔ میں نے معاملے کو مزید خرابی سے بچانے کے لئے اعلان کیا۔دوستو میں جاگ رہا ہوں میں پوری طرح بیدار ہوں اور سچ کہہ رہا ہوں اور سچ کہہ رہا ہوں ''پنڈی الیکشن حلقہ این اے 55 میں جماعت اسلامی جیت گئی سب پھر غیر سنجیدہ ہونے لگے۔ ہنسنے لگے۔۔۔ قہقہے لگانے لگے۔۔۔ کچھ دوستوں نے مشورہ دیا کہ تم پنڈی کے علاقے پیرودھائی باغ سرداراں کے پاس یالاہور کے شاہی محلہ کے سامنے پیرمکی نزد گوراقبرستان کے تھڑے پر بورڈ آویزاں کر کے بیٹھ جاؤ۔ قسمت کا حال بتاؤ۔۔۔اور منہ مانگا۔۔۔انعام پاؤ۔۔یا پھر۔۔۔''وہی'' جھوٹ بولنے پر ''چھتر سواگت''۔۔؟! آپ اس بے ہودہ لفظ ''چھتر سواگت'' پر زیادہ غور نہ کریں اصل میں میری مسلسل تیسری پیشین گوئی شیخ رشید کی شکست کے بارے میں سچ ثابت ہوئیں آپس کی بات ہے جب پرویز الٰہی کہہ رہے تھے کہ جنرل پرویز مشرف کو پانچ دفعہ وردی میں صدر منتخب کروائیں گے اور شیخ رشید نعرہ لگا رہے تھے کہ میں صدر مشرف کا سپاہی ہوں۔۔۔تو میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ یہ ''سپاہی'' ضرور ہارے گا۔۔۔شہید نہیں ہوگا۔۔۔کیونکہ شہید ہونے والے سپاہی دعویٰ نہیں کرتے وہ کلمہ پڑھ کر لڑ پڑتے ہیں اور شہادت ان کا مقدر بن جاتی ہے۔۔۔لہذا میں ''سیاسی نجومی'' کہلانے کا حق دار ہوں پتہ نہیں سیاسی نجومی کی رجسٹریشن کہاں ہوتی ہے؟! کسی دوست کو پتہ ہو تو بتائے تا کہ میں ''سیاسی نجومی'' کا بورڈ گھر کے باہر آویزاں کر کے ذرا ''ٹورشور'' بنا سکوں اپنا اصلی چہرہ چھپا سکوں۔۔۔!

بات شروع ہوئی تھی حلقہ این اے 55 میں جماعت اسلامی کی کامیابی سے۔۔۔ ممکن ہے۔۔۔ مسلم لیگ (ن) والوں کو یہ بات بری لگے۔۔۔اور وہ اس خوشی کے موقع پر میری اس ''بھارت بازی'' پر میرا۔۔۔''سواگت'' کر ڈالیں؟! اس لئے میں اپنی اس بات کی وضاحت کر ہی ڈالوں تو بہتر ہے۔

اصل میں میں اس محلے کا رہائشی ہوں جو حلقہ 123 میں آتا ہے یہاں سے ہمیں افسوس کے ساتھ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ لاہور کا یہ حلقہ ایسا ہے جہاں شاید میرے سمیت کوئی بھی اس قابل نہیں کہ ہم یہاں سے قومی اسمبلی میں اپنا نمائندہ بنا کر پیش کر سکیں لہذا۔ یہاں بہت پہلے جنرل انصاری مرحوم نے الیکشن لڑا جیت گئے وہ اس حلقے کے رہائشی نہ تھے۔۔ پھر جناب جاوید ہاشمی ملتان سے تشریف لائے ہم نے وصول کیا اور وہ الیکشن میں کامیاب ہوئے۔۔۔ پھر ایک بار میاں عباس شریف بھی یہاں سے ہی کامیاب ہوئے اب ہم سب آس لگائے بیٹھے تھے کہ میاں نواز شریف خود یہاں الیکشن لڑیں گے اور پھر علاقے میں ''موج میلہ'' ہوگا انہوں نے ملک پرویز کو بھیج دیا ہم ووٹ اٹھائے پھر رہے ہیں کہ کب ہم ملک پرویز پر

ووٹ نچھاور کریں وہ جیت کر واپس چلے جائیں اور ہمارا یہ علاقہ لاہور کے پسماندہ علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔۔اصل میں ہم عادت سے مجبور ہیں یا نواز شریف سے محبت ہے آپ نے ایسی محبت کی مثالیں کم کم دیکھی ہوں گی

حسب دستور جماعت اسلامی نے حلقہ 123 میں ہمارے پرانے اسلامی جمیعت طلبہ کے راہنماء حافظ سلمان بٹ کو پوری شان وشوکت، زور شور سے کھڑا کر دیا ہے۔۔۔ جماعت اسلامی نے اللہ کے حکم سے ووٹ پر کبھی توجہ نہیں دی کیونکہ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ ہر این اے کے حلقہ میں ان کے تین ہزار ووٹر ہیں جو مجال ہے ادھر ادھر ہوں ٹس سے مس ہوں اس لئے ان کی خواہش بھی ہوتی ہے کہ کاش قومی اسمبلی کے حلقہ میں چار ہزار کل ووٹ بنیں تاکہ تین ہزار ووٹ کاسٹ ہوں اور جماعت اسلامی اپنے پکے ووٹ وصول کر کے کامیاب ہو جائے مگر یہ بہت بڑی زیادتی ہے کہ قومی اسمبلی کے ہر حلقہ میں دو لاکھ سے زیادہ رجسٹرڈ ووٹر ہوتے ہیں۔۔۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

حسب عادت جماعت اسلامی نے اس بار بھی اپنی اشتہاری مہم میں انفرادیت قائم رکھی۔۔۔حافظ سلمان بٹ کے قد آور پوسٹر ہمارے حلقے کے ہر چوک میں لگے ہیں۔۔۔ جہاں حافظ سلمان بٹ عوامی راہنماء کے طور پر ابھرے ہیں ہر تین چار گز کے اس بوسٹر پر حافظ سلمان بٹ کہیں کسی جلیبیاں بنانے والے کے ساتھ بغل گیر دکھایے گئے ہیں کہیں کسی ویلڈنگ کرتے ووٹر کے ساتھ جپھی ڈالے کھڑے مسکرا رہے ہیں۔۔۔گویا لیڈر عوام میں گھل مل گیا ہے۔۔۔''ایک ہی پوسٹر پہ کھڑے ہو گئے حافظ اور عوام''۔۔۔!ادھر مسلم لیگ (ن) والے بڑے اجتماع کر رہے ہیں انسان اکھٹے ہو کے اپنے جوش کا اظہار کر رہے ہیں۔۔۔لیکن اگر سڑکوں پر لگے چار چار گز کے پوسٹر دیکھیں تو دل گھبراتا ہے کہ کہیں حافظ سلمان بٹ جیت ہی نہ جائے۔ویسے تصویروں سے لگتا ہے انہیں خود بھی ہر بار کی طرح اس بار بھی اپنی جیت کا قوی امکان ہے۔

یہ معرکہ تو چند دن میں سر ہو گا۔۔۔کون کامیاب ہوتا ہے یہ آنے والا وقت بتائے گا۔۔۔لیکن پنڈی میں بہر حال جماعت اسلامی جیت گئی۔۔۔آپ پھر میرے اس بیان سے پریشان ہو رہے ہیں چڑچڑاپن آپ کے چہرے سے عیاں ہے۔تو جناب لیجئے میں مسئلہ حل کئے دیتا ہوں۔۔۔سچ ہے کہ حلقہ این اے 55 کے الیکشن میں جماعت اسلامی جیتی ہے 3108 ووٹ لے کر بمقابلہ تحریک انصاف جس کے امیدوار نے 3105 ووٹ لئے۔۔۔یعنی ہم شکیل اعوان اور شیخ رشید کی تو بات نہیں کر رہے اسی ہونے والے الیکشن کے حوالے سے۔۔۔ہم تو اشتہاری مہمات چلانے کی ماہر سیاسی جماعتوں تحریک انصاف اور جماعت اسلامی کی بات کر رہے ہیں۔۔۔پنڈی کے دورہ سے الیکشن مہم کے دوران یوں لگتا تھا جیسے شیخ رشید اور مسلم لیگ (ن) کو جماعت اسلامی اور تحریک انصاف اس بار خوب مزہ چکھائیں گی۔ ہر ٹی وی چینل پر مسلم لیگ (ن) تحریک انصاف، جماعت اسلامی اور شیخ رشید کر برابر وقت دیا گیا تعریف وتنقید کے برابر مواقع فراہم ہوئے قد آدم پوسٹر۔۔۔بڑے بڑے سیاسی نعرے۔۔۔دیواریں سیاہ۔۔۔پرنٹنگ پریس کھٹا کھٹا دن رات مشینیں چل رہی ہیں اور پھر نتیجہ آ گیا۔۔۔عوام پولنگ اسٹیشنوں کی طرف بھاگے۔۔۔دوپہر سے قیمے والے نان بریانیاں۔۔۔کوکے کولے پیپسیاں۔۔۔شام سموسے۔۔۔جلیبیاں۔۔۔اور رات گئے جوش۔۔۔نے ہوش کی جگہ لے لی۔۔۔کہیں اداسی کہیں خوف، کہیں دکھ کہیں غم۔۔۔اور۔۔۔اور کہیں معجزے کا انتظار۔۔۔بڑا سگار ہاتھ میں۔۔۔کھلی آنکھیں۔۔۔کسی سے مل

نہیں پار ہیں اپنے پرانے فیصلے ماضی میں سیاستدان جھانکنا نہیں چاہتا۔۔۔ کہ ضمیر ملامت کرتا ہے۔۔۔ بندہ ضمیر کو کسی بینک کے لاکر میں ہی کیوں ناں رکھ دے۔۔۔ وہ وہیں بیٹھا انسان کو لعن طعن کرتا رہتا ہے۔۔۔ بچے کا پیٹ خالی فیڈر سے نہیں بھرتا۔۔ دودھ چاہیئے دودھ۔۔۔ ماں بھی روتے بچے کو دودھ دکھا کر چپ نہیں کرا سکتی دودھ پلانا پڑے گا بچے کو چپ کرانے کے لئے۔۔

فہیم انور چغتائی میرا دوست ہے اس کا فرمان ہے کہ عوام اب بہت ذہین سمجھدار ہیں۔۔۔ وہ ووٹ کا فیصلہ سارے پہلو دیکھ کر کرتے ہیں۔۔۔ وہ بھڑکیں نعرے، جھوٹ سچ، بکنا جھکنا سب دیکھ رہے ہوتے ہیں۔۔۔ لوٹوں پر عوام کو خاصہ غصہ ہے حالانکہ بقول فہیم انور چغتائی بندے کو سیاست میں وفادار رہنا چاہیئے۔۔۔ لوٹا بن جانا۔۔۔ وقتی فوائد کے لئے خوفناک عمل ہے۔۔۔ یہ خوفناک عمل ہمارے ہاں عرصہ سے جاری ہے یہ پارٹی چھوڑ۔۔۔ نئی پارٹی جوئن۔۔۔ پھر واپس پرانی پارٹی میں آ جانا۔۔۔ گرگٹ شرمندہ ہے ان رنگ بدلتے انسانوں سے حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے......

جب توڑ لیا رشتہ تیری زلف وفا سے
سو بار یہ بل کھاتی پھرے اپنی بلا سے

افسوس۔۔۔ ہمارے سیاستدان مارشل لاء آئے تو اس کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ جونہی طاقت ابھری ساتھ چل پڑے۔ چند دن کا ساتھ ساتھ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ یہ بات سگار ہاتھ میں پکڑے خلاؤں میں گھورنے والوں کو کون بتائے۔۔؟! حالانکہ سچ یہ ہے کہ۔۔۔۔

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے
نگاہ یار سلامت ہزار میخانے

❀.....❀.....❀

ہم سفر

ہم سفر......فرحت اشتیاق کا خوبصورت ناول، ہماری سماجی، معاشرتی اور گھریلو زندگی کے ایک اہم پہلو پر لکھی جانے والی تحریر......زندگی کے سفر میں ساتھ دینے والوں (ہم سفر) کے درمیان، محبت اور خلوص کے ساتھ ساتھ اعتماد کا رشتہ بھی بہت اہم ہوتا ہے۔ اگر یہ اعتماد ڈگمگا جائے تو بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں۔ ہم سفر ساتھ چھوڑ دینے کی باتیں کرتے ہیں، لیکن ان حالات میں بھی ایک اور تعلق اور واسطہ ہم سفروں کو بچھڑنے نہیں دیتا اور وہ مضبوط تعلق ہوتا ہے......اولاد...... ہم سفر کتاب گھر کے ناول سیکشن میں دستیاب ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حکیم پاجامہ، قید یاغستان اور عطر فروش

''مولوی عمر تحریک نفاذ شریعت میں شمولیت سے قبل عطر فروش تھے''۔۔۔ یہ خوشبودار خبر پڑھ کر دل خوش ہوا کہ چلو زندگی میں کبھی تو موصوف نے اچھا کام کیا۔۔۔ انسانوں میں خوشبو بانٹی۔۔۔ خوشیاں بانٹنا، خوشبو بانٹنا یہ اچھی علامات ہیں لیکن وہ جو ہمارے شاعر دوست فرخ یار خان فرماتے ہیں کہ انسان ستر سال کی عمر تک اچھے کام کرے ممکن ہے اکہتر سال کی عمر میں کوئی ایسی شرارت کر دے کہ سب ملیامیٹ ہو جائے۔۔۔ کئے کرائے پر پانی پھر جائے۔۔۔

بے اختیار وقت کے دھارے پہ چھوڑ دے
یہ زندگی خدا کے اشارے پہ چھوڑ دے

پچھلے جمعہ بڑی تیاری کے ساتھ سفید کپڑے زیب تن کئے گھر سے نکلے، ہلکی سی خوشبو۔۔۔ مسجد سے فاصلے پر تھے کہ سڑک کے بیچ میں جو کھڈا، ہمیشہ ہمیں ڈراتا ہے ایک نو دولتیئے کی گاڑی اس پر سے فراٹے بھرتی ہوئی گزری اور سفید کپڑے، ملٹی کلر ہو گئے۔ نو دولتیئے نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور ہم مسجد کی بجائے پھر سے گھر پہنچ گئے۔ ''عمل کا دارومدار بلاشبہ نیتوں پر ہے''۔

میں نے یہ خبر دوستوں کو پڑھائی۔۔۔ دوست پڑھ کر خوش بھی ہوئے حیرت زدہ بھی ہوئے کہ مولوی عمر عطر بیچنا چھوڑ کر بارود بیچنے لگا، لوگوں کے سینے پر عطر بھرا خوشبودار ہاتھ پھیر کر ماحول کو معطر کرنے والا جدید ترین اسلحہ لہرانے لگا اور گرم موسموں میں بارود سے مزید گرمی بڑھانے لگا۔

ہمارے محلے میں ''حکیم پاجامہ'' ہوتے تھے۔۔۔ بچپن میں ہم دوست بھاگم بھاگ۔۔۔ ان کے مطب میں گھس جاتے حکیم جی پیٹ میں درد ہے ''پیٹ میں درد ہے تو کھانا بند کر دو'' وہ مسکراتے ہوئے جواب دیتے۔۔۔ پھر ایک پھکی نکال کر ہمارے ہاتھ پر گرا دیتے۔۔۔ کھا جا کھا جا۔۔۔ سب پیٹ کے درد دور ہو جائیں گے۔۔۔ یہ پھکی یا چورن ہمیں مزے دار لگتا۔۔۔ پھر ہم دوبارہ منت سماجت کرتے۔۔۔ حکیم جی جمعہ پڑھنے جانا ہے تھوڑا عطر تو لگا دیں۔۔۔ ''حکیم پاجامہ'' ڈانٹ دیتے۔ احمق۔۔۔ آج جمعرات ہے۔۔۔ کل جمعہ ہوگا ابھی سے ہی جمعہ کی تیاری شروع کر دی۔۔۔ ''یہ لے بھاگ جا''۔۔۔ وہ ایک شیشی سے عطر انگلی پر لگاتے اور ہمارے سینے پر انگلی پھیر دیتے۔۔۔ جب تک قمیض دھل نہ جاتی عطر کی خوشبو ماحول کو معطر کئے رکھتی۔ اور خوشبودار قمیض ہماری دوستوں میں عزت بڑھانے کا باعث بنتی۔۔۔ مطب سے نکلتے ہوئے ہم ہلکا سا مسکراتے ہوئے آہستہ سے پوچھتے۔۔۔ حکیم جی۔۔۔ آپ کا نام ''حکیم پاجامہ'' کس نے رکھا تھا۔۔۔؟! ''ٹھاہ'' وہ لمبی سی چھڑی سر پر دے مارتے۔۔۔ اور ہمارے ابا جی کی شان میں کچھ گستاخانہ فقرے بولتے اور ہم سر ملتے وہاں سے بھاگ جاتے؟! میری اک نظم ملاحظہ کریں۔۔۔

اس نے پچھلے پہر جگایا دھوکے سے

بے سُر نغمہ اس نے گایا دھوکے سے

داد کے طور پر ایک جمائی ہم نے لی

اک کتا تھا پاس غرایا دھوکے سے

وہ بولا میں بھوکا ہوں خدمت کیجئے

اک چائے ایک بن منگوایا کھوکھے سے

اس فنکار کو وہیں کھلایا دھوکے سے

حیرت اور خوشی کی بات ہے کہ جب ہم دو چار دن بعد پھر سے پھکی کھانے اور عطر لگوانے جاتے تو وہ پھر سے ہمیں پھکی بھی کھلا دیتے۔۔۔عطر بھی لگا دیتے۔۔۔۔۔!اور واپسی پر ہم بھی حکیم جی کے نام کا ذکر کرنا نہ بھولتے۔۔۔۔۔اور چھڑی کھا کر واپس چلے آتے۔ یہ رواداری اور مروّت کا دور تھا۔۔۔حکیم پاجامہ ہمیں ہر سال گرمیوں میں بادام کا شربت بھی پلواتے۔۔۔پورے محلے میں جب حکیم جی شربت بادام بنا رہے ہوتے۔۔۔خوشبوئیں بکھر جاتیں اور ہم سب پانچ چھ روپے میں بادام کے شربت کی بوتل خرید کر خوشی خوشی گھر لے جاتے۔۔۔اور حکیم جی کے پاجامے ان کے چلنے کے انداز اور ''ٹھاہ'' پڑنے والی لمبی چھڑی کا ذکر کر کے خوش ہوتے۔۔۔ویسے اس دور میں ہم بھی پاجامہ ہی پہنتے تھے لمبی لمبی دھاریوں والا۔۔۔ہماری عمر کے کسی نو دو تیئے سے کان میں پوچھیں وہ بھی کہے گا کہ اس دور میں دھاری دھار پاجامہ ''اسٹیٹس سمبل'' تھا۔

رہی بات پاکستان کے قبائلی علاقوں کی۔۔۔وہاں مدتوں سے عوام کا رہن سہن بندوبستی علاقوں کی نسبت مختلف رہا ہے اسلحہ کا عام ہونا ہمیشہ سے معمول کی بات تھی۔۔۔کیونکہ ہمارے پختون بھائی دشمن داری کے معاملہ میں ''وسیع تجربہ'' رکھتے ہیں آج کے جدید ترین دور میں بھی پختون علاقوں کی روایات میں بندوق اٹھا کر چلنا اور مہمان کی حد سے زیادہ خاطر مدارت کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ طالبان بھی تو خاطر مدارت کر رہے ہیں۔ آج سے بیس سال پہلے تک میٹرک کی اردو کی کتاب میں ایک مضمون چھپا ہوتا تھا۔۔۔''یاغستان سے واپسی''۔۔۔یہ مضمون ایک سرکاری ملازم محمد اکرم نے لکھا تھا۔ ہمیں بہت بعد میں پتہ چلا کہ محمد اکرم سرکاری ملازم تھے اور دوران ڈیوٹی انہیں اغوا کر لیا گیا تھا۔ پھر وہ وہاں سے فرار ہوئے اور درمیان میں ندی نالے اونچے پہاڑ، سنگ ریزے چٹانیں۔۔۔یہ سب محمد اکرم کو دیکھنا پڑا، سہنا پڑا۔ اور یہ سب جو بیتی محمد اکرم نے یہ سب ایک کتاب کی صورت ''قید یاغستان'' کے عنوان سے شائع کی جو عوام میں بے حد مقبول ہوئی اور ایک معیاری ادب کا حصہ قرار پائی اور نصاب میں شامل ہوئی۔۔۲۰۰۹ء میں ہی لاہور کے مشہور ناشر اور ممتاز علمی و ادبی شخصیت جناب آغا امیر حسین نے کلاسیک دی مال لاہور کے زیر اہتمام یہ کتاب جدید انداز میں طویل عرصہ بعد شائع کی ہے جو ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہے۔

یہ تھری ناٹ تھری رائفل کا دور تھا۔۔ اور اب جب کے کلاشنکوف اور راکٹ لانچر کا دور ہے۔۔۔پاکستان کے قبائلی علاقوں میں لاکھوں کی تعداد میں یہ جدید ترین اسلحہ موجود ہے۔۔۔سوچنے کی بات صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ کون سے حالات ہیں جنہوں نے پختون علاقوں

میں۔۔۔بس کنڈیکٹر راج کے ساتھ مزدوری کرنے والا،کھیت میں فصل اگانے والا اور ہوٹل پر ٹیبل میں کی ڈیوٹی کرنے والوں کے ساتھ ساتھ عطر بیچنے والے کو بھی ''طالبان'' بنا دیا۔میڈیا کو چاہیے کہ وہ ان جنگجوؤں اور دہشت گردوں کے لیئے لفظ ''طالبان'' لکھنا بند کر دیں۔۔۔بولنا بند کر دیں۔۔۔کیونکہ یہ سب لوگ ''طالبان'' نہیں۔۔۔''طالبان'' میں سے چند ایک تو شاید ان کے ساتھ شریک ہو گئے ہوں اصل میں یہ زیادہ تعداد میں بیروزگار لوگ ہیں،کافی سارے جرائم پیشہ بھی ہیں،بہت سارے بہت جلد امیر بن جانے کا خواب دیکھنے والے بھی ہیں۔۔۔شکر ہے۔۔۔یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ یہ سب ''طالبان'' نہیں ہیں کہ اہم ترین عہدے پر فائز ''مولوی عمر'' کا تعلق بھی کسی دینی مدرسے یا مسجد سے نہیں یہ ایک عطر فروش یعنی باقاعدہ کاروبار کرنے والا شخص تھا۔افسوس عطر کی خوشبو اس کے دماغ میں گھسی تعفن زدہ گیسوں میں مکس نہ ہو سکی اور وہ پھر بارود کی بو سونگنے لگا۔جو شاید تعلیم یافتہ بھی نہ ہو۔اسے اچھا عہدہ ملا،یقیناً اچھی تنخواہ بھی وہ دوسری مراعات کے ساتھ ساتھ لیتا ہوگا۔۔۔اس نے عطر بیچنے والے کام کو حقیر سمجھا ہوگا اور دیکھیے۔کیسے وہ دہشت گردوں اور جنگجوؤں کی اہم ترین اور مرکزی قیادت میں شامل ہو گیا۔

مجھے مفت عطر لگانے والے حکیم پاجامہ کا خلوص یاد آ رہا ہے جس میں نفرت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔۔۔میں خوش ہوں کہ سب مدرسوں میں پڑھنے والوں پر جو لیبل لگ گیا تھا وہ سب ''طالبان'' کے نام پر دہشت گردی کر رہے ہیں،وہ لیبل بھی اتر گیا۔۔۔کہ یہ سب تو منفی سوچ رکھنے والے آسانی سے دولت کمانے کے چکر میں۔۔۔یا اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو جانے کی خوشی میں۔۔۔پاکستان۔پاکستان کی بہادر مسلح افواج اور عوام کے دشمن بنے بیٹھے ہیں اور مذہب اسلام اور عظیم ایٹمی اسلامی مملکت پاکستان کو بدنام کرنا چاہتے ہیں ممکن ہے ان میں کچھ انسانی خون پینے والے اور انسانوں کا گوشت کھانے کے شوقین بھی ہوں۔۔۔یہ پتہ چلانا حکومت کا کام ہے؟ حکومت کو چاہیئے وہ جس دہشت گرد یا جنگجو کو رنگے ہاتھوں پکڑے۔۔۔اسے حکیم پاجامہ کی پھکی زیادہ مقدار میں کھلائے تا کہ اس کا ہاضمہ درست ہو اور سچ اگلنے لگ جائے کہ میں نے عطر بیچنا کیوں چھوڑا۔اور اگر معافی مل گئی تو میں وزیرستان کے پہاڑوں پر دوبارہ عطر بیچنا شروع کر دوں گا تا کہ اس کی محبت بھری خوشبو کوہ ہمالیہ کے پہاڑوں پر بکھر جائے۔۔۔افتخار راغب کے بقول......

راغب مجھے رغبت ہے سے اجالوں اس درجہ
سورج کوئی ہوتا تو انسان میں نہ ہوتا

❀.....❀.....❀

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

شریف آدمی کا بدلتا فیصلہ

''اوئے'' یہ کیا بدتمیزی ہے میرا فون تمہارے پاس کہاں سے آیا۔۔۔میں تمہیں ابھی پولیس کے حوالے کر دونگا۔جلدی سے مجھے ملو اور میرا فون واپس کرو'' مجھ سے مزید نہ سنا گیا۔۔۔میرے اندر کا شریف النفس انسان غصے میں آ گیا۔۔۔اس نے اپنا خوبصورت فیصلہ بدلہ اور۔۔۔موبائل فون۔۔۔گاڑی میں بیٹھے بیٹھے۔۔۔لاہور کی خوبصورت نہر میں پوری طاقت کے ساتھ پھینک دیا گاڑی کو چوتھے گیئر میں ڈالا اور ٹیپ ریکارڈر پر یہ گانا چلا دیا۔۔۔

''میں بارش کر دوں پیسوں کی''

جو ہو جائے میری''

میں سروسز ہسپتال سے باہر نکلا۔۔۔پارکنگ میں ایک گاڑی کے پاس ایک نہایت نفیس اور مہنگا موبائل فون پڑا تھا۔۔۔میں نے وہ موبائل سیٹ اٹھایا ادھر ادھر دیکھا کوئی نظر نہ آیا تو میں نے ساتھ والی سیٹ پر رکھا اور گاڑی اسٹارٹ کر کے نہر کی طرف چل نکلا۔۔۔میں نے غیر ارادی طور پر فون کو بائیں ہاتھ سے پکڑا۔۔۔شیطان بھی میرے ساتھ ساتھ شاید نہر کی مٹرگشت کو نکلا تھا۔۔۔اس نے موازنہ شروع کروا دیا۔۔۔میرے پاس جو نیا موبائل ہے جو پچھلے ہفتے میں نے اس رقم سے خریدا جو مجھے میرے باس نے میری نہایت اچھی کارکردگی پر مجھے دیا تھا۔۔۔جب میں نے نیا موبائل سیٹ خرید لیا اور سم ڈال کر مزے سے مختلف بٹن دبانے لگا یعنی کھیلنے لگا۔۔۔چھیڑ خوانی کرنے لگا تو دل میں خیال آیا کہ کاش یہ موبائل سیٹ نہ لیتا۔۔۔وہ جو اس نے سب سے پہلے دکھایا تھا جس میں فنکشن بھی اس سے کہیں زیادہ تھے محض اس سیٹ سے سات ہزار روپے زیادہ دینے پر مل سکتا تھا میں لے لیتا۔۔۔مجھے خود پر غصہ بھی آیا اور صنوبر خان پر بھی جس نے مشورہ دیا کہ محض فون پر بات کرنے کے لئے یا شوشا کے لئے ہاتھ میں پکڑنے کے واسطہ بندہ اتنے زیادہ پیسے کیوں ضائع کرے۔حالانکہ لوگ اس طرح کے کاموں کے لئے کروڑوں ضائع کر دیتے ہیں۔۔۔محض شو بازی کے لئے یا خود کو بڑا ثابت کرنے کے لئے۔

اب وہ سیٹ۔۔۔میرے سپنوں کا شہزادہ سیٹ میری ساتھ والی سیٹ پر پڑا مسکرا بھی رہا تھا۔۔۔اور چیخ بھی رہا تھا۔جس کا تھا۔۔۔وہ بار بار گھنٹی بجا رہا تھا۔۔۔اچھی میوزیکل ٹون اس نے سیٹ کی تھی۔۔۔میں میوزک میں کھو سا گیا۔۔۔جدید دور ہے آپ چاہیں تو نہایت قدیم میوزک بھی بطور ٹون لگا کر سن سکتے ہیں مزہ دوبالا ہو جائے گا۔۔۔یکدم خیال ابھرا۔۔۔بند کر دوں اس کی سم نکال کر نہر میں پھینک دوں سیٹ رکھ لوں۔۔۔میں نے اس خیال کو جھٹکا۔۔۔نہیں چند ماہ قبل جب میرا موبائل فون گم ہوا تھا تو چند منٹ بعد ہی جس کو ملا تھا اس نے فون کر کے خوشخبری دی اور چند منٹ بعد میرا گم شدہ فون میرے ہاتھ میں تھا۔(ایسے شریف آدمی اب کم کم ہی ملتے ہیں)

میں نے خود کو ذلیل کیا۔۔۔اپنے اس عمل پر شرمندہ ہوا جو مجھ سے سرزد ہونے والا تھا۔۔۔میں نے شیطان سے بحث تکرار کی۔اور ساتھ

والی سیٹ پر پڑا نہایت خوبصورت موبائل ہاتھ میں پکڑا۔ کہ بار باراس فون کا مالک بیل پہ بیل کیئے جار ہا ہے۔۔۔اسے خوش کر دوں مطمئن کر دوں۔۔۔اور جلدی سے اس کی گم شدہ چیز اس تک پہنچا دوں تا کہ وہ کہے کہ آج بھی اچھے لوگ دنیا میں ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں امن ہے۔۔۔انصاف ہے۔۔۔حق کا بول بالا ہے۔۔۔میں یہ عمل کرنے کا سوچ کر خوش بھی ہو رہا تھا اور خود کو بڑا انسان محسوس کر رہا تھا۔۔۔شکر ہے میرے والدین نے میری اچھی تربیت کی۔۔۔ورنہ میں فون زمین سے اٹھاتا اپنی سم اس میں ڈالتا مزے سے خاص خاص دوستوں کو فون کرتا۔۔۔بتاتا کہ میں نے نیا نہایت خوبصورت سیٹ لیا ہے۔۔۔بھلا میں کیونکہر بتاتا کہ میں نے تو پارکنگ میں زمین سے اٹھایا ہے اور کسی کی چیز کو اپنا سمجھ کے یا اپنا بنا کے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔

''ہیلو''۔۔۔میں نے مزہ لیتے ہوئے مسحور کن انداز میں کہا۔۔۔''ہیلو''۔۔۔اس ہیلو کا انداز ہی اور تھا۔۔۔''ہائیں'' میں ٹھیک سن رہا ہوں۔۔۔میرا رنگ پیلا پڑ گیا۔۔۔چہرے کی رنگینی غائب۔۔۔آنکھوں اور گالوں پر عجب تناؤ سا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔سر میں یوں لگا جیسے پسینہ سا آ گیا ہو۔۔۔جذبات کا بہاؤ الٹی جانب چل پڑا۔۔۔میرے ہیلو کے جواب میں کوئی نہایت بے ہودہ تلخ لہجے والا۔۔۔جاہل سا ان پڑھ سا شخص بول اٹھا۔۔۔

''اوئے۔۔۔یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔۔میرا فون تمہارے پاس کہاں سے آ گیا۔۔۔جلدی سے مجھے ملو۔۔۔اور میرا فون واپس کرو۔۔۔ورنہ تمہیں پولیس کے پاس لے جاتا ہوں''۔

مجھ سے مزید نہ سنا گیا میرے اندر کا شریف النفس انسان یکدم غصے میں آ گیا۔۔۔اس نے اپنا خوبصورت فیصلہ بدلا اور۔۔۔موبائل فون بائیں سیٹ سے اٹھایا۔۔۔گاڑی میں بیٹھے بیٹھے۔۔۔دائیں ہاتھ میں پکڑا اور لاہور کی خوبصورت نہر میں پوری طاقت کے ساتھ پھینک دیا۔۔۔دل تذبذب کا شکار تھا۔۔۔میں نے گاڑی کو چوتھے گیئر میں ڈالا۔۔۔اور ٹیپ ریکارڈر پر تیز آواز کے ساتھ یہ گانا چلا دیا۔۔۔

''میں بارش کر دوں پیسے کی
جو تو ہو جائے میری''۔۔۔

❀.....❀.....❀

قصّہ نصف صدی کا

لاکھوں دلوں کی دھڑکن **محی الدین نواب** کے جادُو قلم سے ایک خوبصورت ناول...... تقسیم ہند (قیامِ پاکستان) اور پاکستان کے حالات و واقعات کے تناظر میں لکھی گئی ایک پر اثر تحریر...... آزادی پاکستان سے شروع ہو کر آج تک کا سفر طے کرتی ہوئی داستان...... جہاں حالات اور مسائل ویسے ہی ہیں جیسے نصف صدی پہلے تھے۔ **کتاب گھر** کے ناول سیکشن میں دستیاب ہے۔

مچھر کا انتقام ”نایاب“ تحفے اور ذمہ دار آدمی

کئی دن سے کوئی مہمان نہیں آیا۔۔۔ ڈرائنگ روم بند پڑا تھا بچے چھٹیوں کی وجہ سے گھر رہ رہ کر تنگ تھے سو انہوں نے گھر کو چڑیا گھر بنا رہا تھا چڑیا گھر میں میری حیثیت کیا وہ گی۔۔۔ آپ خود اندازہ لگالیں۔۔۔ یعنی وہی جو آپ کی ”اپنے چڑیا گھر“ میں ہے؟!(سوری) میں نے ایک نئی کتاب کا مطالعہ کرنا تھا سو میں نے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا۔ کہ اکیلے میں بیٹھ کر پڑھ لوں۔۔۔ ”ذوں“۔۔۔ ”ذوں“ مچھروں کے گیت غزلیں سنائی دے رہی تھیں۔ بھوکے پیاسے مچھروں نے مجھ اکیلے پر ہلہ بول دیا میں باہر کو بھاگا۔۔۔ وہ پیچھے۔۔۔ میں نے غصے میں بڑے غرور سے بھاگ کر باورچی خانے سے مچھر مار سپرے اٹھایا اور مچھروں کا پیچھا شروع کر دیا۔۔۔ سب مچھر محو پرواز تھے کاش کوئی ایک آدھ گر جاتا۔۔۔ میری عزت رہ جاتی مگر میں مچھروں کے سامنے ذلیل خوار ہو گیا۔۔۔ مچھر ختم نہ ہوئے سپرے ختم ہو گیا۔۔۔ دو سو ساٹھ روپے کا خریدا ہوا یہ بیکار سپرے۔۔۔ مجھے دو سو ساٹھ روپے کا دکھ تو ہے اصل دکھ مچھروں کے ہاتھوں سر عام بے عزت ہونے کا ہے میں نے وہی طریقہ۔۔۔۔ ایک ہلے میں تین مچھر زمین پر گرے تڑپ رہے تھے۔۔۔ بچے شور سن کر آ گئے۔۔۔ پاپا قوالی کی ریہرسل کر رہے ہیں؟ میں نے ایک ایک بچوں کو بھی غصے میں لگا دی۔۔۔ وہ بھی بھاگ کے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔۔۔ اور میری طرح مچھروں کا پیچھا کرنے اور تالیاں بجانے لگے کیا خوبصورت میوزیکل ماحول تھا ڈرائنگ روم میں صرف ایک گانے والے ”قوال“ کی کمی تھی باقی تو سب ٹھیک تھا بچوں نے تو مچھروں کی مت ماردی۔۔۔ میں نے بچوں کو پچاس پچاس روپے فی کس انعام دیا اور ایک سو کا نوٹ اپنی جیب میں ڈال لیا۔۔۔ کیونکہ میں نے دس میں سے چار مچھر خود مارے تھے۔۔۔ اس حساب سے سو کا نوٹ میرا بنتا تھا۔

ڈرانگ روم میں صفائی تو کیا ہر چیز الٹی پلٹی ہو رہی تھی۔۔۔۔ سفید صوفہ کور بچوں کے پاؤں سے عجب نقشہ پیش کر رہے تھے۔ بیل ہوئی۔ وزیر آباد سے شاہ نواز چیمہ صاحب۔ تشریف لائے تھے۔ چیمہ صاحب وزیر بھی رہ چکے ہیں پنجاب کابینہ میں۔۔۔ صابو بھی ساتھ تھا۔۔۔ یہ شاہ نواز چیمہ کا پرانا وفادار ملازم ہے۔۔۔ صابو نے آج خوشبو لگا رکھی تھی۔۔۔ اور خوش بھی بڑا تھا۔ گاؤں کا بندہ خوش ہو تو وہ بیوی کو پیٹتا ہے یا بہت زیادہ خوشبو لگاتا ہے۔۔۔ یہ خوشبو کچھ زیادہ ہو جائے تو کتے بلیاں اسے سونگھنے سے مر بھی سکتے ہیں۔۔۔ میں تین چار دفعہ صابو کی لگائی خوشبو سونگھنے سے مرتے مرتے بچا ہوں۔۔۔ اب جب بھی صابو میرے گھر آتا ہے میں چوہے مار سپرے لگا لیتا ہوں۔۔۔ شاید مقابلہ ہو سکے؟!

چیمہ صاحب نے بتایا۔۔۔ مبارک دیں صابو کو امیر ہو گیا ہے اب ڈرانگ روم کھلا ہے اتنے عرصے بعد مہمان تو آنے ہی تھے۔ بچوں نے بتایا اظہار الحق شاہ صاحب آئے ہیں ملتان سے۔۔۔ صابو کے امیر ہونے کے تذکرے ادھورے تھے کیونکہ اظہار شاہ نے آتے ہی ہاتھ پہ ہاتھ مارا

اظہار شاہ ہومیوپیتھی ڈاکٹر بھی ہیں لو جی سنو۔۔۔سنو۔۔۔میں نے اک دوائی بنانے کے لئے نیم گرم دودھ میں حسب سابق لیموں کے چھ قطرے ڈالے کہ یہ دودھ پھٹ جائے گا۔۔۔یعنی اپنی ہیئت بدل لے گا اور میں اس کے اوپر رہ جانے والے پانی سے ''یرقان'' کے مریضوں کے لئے دوائی بناؤں گا۔۔۔ چھ چھ سے بارہ قطرے۔۔۔پھر چوبیس قطرے تک ڈالے نہ دودھ پھٹا نہ ہی دوائی بنی۔۔۔یہاں تک کہ میں نے تین عدد لیموں دودھ میں ڈال دیئے دودھ دودھ ہی رہا۔۔۔؟! یہ گجر کا کمال تھا یا ماحول کا اثر۔۔۔یا ہمارے اعمال کی سزا۔

ہمارے اعمال کی سزا'' میں نے اظہار کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔۔۔چیمہ صاحب زور سے ہنسے (یہ ان کا اپنا اسٹائل ہے ہنسنا اور خوب ہنسنا اور ماحول کو خوش گوار کر دینا۔۔۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب چیمہ صاحب کوئی نیا محاورہ سنائیں گے یا کوئی نہایت مضحکہ خیز بات ہے) یہ صابو آپ کے سامنے ہے ہم سب نے دور اک کرسی پر بیٹھے صابو کی طرف دیکھا۔۔۔وہ مسکرا رہا تھا ''ٹھاہ'' اک دم آواز آئی۔۔اظہار الحق شاہ کو اک بڑے سے مچھر نے کاٹا وہ ''آداب محفل'' کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چپ رہے ''سی'' نہ کی Ha..Haa نہ کیا۔۔۔لیکن غصے پر قابو نہ رکھ سکے اور ''مچھر'' کو اک تالی سے مار ڈالا۔

اک تالی سے ''اک تالا'' یاد آ گیا۔۔۔مارچ کے وسط میں لاہور آرٹس کونسل میں عطاء الحق قاسمی صاحب کی چیئرمینی میں الحمرا ہال نمبر ۲ میں کلاسیکی موسیقی کا عالی شان تین روزہ پروگرام منعقد ہوا۔۔۔جس میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ جس طرح میں اپنی ''نثر'' کو بقول مرزا شعیب ''نظم'' کہتا ہوں ایسے ہی قمر الزمان بدر الزمان نے کچھ پڑھا۔ طبلے کے ساتھ۔۔۔اک الیکٹرک آرگن کے ساتھ اور ثابت یہ کیا وہ کوئی ''پکا راگ'' گا رہے ہیں لیکن اس وقت مزہ آ گیا جب حامد علی خان صاحب کے دو بیٹوں نے محفل کو ''لوٹ'' لیا۔۔۔حامد علی خان کا چھوٹا شاید سولہ سالہ بیٹا جو ہو بہو۔۔استاد امانت علی خان کی شکل وصورت سے کاپی لگتا تھا۔۔۔اس نے ''مولا تیرو نام'' ۔۔یہ حمد یہ۔۔۔کلام چالیس منٹ تک گایا۔۔۔میرے ساتھ میرا بیٹا احمد بیٹھا تھا دس سالہ احمد بول اٹھا۔۔۔پاپا اس لڑکے نے سینکڑوں انداز میں یہ حمد ''مولا تیرو نام'' تقریباً دو ہزار دفعہ گائی ہے۔ پاپا یہ موسیقی تھی یا حمد ثناء کی تسبیح تھی؟! میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔ہاں بیٹا۔ ''ہم گناہگاروں سے زیادہ یہ بچہ بلند پایہ ہے''۔۔چالیس منٹ تک یہ دونوں بچے تھے اور مسحور کن الحمراء کی فضا تھی شاید اس بچے کا نام نایاب تھا۔ بلاشبہ یہ دونوں بچے ''نایاب'' ہی تھے اور ایسے سچے اور صاف دل انسان آجکل۔۔۔''نایاب'' ہیں ایسے نایاب لوگوں کے لئے ''اک تالا''۔۔تین تال کوئی معنی نہیں رکھتے ان کو سب پر دسترس ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت بھی۔۔۔اور جب اللہ کی رحمت ہو تو غریب آدمی صابو بھی امیر ہو جاتا ہے۔۔

صابو نے خود بتایا۔۔۔کہ صاحب جی میں نے شدید گرمی کی اک رات سوچا کہ سارا دن گدھے کی طرح کام کرو۔ زندگی حرام کرو۔ ہر آنے جانے والے کو سلام کرو۔۔۔کھاؤ کھانا نہ آرام کرو۔۔۔پھر بھی چھتر کھاؤ اور ''کمی'' کہلاؤ کیوں نہ خودکشی کر لی جائے۔۔۔دل سے آواز آئی۔۔۔یہ تو حرام ہے۔۔۔حرام حلال پر غور کیا اور ''موت ٹال'' دی لیکن پھر یاد آیا کہ جو چار لاکھ روپے سر پر قرضہ ہے اس کا کیا ہوگا؟! کہاں سے آئیں گے اتنے پیسے۔۔۔گویا موت جب بھی آئے گی ''قرضہ'' سر پر ہوگا۔۔۔سوہمت کی اور سٹور سے کیڑے مار دوائی کی بھری ہوئی بوتل منہ کے ساتھ لگا لی۔۔۔''غٹا غٹ'' آدھی بوتل حلق سے نیچے اتر گئی کڑوا۔۔۔ذائقہ۔۔۔''موت تو کوئی خاص مشکل نہیں بس ذرا سی بدذائقہ ہے'' میں آنکھیں

بند کیے سوچ رہا تھا۔۔ مجھے محسوس ہوا۔۔۔ جیسے موت کا فرشتہ کسی اور ''خطے'' کے دورے پر ہے۔۔۔ شاید اپنے کسی ''جونیئر'' کو بھیج دے۔۔ میں نے ہمت کی۔۔۔ اٹھ بیٹھا۔ خود پر لعن طعن کی۔۔۔ کہ موت بھی مرضی سے نہ لے سکا۔۔۔ ہوگا کوئی مجھ جیسا۔۔۔ ''بدقسمت'' اس دوران چوہدری صاحب کا فون آ گیا۔۔۔ کتے نے ابا جی کو کاٹ لیا ہے۔ جلدی آؤ۔۔۔ میں ابا جی کی طرف بھاگا۔۔۔ پھر فون آیا۔۔۔ ''کہاں ہو'' ابا جی کے پاس۔۔ ابا جی کو چھوڑو۔۔ ادھر دفعہ ہو جاؤ۔۔۔ میں کمرے میں بند ہوں۔۔ کتا باہر کھڑا ہے۔۔۔ میرا منتظر ہے اس سے مذاکرات کرو۔۔۔ ترلا ڈالو۔۔ منت سماجت کرو۔۔۔ نہ مانے تو لالچ دو۔۔۔ نہیں تو بندوق اٹھاؤ۔۔ خود کو گولی مار لو یا کتے پر بندوق تان لو۔۔۔ پھر بھی نہ مانے تو اس کے والد صاحب کو ایس ایم ایس کرو۔۔۔ اور اگر چوہدری صاحب اس کا موبائل بند ہو تو۔۔۔؟! چوہدری صاحب نے غلیظ زبان استعمال کرنا شروع کی تو میں بھاگم بھاگ کتے کی طرف لپکا۔۔۔ اچانک مجھے یاد آیا۔۔ میں نے تو موت کو دعوت دی تھی۔۔۔ میں نے غور کیا۔۔۔ موت نے دعوت قبول نہیں کی۔۔۔ کتا اس وقت تک تھک ہار کے اک درخت کی چھاؤں میں بیٹھا۔۔۔ میں بھی پاس بیٹھ گیا۔۔۔ میں رونے لگا۔۔۔ مجھے لگا کتا بھی رو رہا ہے میں نے کتے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں وہ شرمندہ ہو گیا۔۔۔ سر جھکا لیا۔۔۔ میں نے جب اسے جھکتا دیکھا تو میں نے غصے سے کہا۔۔۔ ''ابا جی کو کیوں کاٹا ہے کتے کے بچے۔۔۔ چل ابا جی سے معافی مانگ'' وہ پھر تھوڑا غصے میں آیا تین بار واؤ۔ واؤ۔ واؤ کیا پھر چپ ہو گیا۔۔۔ اچھا اچھا ناراض نہ ہو۔۔۔ معافی نہ مانگو۔ مگر اب کے مت کاٹنا۔ ''واؤ'' کتے نے جواب دیا اور میں نے چوہدری صاحب کو بتایا کہ کتے سے کامیاب مذاکرات ہو گئے ہیں آپ باہر آ جائیں چوہدری صاحب باہر آئے۔۔۔ کتے نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔۔۔ چوہدری صاحب نے غصے سے مجھے گھورا۔۔۔ تو میں نے خوش آمد کی۔۔۔ ''چوہدری صاحب یہ سپرے جو کیڑے مارنے کے لئے آپ نے منگوایا ہے وہ دو نمبر ہے'' اوئے حرام خورا۔ اپنی ڈیوٹی نہیں دی سستی کاہلی کی وجہ سے اور الزام لگاتے ہو اتنی بڑی سپرے بنانے والی کمپنی پر۔۔۔ نہیں چوہدری صاحب آزما لیں۔۔۔ کہیں تو میں جو آدھی بوتل بچ گئی وہ بھی پی کر دکھاتا ہوں۔۔۔ چوہدری صاحب کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ''اوے سچ کہتے ہو'' ہاں جی میں نے کہا تو کتے نے بھی ''واؤ'' کیا۔۔۔ چوہدری نے گاؤں کے بیس تیس بڑوں کو اکٹھا کیا علاقے کے ایم پی اے بھی اپنی لینڈ کروزر پر گزر رہے تھے انہیں بھی بلا لیا اور پھر سوچنے لگے کہ کوئی ذمہ دار آدمی بھی اک آدھ آ جاتا تو ہماری بات پر اعتبار ہو جاتا۔۔۔ ہم سب نے غور کیا ''ذمہ دار'' آدمی کہاں سے لائیں۔۔۔ ایم پی اے صاحب نے بھی غور کیا۔۔ ''یار پٹواری'' کو بلا لو۔۔۔ وہ تو دورے پر ہے۔ جی اک چوہدری نے کہا۔۔۔ دور سے اک گاڑی آتی دکھائی دی۔۔۔ حوالدار چوہدری علی احمد کی گاڑی لگتی ہے چوہدری صاحب بولے۔۔۔ دیکھا تو وہی تھے۔۔۔ ''ذمہ دار'' آدمی کے آتے ہی ''مظاہرہ'' شروع ہوا۔۔۔ میں نے نئی سیل بند سپرے (کیڑے مار) والی بوتل کھولی اور ساری پی گیا۔۔۔ ماحول پر خاموشی چھا گئی ذمہ دار آدمی یعنی حوالدار چوہدری علی احمد نے اٹھ کر مجھے پکڑنا چاہا۔۔۔ ''موت سے بچانا چاہا'' مگر میں تو ساری سپرے والی بوتل خالی کر چکا تھا۔۔۔ میں لیٹ گیا۔۔۔ سب کے چہرے اتر گئے۔۔۔ ''ذمہ دار آدمی'' بھاگنے لگا۔۔۔ تو چوہدری صاحب نے اسے پیچھے سے پکڑ کر بٹھا لیا وہ سب سے زیادہ گھبراہٹ کا شکار تھا۔۔۔ میں نے چند منٹ بعد آنکھیں کھولیں۔۔ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔۔ سب کی جان میں جان آئی۔۔۔ سب نے تالیاں بجائیں۔۔۔ ذمہ دار آدمی تو دیر تک تالیاں پیٹتا رہا۔۔۔ شاید اسے میرے نہ مرنے کی خوشی تھی یا مچھر نے کاٹا تھا۔۔۔ میں نے ''ذمہ

دار آدمی'' کی یہ حرکتیں خوب انجوائے کیں۔

اب جو اس کمپنی کے افسروں نے جنہیں چوہدری صاحب پہلے ہی بلوا چکے تھے۔۔۔ یہ ''خوفناک'' منظر اور ''اپنی کیڑے مار دوائی'' کو سر عام ذلیل وخوار ہوتے دیکھا تو سب سے معافی مانگی۔ مجھے دس لاکھ روپے ادا کیئے۔۔ جن سے میں نے قرضہ اتارا نئے کپڑے خریدے اور عہد کیا کہ آئندہ کبھی ایسی دونمبر دوائی نہیں پیوں گا۔ کیونکہ کبھی کبھی شیر آیا والی بات سچ بھی ثابت ہو جاتی ہے اور پھر آدمی سپرے کی جو پوری بوتل پی جانے سے نہیں مرتا اس کیلئے ایک قطرہ ہی کافی ہو جاتا ہے۔

اور سپرے بنانے والی کمپنی کے لوگوں کا کیا ہوا احمد میرے پاس بیٹھا جو یہ سب رام کہانی غور اور حیرت و پریشانی سے سن رہا تھا اس نے پوچھا۔ان کو ذمہ دار آدمی یعنی حوالدار چوہدری علی احمد اپنے ساتھ یہ کہہ کرلے گیا۔ کہ تمہاری تو میں خبرلوں گا تھانے جاکر چلو میرے ساتھ؟ اور ہم سب زور زور سے ہنسنے لگے۔۔ میں اور بچے پھر مچھر مارنے میں مصروف ہو گئے۔

http://kitaabghar.com

اُردو ٹائپنگ سروس

اگر آپ اپنی کہانی، مضمون، مقالہ یا کالم وغیرہ کسی رسالے یا ویب سائٹ پر شائع کروانا چاہتے ہیں لیکن اُردو ٹائپنگ میں دشواری آپ کی راہ میں حائل ہے تو ہماری خدمات حاصل کیجئے۔

☆ ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر سکین کیجئے اور ہمیں بھیج دیجئے یا
☆ اپنی تحریر رومن اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیج دیجئے یا
☆ اپنا مواد اپنی آواز میں ریکارڈ کر کے ہمیں ارسال کردیجئے یا
☆ مواد زیادہ ہونے کی صورت میں بذریعہ ڈاک بھی بھیجا جاسکتا ہے

اردو میں ٹائپ شدہ مواد آپ کو ای میل کر دیا جائے گا۔ آپ دنیا میں کہیں بھی ہوں، ہماری اس سروس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ادائیگی کے طریقہ کار اور مزید تفصیلات کے لئے رابطہ کریں۔

فون نمبر 0300-4054540, 0092-331-4262015

ای میل: harfcomposers@yahoo.com

ویب سائٹ : http://pktypist.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

تھری ایڈیٹ، انار کلی بازار، نو بیاہتا جوڑا

میں پیچھے پیچھے چل رہا تھا وہ شرماتے شرماتے میرے سامنے آگے آگے چل رہے تھے۔ لڑکا (مرد) پچاس پچپن کا ہوگا۔۔۔ زیادہ ہوسکتا ہے کم نہیں دلہن کے لباس میں ملبوس خاتون (لڑکی) سترہ سالہ یا اس سے کچھ کم تھی اس کاروائتی انداز میں شرمانا مجھے لگتا تھا وہ کسی کھلے گڑ (مین ہول) میں نہ جا گرے اور لڑکا (مرد) شکرانے کے نوافل ادا کرنے سیدھا داتا دربار پہنچ جائے۔۔۔ پارکنگ سے دو سو گز کے فاصلے تک اس کے درمیان دو تین فٹ کا فاصلہ رہا کبھی یہ فاصلہ بڑھ جاتا کبھی کم ہو جاتا اب ہم نیلا گنبد کے چوک میں تھے مرد (لڑکا) یہ فاصلہ کم کرنے کی کوشش میں تھا اور لڑکی کی خواہش تھی کہ فاصلہ رہے شاید لڑکی سمجھدار تھی یا اس نے سٹار پلس کے ڈرامے نہیں دیکھے تھے اس کے شرمانے کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ "بیوی" ہے اس پچپن سالہ لڑکے (مرد) کی۔ یہ یقین سے نہیں کہہ جا سکتا۔۔۔ وہ بے چاری سمٹتی چلی جا رہی تھی اور وہ بھاری بھر کم لڑکا اسے دھکیلتا چلا جا رہا تھا۔

پچپن سال کا آدمی لڑکی دیکھنے گیا لڑکی کی ماں اسے دیکھ کر بے ہوش ہو جاتی ہے ہوش آنے پر وجہ پوچھی جاتی ہے تو وہ کہتی ہے۔۔ "پچیس سال پہلے یہ کمینہ مجھے بھی دیکھنے آیا تھا"

مجھے اپنا یوں ان کا پیچھا کرنا برا لگا لیکن میں اس سلسلے کا ڈراپ سین دیکھنا چاہتا تھا اکثر بندہ اپنے ضمیر کے خلاف حرکتیں کرتا ہے بے ضمیرا کہیں کا لیکن کچھ مناظر ایسے ہوتے ہیں جو ہر انسان آنکھوں میں سمو لینا چاہتا ہے ویسے بھی میں جب کبھی انار کلی بازار جاتا ہوں تو مجھ پر عجب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ خوشبوئیں بکھری۔۔۔ دل کو مہکاتی ہیں۔۔۔ دوکانداروں کی "خونخوار" نظریں جیسے بچپن میں ہم نے گھر میں مرغیاں پال رکھی تھیں میں بچ جانے والی روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے مرغوں مرغیوں کو مخصوص انداز میں۔۔۔ آ۔۔۔ آ آ۔۔۔ آ آ۔۔۔ آ آ کرتا اور مرغیاں بے چاری بھوک کے مارے یا مروت میں میرا احترام کرنے کے انداز میں آ جاتیں۔۔۔ روتی کے ٹکڑے "بدلی" سے زہر مار کرتیں شاید ان کی خواہش ہوتی تھی کہ یہ ہمیں سیب کھلائے۔۔۔ گاجر کا مربہ کھلائے یا کم یا کم ریگل کے دہی بڑے یا فروٹ چاٹ۔۔۔ ایسے ہی انار کلی کے دوکان دار۔۔۔ آ آ۔۔۔ آ آ۔۔۔ آ آ جا۔۔ والی نظروں سے گھور رہے تھے آپس میں وہ فقروں کا تبادلہ بھی کر رہے تھے جو مجھے دنیا کی سب سے بری اور غیر مہذب بات لگتی ہے آپ کسی جگہ دس بیٹھے ہوں۔۔۔ دو آپس میں کانا پھو۔۔۔۔ " کر رہے ہوں کبھی ہنس دیں کبھی سنجیدہ ہو جائیں بندے کو لگتا ہے کہ وہ میرے ہی بارے میں باتیں کر رہے ہوں گے۔ حالانکہ ممکن ہے وہ کسی اپنے جھمیلے میں الجھے ہوں بحر حال بندہ پھنس جاتا ہے ایسی نظروں کے حصار میں ویسے یہ عادت مجھ میں بھی ہے دوست مجھ سے محتاط رہتے ہیں آپ کہیں گے کہ میں نے خود یہ حرکت ناپسندیدہ قرار دی ہے اوپر کی سطروں میں تو جناب ہمیں بہت سے لوگ کچھ حرکتیں کرتے زہر لگتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم خود وہ حرکت نہ کریں جو ہمیں بہت بری لگتی ہے زہر لگتی ہے۔۔۔ اصل میں ہم سب خاصے زہریلے ہو چکے ہیں۔

بات شروع تھی اس جوڑے کے نیلا گنبد میں پہنچنے تک میں جس وجہ سے اس بے جوڑ جوڑے کا پیچھا کر رہا تھا وہ منظر (میرا دل کہہ رہا تھا) آنے ہی والا تھا دونوں کے جذبات کسی اور کیفیت میں مبتلا تھے لڑکی چاہتی تھی کہ وہ بائیں طرف کسی گلی میں مڑ جائے اور ''لڑکا'' چاہتا تھا کہ وہ ساتھ ہو کے چلے ایسے ہی اک برا بہت برا منظر دیکھنے میں آیا۔۔۔لاہور کے شراتی لڑکے جیسا کہ یہ سب کرتے ہیں میرے شہر لاہور کی شہرت خراب کرنے کے لئے۔۔ایک لڑکا آیا اور سیدھا ان دونوں کے بیچ میں سے گزر گیا۔۔۔فاصلہ بڑھا گیا۔۔۔یہ لوگ کتنے ظالم ہوتے ہیں ہوا پنوں کے درمیان فاصلے بڑھا دیتے ہیں خلیج پیدا کر دیتے ہیں انارکلی تو ملنے ملانے کی جگہ ہے فاصلے بڑھانے کی جگہ نہیں لیکن وہ بھی ''موڈ'' میں تھا خیر بیچ میں سے گزر کر وہ میرے نزدیک آیا تو میں نے کہہ دیا۔۔۔''بدتمیز کمینہ'' وہ ہنس پڑا اس نے سمجھا میں تیسرا بھی ان دونوں کے ساتھ ہوں۔۔۔وہ بولا پڑا۔۔۔''تھری ایڈیٹ'' میری ہنسی نکل گئی وہ دونوں بھی میرے زور سے ہنسنے پر پیچھے مڑ کے دیکھنے لگے۔۔۔میں نے فاصلہ بڑھا دیا۔۔۔وہ اب اک دوسرے سے دور دور چل رہے تھے۔۔۔پھر لڑکی کو یکدم کوئی خیال آیا۔۔۔اور وہ مرد کی طرف ذرا قریب ہوگئی مرد تو پہلے ہی تیار تھا اس الجھن کا شکار ہم تینوں انارکلی کے درمیان میں پہنچ چکے تھے کٹ کٹ کٹ ایک بوڑھا سا شخص جس نے سارا سر کالا۔۔۔خضاب لگا کر کیا ہوا تھا اس نے ایک بڑے سے برتن میں پانی ڈال کر اس میں ایک چھوٹی سی کشتی چھوڑ رکھی تھی جو اس برتن کی سائیڈوں پر آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔۔۔کٹ کٹ کٹ کی آوازیں نکالتی یہ انارکلی کی شانیں ہیں آپ کے ذہن میں انارکلی کے حوالے مشہور مزاحیہ شاعر انور مسعود کی وہ مشہور زمانہ نظم آگئی ہوگی۔۔

تو کیہ جانیں بھولئے مجے انارکلی دیاں شاناں

''ارے''۔۔یہ کیا۔۔۔؟! قطب الدین ایبک بادشاہ کے مزار کے پاس انارکلی بازار میں ان دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔لڑکی کے انداز سے ابھی تک شرمیلا پن ظاہر ہو رہا تھا مرد نے ہمت کی اور اس نے لڑکی کے بازو میں اپنا بازو ڈالا۔۔۔نہایت اپنائیت والے انداز میں دونوں چل رہے تھے (حالانکہ ہم نے انگریزی فلموں میں دیکھا ہے کہ لڑکی مرد کے بازو میں بازو ڈالتی ہے) مجھے اچھا لگا لاہور آنے والے اس نوبیاہتا جوڑے کی خواہش دیر سے ہی سہی پوری تو ہوئی۔کیونکہ میں بچپن سے دیکھ رہا ہوں لاہور آنے والے خاص طور پر جو چھوٹے قصبوں یا گاؤں دیہات سے آتے ہیں نوبیاہتا جوڑے۔۔۔ان کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ وہ انارکلی بازار میں بانہوں میں بانہیں ڈال کر بڑی اپنائیت کے ساتھ چکر لگائیں۔۔۔ہنستے ہنستے۔۔۔عہد و پیمان کریں اور شہر لاہور سے حسین یادوں کے سہارے رخصت ہوں۔

میرا موبائل بول اٹھا۔۔۔''ہیلو'' دوسری طرف شہزاد چیمہ تھا۔۔۔''ایف آئی اے کی بلڈنگ میں ہونے والے بم دھماکہ میں آپ کے دوست ملک ظفر اقبال اعوان کا بھائی۔۔افتخار اعوان شہید ہوگیا ہے''۔۔۔!

دل بجھ سا گیا اور میں نے اپنا رخ مال روڈ کی طرف موڑ لیا۔کیونکہ میرے اور دوست بھی اس بلڈنگ میں تھے جہاں خودکش بم دھماکہ ہوا......

جو بہار آتی ہے تو پابند خزاں ہوتی ہے
زندگی موت کے سائے میں جوان ہوتی ہے

کرے کی طرح جگالی کرنا۔۔۔صحت کے لئے؟

صنوبر خان نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا مظفر صاحب نسوار کی ڈبی جتنا شیشہ ہوگا آپ کے پاس؟! یہ دفتر ہے میں یہاں شیشوں کی دوکان تو کھولے نہیں بیٹھا جو آپ نے ایسی بے ہودہ فرمائش ایمرجنسی میں کر ڈالی ؟!''اچھا۔اچھا''ناراض نہ ہوں''میں نے صنوبر خان سے کہا۔۔۔میں باتھ روم میں گیا وہاں دیوار پر لگا بڑا۔۔۔بلکہ بہت بڑا شیشہ اینٹ مار کر توڑا۔۔۔اس کا نسوار کی ڈبیہ جتنا ٹکڑا۔پکڑا اور صنوبر خان کے ہاتھ میں تھما دیا۔۔۔وہ بہت خوش ہوا۔۔۔پھر حیرت زدہ ہو کر دیکھنے لگا۔۔۔''یہ آپ کہاں سے لایا؟''اس نے شیشے کو ادھر ادھر گھما گھما کر دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔؟! بڑا باتھ روم کا شیشہ توڑا اور یہ نسوار کی ڈبیہ والا۔۔۔آپ کی حاجت کے مطابق ٹکڑا توڑا۔۔جو آپ کے ہاتھ میں ہے عین آپ کی شدید خواہش کے مطابق میں سمجھا تھا اب تک آپ عقل مند ہو چکے ہونگے۔لیکن ایسا نہ ہوسکا۔۔۔یعنی عقل کا عمر وغیرہ تجربہ وغیرہ وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں؟!صنوبر خان نے حیرت سے پوچھا۔۔''میں بھی تو بنیادی طور پر پٹھان ہوں ناں۔۔؟!''اس نے میرے اس پیش کردہ جائز نکتے پر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔۔۔اور پھر اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔۔۔اچھا یہ ٹکڑا شیشے کا اب آپ کے ہاتھ میں ہے اب وکرتب کر کے دکھائیں جس کے لئے آپ نے یہ ٹکڑا منگوایا تھا۔

''کل کروں گا؟! کیا ہے جو آج نہیں ہوسکتا؟''میں نے غصے سے کہا۔۔۔تو بولا۔۔۔آج نہیں ہوسکتا کیونکہ اب بارش ہو رہا ہے۔۔۔اس نے وضاحت کی۔

''یا خدا خیر کر دینا''۔۔۔یہ بارش کا شیشے اور کرتب سے کیا تعلق میں نے سر پکڑے غصے سے کہا۔۔۔''سوری مظفر صاحب ناراض نہ ہوں۔۔۔آج کرتب بارش بادل اور بابے کی گیٹ پر بارش کی وجہ سے غیر موجودگی کے باعث نہیں ہوسکتا میں نے مزید غصے کا اظہار کیا۔۔۔کیا بجھارت کھیل رہے ہو یار۔۔۔۔اس نے مسکراتے ہوئے میری کیفیت بھانپ کر تفصیل بتا دی۔

''اصل میں رات میرا دل چاہا کہ بابا خدا بخش دھوپ میں گیٹ پر کھڑا ڈیوٹی دے رہا ہو۔۔''اللہ توکل والی''یعنی وہ میٹل ڈیٹیکٹر پکڑے جس میں سیل ہی نہیں ہے بجٹ کی کمی کے باعث۔۔۔ایسے میں میں دور بیٹھا درخت کے پیچھے چھپ چھپ کر اس نسوار کی ڈبی جتنے شیشے سے''لشکارا''بابے خدا بخش کی آنکھوں میں ماروں۔۔۔اس کی آنکھیں اس تیز روشنی''چمک''سے چندھیا جائیں اور وہ خوب تنگ ہو۔۔۔اور شور مچائے۔۔اور ہم سب انجوائے کریں۔

پھر وقفہ ہو بابا پھر میٹل ڈیٹیکٹر پکڑے اپنی پہلے والی پوزیشن پر آئے۔۔۔موڈ میں بیٹھا چائے بھی پی رہا ہو۔۔اور میں پھر شیشے اور تیز

دھوپ کی مدد سے ”وار“ کردوں۔۔۔پھر لشکارا۔چمک تیز روشنی اور بابے کا غصہ۔۔۔ہے ناں مزے کی بات“ اور پھر چل سو چل۔۔۔روزانہ اس انجوائے منٹ سے ہم سب فائدہ حاصل کیا کریں گے۔

مجھے صنوبر خان پر جو غصہ آیا۔۔۔تو میں نے پکڑ کے چھوٹا نسوار کی ڈبی جتنا شیشہ دیوار پر دے مارا۔۔۔”عجیب احمقانہ باتیں ہیں۔۔۔اس بندے کی جاہل کہیں کا۔۔۔کم عقل انڈین فلموں کا پرانا مزاحیہ اداکار“۔۔میری ان باتوں کا اس نے برا نہیں منایا۔حالانکہ میں نے غصے میں سب سچائیاں بیان کر ڈالیں تھیں۔۔۔جب کچھ میرا غصہ ٹھنڈا ہوا۔۔۔تو اس نے پاس آ کر کہا۔۔۔”مظفر صاحب۔۔۔ذرا اپنے گریبان میں جھانکیں“۔۔۔میں نے گریبان میں جھانکا۔۔۔پھر بولا۔۔۔میں تو جو ہوں سو ہوں۔۔آپ کیا ہیں جو آپ نے باتھ روم کا بڑا شیشہ توڑ کر ایک چھوٹا ٹکڑا مجھے لا کر بلا وجہ دے دیا۔اس لئے۔۔۔گریبان میں جھانک لیا کریں۔

اچھا سنیں۔۔۔اب میں آپ کو وجہ بتاؤں اس چھوٹے شیشے کی۔۔۔صنوبر خان نے کرسی قریب کرتے ہوئے بتایا۔

اصل میں میں دیکھنا چاہتا تھا کہ جب میں روٹی کا ایک لقمہ منہ میں ڈال کر چوبیں دفعہ چباؤں گا تو میں کہیں ”ڈنگر“ (جانور۔۔بیل گائے۔۔۔بکری/بکرا) تو نہیں لگوں گا۔۔۔کیوکہ آج کے اخبار میں اک تازہ ریسرچ چھپی ہے کہ اگر آپ موٹا پا ختم کرنا چاہتے ہیں تو روٹی کے ایک لقمے کو منہ میں ڈال کر خوب چبائیں۔۔۔یعنی چوبیس بار چبائیں کم از کم۔۔

”یعنی اگر آپ ایک روٹی کھاتے ہیں تو“۔۔۔میں نے وضاحت کرنا چاہی تو صنوبر خان نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔۔۔اور بولا۔۔۔میرا مرنے کا ارادہ نہیں وہ بھی بھوک کے ہاتھوں ایک روٹی کھا کر۔۔۔تین چار روٹیوں کا حساب کرو۔۔۔میں سمجھ گیا۔۔۔میں نے حساب کیا......

A) ایک روٹی۔۔۔آٹھ لقمے (شریف آدمی بارہ لقمے کرلے)

B) آٹھ لقمے X چار روٹیاں =32 لقمے

C) ایک لقمے کے لئے۔۔بتیسی کے ہلنے کی تعداد =24

D) بتیس لقمے X24=768

یعنی۔۔۔مائی ڈیئر صنوبر خان آپ کو اس بڑھتے پیٹ کو روکنے کے لئے ایک وقت کا کھانا کھانے کے لئے 768 دفعہ منہ کو بکرے یا بھینس کی طرح ہلانا پڑے گا۔اور اگر آپ تین وقت کا کھانا اسی حساب سے کھاتے ہیں تو پھر آپ گھریا چوبیس گھنٹوں میں 2304 دفعہ جگالی کریں گے یعنی منہ ہلاتے چلے جائیں گے۔

اور جب ایک شریف آدمی 2304 دفعہ کھاتے ہوئے منہ ہلائے گا یعنی چبائے گا تو اسے عادت بھی پڑ جائے گی ممکن ہے وہ ہر وقت جگالی ہی کرتے رہے۔

اس دوران کھانا آ گیا۔۔۔یار صنوبر خان ابھی تو صبح کے گیارہ بجے ہیں آپ نے کھانا منگوا لیا۔۔۔؟! جناب میں نے کھانا اس لئے منگوا لیا ہے کہ ہم چیک کرسکیں کہ ویسے روٹین میں ہم ایک لقمہ کتنی بار چباتے ہیں۔۔کھانا شروع ہوا۔۔۔میں نے دیکھا میں نے ایک لقمہ چار بار چبایا اور

پھر اگلے کی باری آ گئی۔۔۔صنوبر خان نے ایک لقمہ صرف دو بار چبا کر حلق سے نیچے گرا دیا۔

یکدم خان بولا۔۔۔یار یاد آیا۔۔۔یہ حساب تو خراب ہو گیا بوٹی چبانے کو تو آپ نے گنتی میں شامل ہی نہیں کیا۔۔میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔۔حساب غلاط ہونے پر۔

"سائنس نے ہمیں سوائے بکرا، بکری یا بھینس بن کر جگالی کرنے کے کیا دیا" میں نے غصے میں کہا۔۔۔تو صنوبر خان نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔۔۔ہم دونوں نے ہاتھ ملا کر عہد کیا کہ ہم بڑھے ہوئے پیٹ کے ساتھ ہی زندگی گزار دیں گے۔۔۔ہمیں یہ دن میں تین دفعہ گھنٹہ گھنٹہ جگالی کرتے رہنا نہیں منظور۔۔۔کہیں ایسا نہ ہو مرنے کے بعد ہماری قبروں پر کتبے لگے ہوں جن پر لکھا ہو" جگالی والی سرکار"۔۔۔گویا ہم نے سائنس کو اپنے حساب کتاب کے زور پر فیل کر دیا۔۔۔میں نے سینہ پھلا کر کہا۔ میرا دل چاہتا ہے۔ ہم اپنا فیصلہ بدل لیں۔۔۔ہمیں اپنی آئندہ نسلوں کا بھی تو فکر کرنا ہے۔ صنوبر خان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔۔۔کیوں نہ ہم سائنس دان کی آدھی بات مان لیں ہم بہت زیادہ جگالی نہ کریں۔۔۔ہم ایک لقمہ اڑھائی مرتبہ چبانے کی بجائے دس بارہ دفعہ چبا لیا کریں پیٹ بھی بڑھنا کم ہو جائیں گے اور ہم کھاتے کھاتے اس سطح پر آ گئے ہیں کہ ہمارے خطے میں آبادی بڑھتی جا رہی ہے پانی اور خوراک کم ہوتی جا رہی ہے۔ میں نے صنوبر خان کی بات سنی ان سنی کی آستینیں چڑھائیں اور سامنے پڑے کھانے پر ٹوٹ پڑا ایک ایک لقمہ دو دو مرتبہ چبانے کے بعد حلق سے نیچے گرانے کے لیے؟! کہ انسان بڑے سے بڑے دشمن سے لڑ سکتا ہے بھوک سے ٹکر نہیں لے سکتا؟

❀.......❀.......❀

تاش کے پتے

جُرم کی بساط پر کھیلی جانے والی خونی بازی......ایک جنونی قاتل کا قصہ جو دُنیا کے عظیم ترین قاتلوں کے درمیان اپنا نام سرفہرست رکھنا چاہتا تھا۔ تاش کے باون پتے اُس کے مرکزِ نظر تھے۔ فی قتل ایک پتے کے حساب سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ قانون کے محافظ معمولی سے سراغ کو بھی فراموش نہ کرتے ہوئے قاتل تک پہنچنا چاہتے تھے۔ مگر قاتل کی احتیاط پسندی اور ذہکاری محافظوں کی راہ میں حائل تھی۔

سطر سطر سنسنی اور سسپنس پھیلانے والے اس ناول کی دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ قاتل آپ کے سامنے ہونے کے باوجود بھی ساتھ پردوں میں پوشیدہ ہے۔

تاش کے پتے ایک سنسنی خیز اور دلچسپ ترین ایڈونچر سے بھرپور ناول ہے جسے کتاب گھر کے **ایکشن ایڈونچر جاسوسی ناول سیکشن** میں پڑھا جا سکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

بھابھی کی تباہ کاریاں

''بندہ کسی کو مذاق میں بھی بھابھی نہ کہے۔۔۔ ورنہ وہ خود اپنے کہے کا ذمہ دار ہوگا''۔۔۔ یہ کسی سیانے کا قول لگتا ہے۔۔۔ ممکن ہے وہ سیانہ میں ہی ہوں؟! شادی سے ایک رات پہلے میرے بھائی نے مجھے سامنے بٹھایا اور خود ہاتھ میں کفگیر (یہ لفظ چمچے کا بڑا بھائی ہے اور دیگچی کی بڑی بہن دیگ میں پھرتا ہے) لے کر کسی بہت بڑے سیاسی مقرر کی طرح مجھ سے مخاطب ہوا۔۔۔ میں نے بھائی جی کا یہ روپ پہلے نہیں دیکھا تھا۔۔۔ باقاعدہ خطاب کا آغاز یوں ہوا۔ (ذرا غور سے پڑھیئے گا)۔

''میرے نہایت معصوم چھوٹے سے چھوٹی عقل والے بھائی۔۔۔ بھابھی آنے والی ہے تمہاری اور تم نے افسوس کہ ''فلم بھابھی کی تباہ کاریاں'' نہیں دیکھی خیر اب جب عملی طور پر اس فلم کے ''ہیرو'' کا رول پلے کرو گے تو سب آٹے بجلی کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ بس یاد رکھو نئی کاسٹ کے ساتھ بننے والی فلم ''فلم بھابھی کی تباہ کاریاں'' میں مجھے ولن کا رول ادا کرنا ہے بیوی بھی مجھے ولن سمجھے گی امی جان کی نظر میں بھی میں نہایت حقیر بیٹا بن کر زندگی گزاردوں گا اور آپ میرے چھوٹے بھائی تو مجھے قابل نفرت مخلوق سمجھو گے'' کیونکہ تم نے فوج میں کمیشن لیا اور تم جانتے ہو کہ کسی محاذ جنگ پر جانے سے پہلے کمانڈر اپنے جان نثاروں سے جذباتی خطاب کرتا ہے میں اور میرا پورا گھرانہ بھی میری کل ہونے والی شادی کے بعد ایک نیا محاذ کھول لے گا اور اس محاذ جنگ کا سپہ سالار مرد نہیں عورت ہوتی ہے اور اس سپہ سالار یعنی تمہاری بھابھی صاحبہ کا میں ''بیٹ مین'' ہوں گا۔۔۔ اور ''بیٹ مین'' کا کیا کام ہوتا ہے یہ تم جانتے ہو۔ جو حکم فوراً عمل۔۔۔ لہٰذا میں بقلم خود تمہارا بڑا بھائی اعلان کرتا ہوں کہ تم زندگی میں جو جو مراعات مجھ سے لینا چاہو۔ آج اور ابھی لے لو پیسے درکار ہوں پیش کردونگا۔۔۔ چیک نہیں دونگا۔ کیونکہ چیک وہ تمہاری آنے والی بھابھی ''باؤنس'' (Dishonoured) کروادے گی میرے پاس جو مختلف تاریخی نوعیت کی پچیس ہزار کتابیں ہیں وہ لے لو کیونکہ تمہیں پڑھنے لکھنے کا چسکہ ہے اور ممکن ہے تمہاری متوقع بھابھی وہ پچیس ہزار کتابیں جو وزن میں تقریباً ڈیڑھ ٹن کے برابر ہوں گی ڈیڑھ روپے کلو کے حساب سے ردی میں بیچ دے اور ایک لاکھ بارہ ہزار روپے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کروا دے کہ دنیا کو کتاب نہیں پیسے کی ضرورت ہے تمہارے دل میں اگر کچھ ہے نکال دو۔ کوئی خواہش ہو تو کہہ ڈالو۔۔۔ میاں ہوش کرو۔۔۔ خود کو سنبھالو۔۔۔!'' جس جس ہمدرد کو چاہتے ہو بلوا لو۔۔۔ محفل سجالو۔۔۔ مقدمہ چلالو۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ایک طویل خطاب تھا جو بھائی صاحب نے میرے سامنے پیش کیا۔۔۔؟! اور ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھ کے میرے سامنے بیٹھ گئے۔۔۔! کچھ بولو۔۔۔ حضور؟!'' میں کیا بولوں جناب دلہا میاں۔۔۔ آپ نے تو بھابھی صاحبہ کی آمد سے پہلے ہی ''پہیہ جام'' کا اعلان کر دیا ہے مجھے تو یوں لگتا ہے یہ بھابھی صاحبہ کا خوف ہمارے دلوں میں ڈالنے کی ایک اسکیم ہے جو آپ نے خود ہی بنائی ہے ایک ڈراوا ہے خوف کا شکار آپ خود ہیں آپ یہ خوف

ہم سے شیئر محض اس لئے کر رہے ہیں کہ آپ کے اندر کا خوف کچھ کم ہو اور اگر یہ سب جو آپ نے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا سچ ہے حقیقت پر مبنی ہے تو پھر کاہے کا ڈر۔۔۔ جہاں آپ نے آنے والی ہستی کو سپہ سالار بنا ڈالا خود کو افسر کا نائب قاصد بنا کر پیش کر دیا۔۔۔ بتا دیا کہ آنے والوں کا حکم چلے گا شادی سے پہلے جو لینا ہے لے لو۔۔۔ یعنی محض شادی میں ایک دن ہے اور آپ ہمیں سوچنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔۔۔ اپنے حقوق کے حصول کے لئے تحریک چلانے کا مشورہ دے رہے ہیں یعنی آپ ناممکن سے کام کرنے کو کہہ رہے ہیں جو لینا تھا وہ تو ہم نے لے لیا۔۔۔ یعنی قرضہ جن سے سلام دعا نہ تھی ان سے بھی قرضہ لے لیا۔۔۔ ہمارا پاؤں سے سر تک ہر عضو مقروض ہے ادھار کے نیچے ہم پوری طرح دب چکے ہیں۔۔۔!

بھائی صاحب سنجیدہ ہو گئے۔۔۔ یار میں تمہارے بھلے کی بات کر رہا ہوں اور تم معاملے کو بجیدہ بنا رہے ہو۔ اور ماحول کر خاصہ تلخ۔۔۔ ادھر امی جی سے بھی میں نے بات کی ہے انہوں نے بھی ادھار کے نوٹ جو کل شادی پر خرچ ہو نگے۔۔۔ گنتے ہوئے مجھے ڈانٹ دیا ہے۔۔۔! ہم اتنے ہی مقروض ہیں آج جتنا مقروض ہے ہمارا وطن۔

بھائی پریشانی اس وقت ٹھیک نہیں کل آپ کی شادی ہے ریلیکس کریں لیکن ہمیں ڈرائیں مت۔۔۔ سیلاب کی تباہ کاریاں۔۔۔ زلزلے کی بربادیاں۔۔۔ سیاسی لوگوں کی استادیاں۔۔۔ یہ سب ہم نے دیکھا ہے سنا ہے لیکن آپ ہمیں خوامخواہ میں۔۔۔ بھابھی کی تباہ کاریوں سے مت ڈرائیں۔

خیر وہ وقت آ گیا۔۔۔ شادی کی تقریبات خوش اسلوبی سے اپنے انجام کو پہنچیں۔۔۔ بھائی جان کو ہم نے وی آئی پی بنا دیکھا لیکن یہ کیا شادی کے اگلے دن۔۔۔ صبح بھائی جان کو سلام کیا۔

میں۔۔ بھائی جان السلام علیکم۔

بھائی جان۔۔ کیا ہے یار؟!

میں۔۔۔ بھئی جان کیسے ہیں؟

بھائی جان۔۔ ارے میاں چالیس سے بچھڑے ہوؤں کی طرح مل رہے ہو۔۔۔ کیا۔۔۔؟! جاؤ کام وام کرو۔۔ (غصے میں)

میں۔۔ بھائی جان بدلے بدلے نظر آ رہے ہو؟

بھائی جان۔۔۔ میرے ماتھے پہ تیسری آنکھ درمیاں میں دیکھ لی ہے کیا؟ کیا مجھے چوک میں غل غپاڑہ کرتے پکڑ لیا تیرے شہر کی پولیس نے؟!

میں۔۔ بھائی جان بھابھی کیسی ہیں؟ ہنستے ہوئے)۔

بھائی جان۔۔۔ آہستہ بول۔۔۔ سن لیں گی۔۔۔؟! (ڈرتے ڈرتے سہمے ہوئے بولے)

شادی کے دوسرے دن بھائی جان اپنے سسرال چلے گئے بھابھی صاحبہ کا بہت بڑا سا بیگ اٹھائے۔۔۔ چوتھے دن واپس آئے اور ہم سب گھر والے دو تین ٹیکسیاں کرائے پر لے کر بھابھی اور بھائی جان کو ائیر پورٹ چھوڑنے چلے گئے۔۔۔ کیونکہ وہ دونوں مستقل طور پر کینیڈا روانہ ہو رہے تھے اس دن کے بعد بھائی صاحب سے فون پر کبھی کبھار بات ہو جاتی۔۔۔ جو ایک سال بعد بند ہو گئی۔۔۔ پہلا بیٹا۔۔۔ پیدا ہوا۔۔۔ ہم نے مٹھائیاں بہت سے کپڑے بھجوائے اس دن کے بعد جب بھی فون کیا بھابھی صاحبہ نے ہی اٹھایا۔۔۔ اور ہمیشہ کہا۔۔۔ بھئی۔۔۔ نیند میں

تھی۔۔۔کیوں جگایا ہے بھائی سے بات کرنی ہے وہ تو کام پہ گئے ہیں آئیں گے تو بتادوں گی اگر دل چاہے تو فون کرلیں گے۔۔۔اور ہاں۔۔۔سنو وقت دیکھ کے فون کیا کرو۔۔۔کوئی کام نہیں ہے تمہیں۔۔۔جب دل چاہا بیل کردی۔۔۔یہ پاکستان کی حکومت کا بھی باوا آدم نرالا ہے فون جو اتنا ضروری نہیں بہت سستا اور بجلی آسمان سے باتیں کرتی جارہی ہے۔اندھیروں میں بھکو پھر بھی بل چوکھا۔۔۔؟

اس دن کے بعد ہم نے فون کرنا چھوڑ دیا۔۔۔البتہ وہ قسطیں ادا کرنا نہیں چھوڑیں۔۔۔ان قرضوں کی۔۔۔جو ہم نے بھائی جان کی شادی پر مختلف لوگوں سے لئے تھے۔۔۔کیونکہ قسط لیٹ ہونے پر لوگ دروازے پر آجاتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں ہمیں۔۔۔!ہماری مجال نہیں کہ ہم بے عزت ہوکر بھی جواب میں کچھ کہہ پائیں۔

امی کہہ رہی تھیں۔۔۔''تم چالیس سال کے ہوگئے ہو دن رات محنت کرتے کرتے قرضوں کی قسطیں ادا کرتے بوڑھے لگنے لگے ہو۔۔۔ دو تین سال بعد جب یہ قسطیں ختم ہوجائیں گی۔۔۔تو میں تمہاری شادی بھی کروں گی۔۔۔بڑی دھوم دھام سے''۔۔۔!''نیا قرضہ لے کر'' میں نے آہستہ سے پوچھا؟!

❀.....❀.....❀

شکنجہ

شکنجہ ناول پاکستان میں ہونے والی تخریب کاری کے پس منظر میں لکھا گیا ہے ہمارے ہاں گذشتہ کچھ سال سے ''ٹریک ٹو ڈپلومیسی'' کا غلغلہ کچھ زیادہ ہی زور شور سے مچایا جارہا ہے۔باور کیا جاتا ہے کہ محبتوں کے جو زنگ آلود دروازے حکومتیں نہیں کھول سکیں وہ شاید عوام بلکہ عوام بھی نہیں دانشور خواتین وحضرات اپنی مساعی سے کھولنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

لیکن......اس ٹریک ڈپلومیسی کی آڑ میں کیا گھناؤنا کھیل رچایا جارہا ہے بھارتی انٹیلی جنس ایجنسیاں ''بھولے بادشاہوں'' کو کس کس طرح اپنے جال میں پھانستی ہیں اور ان سے کیا کام لیا جاتا ہے۔یہی اس ناول کا موضوع ہے۔

ایک اور بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ پاکستان اپنے ہاں ہونے والے ہر واقعے کی ذمہ داری ''را'' پر ڈال دیتا ہے۔یہ بات کس حد تک سچ ہے؟ کس حد تک جھوٹ؟ شاید ان سوالات کے جواب بھی آپ کو اس ناول کے مطالعے سے مل جائیں۔محبتوں کی آڑ میں منافقتوں کا دھندہ کون چلا رہا ہے؟ دشمن کی سازش کیسے انجام پاتی ہے اور اس سازش کا شکار ہم انجانے میں کیسے بن جاتے ہیں میں نے یہی بتانے کی کوشش کی ہے۔ یہ ناول کتاب گھر کے **ایکشن ایڈونچر جاسوسی** سیکشن میں پڑھا جاسکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

یا اللہ مجھے عقل دے

رات خواب دیکھا آزادی سے پہلے کا دور ہے میں ایک انگریز افسر کے ساتھ پھر رہا ہوں انگریز افسر نے مجھے بھی ''وہی'' سمجھا اور بولا ''مسٹر موسا تم جتنا زمین چاہو قبضہ کرلو اور ہم تمہاری خدمات کے عوض تمہیں جاگیر دار قرار دے دیں گے۔'' ''نہیں نہیں'' میں نے انگریز افسر کی اس عظیم آفر کو جھٹلایا۔۔۔گھر کے باہر گلی میں دو کتے آپس میں ''چور'' پکڑنے کے مقابلہ میں الجھ پڑے اور خوب بھونکے اک دوسرے پر۔۔۔نہ چور قابو آیا نہ جاگیر ملی۔۔۔کیونکہ شور سے میری آنکھ کھل گئی۔۔۔ورنہ شاید میں انگریز افسر کی آفر قبول کر لیتا۔!؟ یہ خواب اور کتے کا بھونکنا مجھے اکثر یاد آتا ہے اور میں پریشان ہو جاتا ہوں۔۔کتوں نے ہمیشہ میرے کام میں ٹانگ اڑائی ہے۔۔۔شکر ہے میری ٹانگ کبھی کتوں کے ہاتھ نہیں آئی اور اللہ نے ہمیشہ مجھے چودہ ٹیکے لگنے سے بچایا۔

پھر کئی سال بعد ایک اور خواب دیکھا۔۔۔بشیر اقصائی میرے والدین سے ملنے آیا اس نے درخواست کی کہ آپ اپنے بیٹے کا رشتہ میری دو نمبر بیٹی سے کر دیں۔۔۔جس کی ٹانگ کچھ خراب ہے لیکن چل پھر لیتی ہے۔ عام آدمی جو فاصلہ پندرہ منٹ میں طے کرتا ہے وہ یعنی دوسرے نمبر والی بیٹی تین گھنٹوں میں طے کر لیتی ہے۔۔۔شہر کی اہم شاہراہ پر ایک مارکیٹ ہے جو میری اس بیٹی کے نام ہے۔ میرے والدین نے اس رشتے سے صاف انکار کر دیا محض اس لئے کہ وہ پندرہ منٹ کا فاصلہ تین گھنٹے میں طے کرتی ہے اور بے چارا میرا ہونے والا سسر بشیر اقصائی نا امید و نامراد روانہ ہو گیا۔۔۔اس دن کے بعد اس نے ہمیں ہمیشہ چربی ملا قیمہ دیا اور گوشت بھی پانی ملا۔۔حالانکہ کاش میرے والدین غور کرتے ہم نے بشیرے قصائی کی دوسرے نمبر والی بیٹی ''ٹوبہ ٹیک سنگھ اولمپکس'' میں دوڑانا تو نہیں تھا براؤن میڈل کے لئے یہ خواب چونکہ خاصہ طویل تھا میں نے دوستوں کی سہولت کے لئے یہ خواب پورا نہیں سنایا۔ دن کی روشنی نمودار ہو چکی تھی اور میں اگر اس خواب کا انجام دیکھنے بیٹھ جاتا تو شاید دفتر سے لیٹ ہو کر مزید بڑے افسروں کے ہاتھوں خوار ہوتا۔۔۔لیٹ آنے کی پاداش میں۔ حسب سابق۔۔۔

پچھلے سے پچھلے اتوار دوپہر کو میں نے اک خواب دیکھا۔۔۔ایک بہت بڑے کالم نگار لکشمی چوک میں کالے (اوپر پھولوں والی کڑھائی) شلوار قمیض میں ملبوس بہت بڑے پتیلے (دیگچے) کے سرہانے بیٹھے چنے بیچ رہے ہیں اور لوگ خوشی خوشی چنے خرید کر وہیں کھا بھی رہے ہیں اور لطیفے بازی جگت بازی اور دیگر شرارتیں بھی ہو رہی ہیں۔۔۔کچھ لوگ نان کھاتے ہوئے اس بہت بڑے (حجم کے اعتبار سے بھی) کالم نگار کو دیکھ دیکھ کر ہنس بھی رہے ہیں کالم نگار سے لوگوں نے ''اپنا عارضی'' کام چھوڑ کر آباؤ اجداد والا کام دوبارہ شروع کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے غصے میں بتایا۔۔۔یار حمید راہی، غلام علی رو بخشی۔۔۔گم سم درانی اور ایسے ہی دیگر کالم نگاروں کو صدارتی ایوارڈ مل چکے ہیں ہمیں کچھ بھی نہیں ملا۔۔۔؟! یہ آبائی کام میں نے غصے میں بطور احتجاج شروع کیا ہے۔ اور اس وقت تک جاری رکھوں گا جب تک مجھے حکومت میری کالم نگاری کا اعتراف کرتے ہوئے

صدارتی ایوارڈ سے نہیں نواز دیتی۔

''گویا آپ اب مرتے دم تک ہی آبائی کام کرتے رہیں گے'' میں نے یہ فقرہ اچھالا اورانہوں نے بڑا چمچہ مجھے دے مارا۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ آج میں آنکھیں کھولے اک خواب دیکھ رہا تھا۔۔ایک بہت بڑے سیاستدان کے گھر جسے عدالت نے بینکوں کا لوٹا روپیہ معاف کرانے کے بدلے عدالت میں طلب کیاNRO کے خاتمے کے بعد اور پھر ایک خواجہ سراؤں کی ٹیم ان کے گھر روانہ کر دی۔۔۔کہ آپ ان پر سوشل پریشر ڈال کر ان سے بینک کا لوٹا روپیہ نکلوانے کی کوشش کریں دس خواجہ سراؤں کے اس ''ٹولے'' کے پیچھے دس ہزار افراد پر مشتمل عوامی پریشر بھی چل رہا تھا۔۔۔بینک سے قرضہ معاف کرانے والی نامور ہستی نے موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے پانچ کروڑ کے بدلے پچاس ہزار بطور احتجاج معاف کرائے ہوئے قرضے میں سے واپس کر دیا''پچاس ہزار بھی بہت ہے'' خواجہ سراؤں کے ''سرغنہ'' نے اچھل کر نعرہ بلند کیا اور مخصوص انداز'' میں بھاگتے ہوئے بینک کی طرف روانہ ہو گئے۔ان کے ہونٹوں پر خوش کن انداز میں ''یہ غزل'' جاری تھی۔۔۔۔۔

میں اڈی جاواں ہوا دے نال
میں ڈگدی جاواں عوام دے نال

موقع کی مناسبت سے میرے لکھے ہوئے تین اشعار ملاحظہ کریں۔۔۔

تمام رات ستاروں کی مستیاں دیکھیں
زمیں پہ درد کے ماروں کی بستیاں دیکھیں
وہ لوگ دیکھے جو الجھے ہوئے تھے میری طرح
خوشی میں غرق بہاروں سی ہستیاں دیکھیں
کسی کو مرتے ہوئے بھیک میں دوا نہ ملی
کسی کی شوخیاں شاہ خرچیاں دیکھیں

افسوس میں نے یہ سب ''خوبصورت مناظر نیند میں دیکھے خواب میں دیکھے اور ہر بار افسردہ ہوا۔اداس ہوا۔سب خواب خواب ہی رہے میری قوم کی طرح۔جو ہمیشہ ترقی کے خواب دیکھتی ہے ہر نیا حکمران قوم سے کہتا ہے سو جاؤ۔۔قوم سو جاتی ہے۔حکمران کہتا ہے اب خواب دیکھو،قوم خواب دیکھتی ہے۔مزے مزے کے ''خوبصورت'' خواب۔۔ایسے میں ہمارے ہمسائے شور مچا دیتے ہیں ہمارا ازلی دشمن بھارت اور افغانستان شور مچاتا ہے،قوم جاگ جاتی ہے۔ادھورے خواب۔۔جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔۔بیداری کے بعد وہی ماحول نظر آتا ہے۔۔حکمران اپوزیشن اور دوسرے اداروں کے ساتھ الجھ رہے ہوتے ہیں۔۔قوم کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہو چکا ہوتا ہے۔۔میں ہر خواب پوری تیاری سے دیکھتا ہوں مگر ہر خواب ادھورا۔۔خوفناک اور بُرے انجام سے بھرپور ہوتا ہے میری قوم کی طرح۔۔میں پھر ذلیل وخوار ہو کر نئے خواب کی آنکھیں بند کر کے تیاری شروع کر دیتا ہوں۔۔اب تو یہی التجاء ہے یہی دُعا ہے۔۔''یا اللہ مجھے عقل دے'' آمین۔۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

ہیوی خوراک، جنرل نیازی اور سہمی قوم

''آدھا کلومیٹر واک کی ہے۔۔۔کچھ کمزوری سی محسوس ہورہی ہے آؤ دواڑھائی کلو مچھلی کھالیں''۔۔!! صنوبر خان کی یہ فرمائش مجھے بری نہ لگی۔ کیونکہ میں خود بھی تھکاوٹ محسوس کرر ہا تھا۔۔۔اور گرنہ پڑوں۔۔۔یہ سوچ کر ڈرر ہا تھا۔ ہم دونوں مشہور زمانہ مچھلی فروش (جو شاید کانوں سے بہرہ اور گونگا بھی ہے) کی دوکان پر پہنچ گئے۔ دواڑھائی سو کے قریب لوگ مچھلی کھا رہے تھے ایک داڑھی والے صاحب ایک بڑی سی خالی میز پر بیٹھے مچھلی ''ادھیڑ'' رہے تھے ہم دونوں نے اندازہ لگایا کہ مچھلی دو کلو سے زیادہ ہے ''صنوبر خاناں۔۔۔لگتا ہے اس داڑھی والے پینٹ کوٹ والے کے دو تین اور مہمان بھی آئیں گے۔۔۔اکیلا تلی ہوئی مچھلی کا یہ پہاڑ'' بے چارہ'' کیسے کھائے گا۔ اس دوران وہیں اک میز پر سے کھانے والے اٹھے اور ہم اس پر قابض ہو گئے۔ ہم نے مچھلی منگوائی۔۔۔پندرہ بیس منٹ بعد مچھلی آئی اور ہم نے اس بے چاری مچھلی کے ساتھ جو کیا۔ یہ آپ آنکھیں بند کر کے خود اندازہ لگائیں۔۔۔ادھر نہ دوست نہ کوئی سنگی ساتھی آیا۔ وہ شخص اکیلا ہی ساری کی ساری مچھلی ''ڈنگروں'' کی طرح کھا گیا اور بوتل پیتا ہوا بڑی بڑی ڈکاریں مارتا۔۔۔اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھتا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔۔۔شاید مچھلی معدے سے دماغ کی جانب سفر کر رہی تھی؟!

جس کے آنگن میں امیری کا شجر لگتا ہے
اس کا ہر عیب زمانے کو ہنر لگتا ہے

مچھلی کھانا بھی اک ہنر سے کم نہیں ورنہ گلے میں کانٹا اٹک جائے تو اچھا بھلا آدمی لٹک جاتا ہے صنوبر خان نے اپنے ایک دوست مجمل کا واقعہ سنایا۔ چوہدری مجمل کی دشمنی چل رہی تھی۔۔۔پرانی دشمنی کا ''مزہ'' کیا کہنے۔ خان بتاتا ہے کہ چوہدری مجمل کے دشمن اس سے لڑنے آئے۔۔۔تو چوہدری دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا حسب توفیق۔۔۔دواڑھائی کلو تلی ہوئی مچھلی۔۔۔چپل کباب اور سب کچھ جو موجود تھا۔۔۔دشمن جو لڑائی کی غرض سے آئے تھے سر پر آ دوڑے۔۔۔چوہدی مجمل نے ایک پندرہ کلو کی ڈکار لی دو تین انگڑائیاں لیں اور گھٹی گھٹی آواز سے بولا۔۔۔''دشمنوں جاؤ موج کرو۔۔۔بن میں روٹی کھالئی اے'' یعنی اب میں نے خوب کھا لیا ہے۔۔۔کھا کھا کے بے سدھ ہو گیا ہوں مجھ پر غنودگی برس رہی ہے آنکھیں بند ہو جانے کو ترس رہی ہیں۔۔۔لہذا مجھے معاف کر دو۔۔۔مجھے لیٹنے دو۔۔۔مجھے سونے دو''۔۔۔؟! ایسے ہی شاید جنرل یحییٰ خان اور جنرل نیازی نے کیا ہوگا۔۔۔اور وہی جنرل نیازی جو کہتا تھا۔۔۔(Dhaka will fall on my dead Body) یعنی دشمن میری لاش سے گزر کر کامیابی حاصل کرے گا'' اور جب الرٹ دشمن قابض ہو گیا تو جنرل نیازی بقول بریگیڈیئر صدیق سالک شہید۔۔۔اس وقت پلیٹ میں رکھے شامی کباب کھا رہا تھا۔۔۔جو اس کی من پسند خوراک تھی یقیناً۔ اس وقت جنرل یحییٰ اور جنرل نیازی نے اپنی اپنی جگہوں پر

دشمن کو یہی کہا ہوگا۔۔۔۔’’دشمنوں جاؤ۔۔۔موج کرو۔۔۔بس اسی شامی کباب ٹھونس لیے نے‘‘۔۔۔۔!اور یہ ثقیل قسم کی غذا معدے سے سیدھی دماغ میں داخل ہو چکی ہے قابض ہو چکی ہے۔

ادھر آجکل۔۔۔پیپلز پارٹی والوں کے ہاں صدر پیپلز پارٹی۔۔سوری سوری صدر پاکستان کی آمد پر لاہور میں لڈو پھوٹ رہے ہیں۔رس گلے پھوٹ رہے ہیں۔کچھ لوگوں کے دل ٹوٹ رہے ہیں۔جیالے۔۔۔گورنر ہاؤس لاہور میں سموسوں پر ٹوٹ پڑے ہیں سنا ہے ہزار بندے کے لئے دس ہزار سموسے تھے شاید۔۔۔لیکن لگتا ہے رمضان المبارک کے بعد اب ’’جیالوں‘‘ نے گورنر ہاؤس میں سموسے دیکھے ہیں اور جب چھ ماہ بعد کھانے کی اک چیز سامنے آئے اور پھر جیالوں کے سامنے۔۔۔تو وہ ٹوٹ پڑیں گے۔۔۔سنا ہے جیالے منہ میں ناک میں جیب میں جیکٹ میں ہر جگہ سموسے ڈال رہے تھے اور انتظامیہ حسب سابق ’انجوائے انجوائے‘‘ کر رہی تھی۔میری اک پرانی نظم ’ادھ کھلا گلاب کا پھول‘ ملاحظہ کریں۔۔۔

ادھ کھلا گلاب کا پھول
ہاتھ میں تھمایا جب
ناک سے لگایا جب
زندگی حسین لگی
بہت دلنشیں لگی
ادھ کھلا گلاب مجھے
دے کے اس نے فرمایا
مفت یہ نہیں آیا
دے کے اک پچاس روپے کا نوٹ
پہلے مجھ کو فارغ کر
بعد میرے جانے کے
ناک سے لگا لینا
چاہے دل تیرا اگر
ناک میں گھسا لینا
ادھ کھلا گلاب کا پھول

پاکستان کے مقبول ترین کالم نگار
جاوید چودھری کے کالموں پر مشتمل کتب
زیرو پوائنٹ 3،4
شائع ہو گئی ہے
قیمت: -/600 روپے
پاکستان کی نامور ناول نگار
عمیرہ احمد کا نیا ناول
من و سلویٰ
شائع ہو گیا ہے
قیمت: -/550 روپے
آج ہی اپنے قریبی بک سٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں
علم و عرفان پبلشرز 34-اردو بازار لاہور | مشتاق بک کارنر | کتاب گھر | اشرف بک ایجنسی | ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی

ادھر ترکی سے شہباز شریف آگے نکل گئے صدر زرداری کہہ رہے ہیں ہم آگے نکل گئے۔واپڈا والے کہہ رہے ہیں ہم آگے نکل گئے۔۔۔سوئی گیس والے کہہ رہے ہیں سب پیچھے ہیں۔۔۔ہم آگے نکل گئے بلاشبہ اس بار سوئی گیس والے آگے نکل گئے۔۔۔اس اتوار کو میں

نے نہانے کا ریکارڈ توڑ دیا۔۔۔یعنی اپنی ہوش میں اپنی چالیس سالہ زندگی میں۔۔۔جی۔۔جی کیا کہا۔۔۔پچھلی بار میں نے چھیالیس سالہ زندگی۔۔بتائی تھی۔۔۔اوہ میں شرمندہ ہوں۔۔۔یہ غلطی عام طور پر مجھ سے سرزد ہو جاتی ہے۔۔۔جی تو میں بتا رہا تھا کہ اپنی چھیالیس سالہ زندگی میں پہلی بار واپڈا اور محکمہ سوئی گیس کی مہربانیوں کے باعث میں اتوار کو نہا نہ سکا۔۔۔چولہے پر پانی رکھا گیس غائب۔کبھی چولہا۔۔۔کبھی بجلی۔۔۔کبھی بجلی۔۔۔کبھی گیس۔۔۔کبھی باتھ روم۔۔۔کبھی ٹینکی کا منفی دس درجے تک یخ بستہ پانی۔۔۔اور کمزور جان۔۔۔میں نے عہد کیا کہ آج ''ہم نہیں نہائیں گے'' اور اپنی ہی آواز میں ایک بیان ریکارڈ کروا کر کیسٹ ٹیپ ریکارڈر میں ڈال کر بچے کو دے دی۔۔۔جب کوئی ملنے آئے تو بچہ ٹیپ ریکارڈر کا پلے والا بٹن دبا دیتا۔۔۔اور بیان جاری ہو جاتا۔ملاحظہ ہو۔۔۔ما بدولت کا ایمرجنسی میں جاری بیان۔۔۔

جناب۔۔۔میں اپنی چھیالیس سالہ زندگی میں پہلی بار عوامی پارٹی کے دورِ حکومت میں پانی۔۔۔گیس۔بجلی۔۔۔سب سے محروم ہوں نہانے سے قاصر ہوں۔۔۔سمجھ لیں کہ باہر آنے سے قاصر ہوں۔۔۔کسی سے ملنے کہیں جانے سے قاصر ہوں۔۔۔بچے سے کہا۔۔۔جھوٹ بول دو کہ دو پاپا گھر پر نہیں ہیں۔۔۔وہ جھوٹ بولنے سے قاصر ہے۔اس نے کہا اتوار ہے آپ کے ڈیڑھ سو کے لگ بھگ دوستوں نے آج آپ سے ملنے آنا ہے اس لئے میں چونکہ پاکستان کا شریف (بچہ) شہری ہوں میں ڈیڑھ دو سو دفعہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔حالانکہ راجہ پرویز اشرف وفاقی وزیر برقیات نے جھوٹ بولنا ہمیں سکھا دیا ہے اور پھر معافی طلب کرنا بھی۔۔۔لیکن میں ابھی چھوٹا ہوں اتنا بڑا جھوٹ نہیں بول سکتا۔۔۔یہی حال رہا تو عملی زندگی میں جا کر۔۔۔یقیناً یہ سب کرنا پڑے گا۔لہذا میں حافظ مظفر محسن بقلم خود بتا رہا ہوں کہ میں گھر پر ہوں لیکن ملنے سے ڈرتا ہوں کیونکہ شیو نہ کرنے سے آپ کو میری اصل عمر کا پتہ چل جائے گا اور پھر نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے۔۔۔آپ تشریف لے جائیں۔اگر بجلی، پانی، گیس آئی تو اگلے اتوار۔۔۔نہا لوں گا۔۔۔آپ کو خود بلا لوں گا ڈھیروں باتیں ہوں گی خوب شور مچائیں گے۔۔۔حکومت پر تنقید کر کے یہی کام ہر اتوار کو کرتے ہیں۔۔۔پوری قوم کی طرح۔۔۔

باقی صحبت زندہ یار ہے
شاکی ہیں سے یاروں یار

مشہور ماہر فلکیات، چغلیات، تخیلیات جناب کمر کمانی سے ہم نے نئے سال کے حوالے سے بات کی تو ''بولے میں نے آرڈر بھجوا دیا ہے۔چین والوں کو کہ ''لوہے کی مرغیاں'' بنائیں یقیناً وہ ایک دن میں سو سے زیادہ انڈے دے گی کیونکہ اب کے سردیوں میں انڈے ۱۲۰ روپے فی درجن مل رہے ہیں میں نے تو بچوں سے کہہ دیا ہے اب کے ایک بچے کو ناشتے میں چوتھائی انڈا ملے گا اگر گیس آرہی ہوئی تو۔۔۔ورنہ سوکھے رس کھا کر گزارہ کریں کیونکہ نہ جانے کل کو کیا حالات ہوں ہمیں ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔کیونکہ پتھر کے زمانے کی طرف جاری ہے سفر اپنا۔۔اب تو ہم نے بچوں سے یہ بھی عہد لیا ہے کہ وہ دوپہر کو کھانا نہیں مانگیں بلکہ چنے (آدھ پاؤ فی کس) اور ایک گلاس پانی پی کر ورزش کرنے جائیں گے ورنہ جب تک گیس نہیں آتی۔۔۔بھوکے رہو اور اک دوسرے کو مرضی کے ایس۔ایم۔ایس بھیج کر دل خوش کرتے رہو کیونکہ یہی حالات کا تقاضہ ہے اور بچے اس ''کھیل'' سے انجوائے منٹ حاصل کرتے ہیں لیکن ذرا احتیاط سے ''اس'' ہستی کے بارے میں جو بھی ''اسطرح'' کے ایس۔ایم۔ایس بھیجے گا وہ اپنے کئے دھرے کا خود ہی ذمہ دار ہوگا۔'' آپ سمجھ تو گئے ہوں گے'' ورنہ بھیج کر دیکھ لو'' کچھ بھی نہیں ہوگا'' کیونکہ سب کی توجہ اس وقت گراف کی اونچ نیچ پر ہے۔

بات شروع ہوئی تھی مچھلی سے۔۔۔دریاؤں سے۔۔۔(جو صحرا کہلانے کے حقدار ہیں آجکل) بے تحاشہ کھانے سے، صدرِ پاکستان کے طویل ترین دورہ لاہور سے، جنرل یحییٰ اور جنرل نیازی سے، گیس بجلی، پانی کے خاتمے سے اور جا پہنچی لوہے کی مرغیوں تک۔ قائداعظم علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا تھا ''تم مجھے صحت مند دماغ دو میں تمہیں صحت مند قوم دوں گا'' آج کے حکمران امید ہے یہ کہیں گے کہ ''حالات نے ہمیں بے اعتدال ووٹرز دیئے۔ ہم نے تمہیں بھوک پیاس غربت اور دلاسہ دیا۔ امید اور سب ٹھیک ہو جانے کی دعا دی''

مشہور شاعر اور دانشور عبدالرحمٰن عابد کے بقول۔۔۔

درپیش ہوا قلب و نظر کو وہ سفر پھر
جا الجھی ہے تاروں سے یہ خوابیدہ نظر پھر
بے تاب دل قطرہ میں ہے شوق گہر پھر
تیرا ہے لہو میں وہ روانی کا ہنر پھر

❀.....❀.....❀

دجّال (شیطان کا بیٹا)

انگریزی ادب سے درآمد ایک خوفناک ناول۔ علیم الحق حقی کا شاندار اندازِ بیاں۔ شیطان کے پجاریوں اور پیروکاروں کا نجات دہندہ شیطان کا بیٹا۔ جسے بائبل اور قدیم صحیفوں میں بیسٹ (جانور) کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ انسانوں کی دُنیا میں پیدا ہو چکا ہے۔ ہمارے درمیان پرورش پا رہا ہے۔ شیطانی طاقتیں قدم قدم پہ اسکی حفاظت کر رہی ہیں۔ اسے دُنیا کا طاقتور ترین شخص بنانے کے لیے مکروہ سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے۔ معصوم بے گناہ انسان، دانستہ یا نادانستہ جو بھی شیطان کے بیٹے کی راہ میں آتا ہے، اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

دجّال...... یہودیوں کی آنکھ کا تارہ جسے عیسائیوں اور مسلمانوں کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کرنے کا مشن سونپا جائے گا۔ یہودی کس طرح اس دُنیا کا ماحول دجال کی آمد کے لیے سازگار بنا رہے ہیں؟ دجالیت کی کس طرح تبلیغ اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے؟ دجّال کس طرح اس دُنیا کے تمام انسانوں پر حکمرانی کرے گا؟ 666 کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو یہ ناول پڑھ کے ہی ملیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو شروع کرنے کے بعد ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ دجال ناول کے تینوں حصے کتاب گھر پر دستیاب ہیں۔

مہنگے چلغوزے اور خوشحال فریزر کے تذکرے

صنوبر خان نے پھر ایک مشکل میں ڈال دیا۔۔۔ آتے ہی اونچی آواز میں بولا۔۔۔ ''مظفر صاحب کیا مسئلہ ہے آپ پہلے والے نہیں رہے یہ تبدیلی کیسی ہے؟ میں نے غور کیا میرا رویہ تو صنوبر خان کے ساتھ بالکل ٹھیک تھا۔۔۔ بکرا عید کے بعد ملاقات ہوئی تو میں تین بار حسب دستور بغل گیر ہوا۔۔۔ ''فریزر کی خوشحالی'' کے بارے میں پوچھا۔۔۔ یعنی بھرا بھرا سا ہے۔۔۔ میں حیرت زدہ بھی ہوا کہ اس بار صنوبر خان نے بھی فریزر کو تین حصوں میں بکرا عید پر تقسیم کر دیا۔۔۔ یعنی ڈیڑھ ڈیڑھ پاؤ والی بوٹیوں والا حصہ، سری پائے، گردن کا گوشت، اہل محلہ کی طرف سے آیا گوشت، بونگ اور نہاری میں ڈالنے والا حصہ۔۔۔ وہ گوشت اور قیمہ جو بکرا عید کے دو ماہ بعد استعمال ہوگا۔۔۔ یعنی تیسرا حصہ۔۔۔ ملک منظور کی تقلید میں جو عرصہ دس بارہ سال سے ہر بکرا عید پر ایسے ہی کرتے ہیں یعنی بہت بڑے فریزر میں شاپروں میں ڈال کر تین ماہ کے لئے گوشت، سری پائے، چانپ، سینہ، گردن، اوجڑی تک مختص کر لی جاتی ہے۔ اور پھر بندہ بار بار گوشت خریدنے کے جھنجھٹ سے بچا رہتا ہے قصاب کے استحصالی رویہ سے بھی۔

اچھی طرح ملنے کے باوجود صنوبر خان نے مجھ میں تبدیلی محسوس کی حالانکہ تبدیلی تو مجھے محسوس ہوئی۔۔۔ میں نے بچے کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالے۔۔۔ دو سو روپے جیب میں ڈالے۔۔۔ اور خشک میوہ جات کی بڑی دوکان پر جا پہنچا۔ ''سو کی مونگ پھلی سو کے چلغوزے دے دو''۔۔۔ اس نے مجھے گھور کے دیکھا۔۔۔ میں سمجھا مجھ سے پیچھے والے کو گھور رہا ہے۔۔۔ حالانکہ وہ مجھے ہی مستفید کرنا چاہتا تھا جب میں نے سمجھا تو اس نے ایک لفافے میں مونگ پھلی ڈالی اور ایک مٹھی چلغوزوں کی میری طرف بڑھا دی۔۔۔ میں نے ہاتھ آگے کیا اس نے چوبیس چلغوزے میرے ہاتھ پر گرا دیئے۔۔۔ ''اچھے ہیں۔۔۔ میں نے کہا۔۔۔ ''یہی ایک سو روپے کے دے دو''۔ اس نے مجھے حیرت سے دیکھا میرے گلے میں لٹکی سرخ ٹائی پر نظر دوڑائی اور بولا۔۔۔ حضور دے دیئے۔۔۔ سو روپے کے چلغوزے۔۔۔ اب آپ جائیں۔ سڑک پر موٹر سائیکل تک جاتے جاتے کھائیں۔۔۔ اور خوش ہو کر ایک بڑی سی ڈکار لیں تاکہ احساس ہو کہ آپ نے اس سال سردیوں کے موسم میں چلغوزے بھی کھا ڈالے ہیں۔۔۔ کیونکہ اب کے چلغوزے کھانا عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔

میں چلغوزے گنتا دوکان سے باہر نکلا۔۔۔ بارہ چلغوزے گن کر میں نے بچے کے ہاتھ پر رکھے۔ ''پاپا۔۔۔ یہ تو گیارہ ہیں''

نہیں بیٹا پھر سے گن لو۔۔۔ پورے دیئے ہیں۔۔۔ میرے جواب پر وہ ہنسا۔۔۔ ہاں ہاں پاپا۔۔۔ بارہ ہی تھے مجھے یاد آیا۔۔۔ ایک میں نے کھا لیا تھا۔ ہم باپ بیٹا یقیناً عیاشی کے موڈ میں تھے مگر پورے حساب کتاب کے ساتھ۔

صنوبر خان۔۔۔ کو میں نے دوبارہ بلایا۔۔۔ اور تبدیلی پر اپنی حیرت اور پریشانی کا اظہار کیا۔۔۔ تو وہ ہنس دیا۔۔۔ مظفر صاحب آپ ک وبھی سمجھ دیر سے آتی ہے۔۔۔ آپ اپنے اوپر نظر دوڑائیں تبدیلی محسوس ہوگی۔۔۔ میں نے گھبراہٹ میں تبدیلی محسوس کرنے کو کوشش شروع

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

مشہور کالم ''فلم یکے والی اور میں''

حضور والا مزاح نگار بننے کی شرائط بتائیں۔؟! ایک مزاح نگار (جسے آپ سب بڑی اچھی طرح جانتے ہیں) نے ہنسی ہنسی میں مجھ سے پوچھا۔۔۔ حضور آپ نے کہیں مجھے مزاح نگاہ تو نہیں سمجھ لیا۔۔؟! ہنس دیئے۔۔۔ میرے سوال پر۔۔۔ پھر بولے۔۔ سنا ہے ڈیڑھ دو سو ''ایسے ویسے'' لطیفے یاد ہوں بندہ مزاح نگاہ بن سکتا ہے؟۔ ہمسائے میں کوئی خان صاحب فیملی قیام پذیر ہو بندہ مزاح نگار بن سکتا ہے۔۔ بندے کی شکل دیکھ کر لوگوں کی ہنسی نکل جائے۔ بندہ بڑا مزاح نگار کہلاتا ہے۔ اور اگر مزاح نگار کی شکل اور حرکتیں دیکھ کر اور لوگوں کی ان کے بارے میں رائے سن کر لوگ لوٹ پوٹ ہو کر ادھر ادھر گرنے لگیں اٹھیں پھر گریں تو سمجھو کہ یہ کسی بہت بڑے اور نامور مزاح نگار کی بات ہو رہی ہے ہاں البتہ اگر کسی بہت بڑے منہ والا گدھا آپ کو نظر آئے اور اس کی آنکھیں باہر کو نکلی ہوں تو سمجھ لیں کہ مزاح نگاروں کا سرغنہ اس ''چیز'' سے مشابہت رکھتا ہے۔۔۔ میری یہ تفصیل دو تین بار پڑھ لیں کیونکہ ممکن ہے کل کلاں کو آپ کسی ادبی محفل میں بیٹھیں۔۔۔ اچانک مزاح نگاروں کا سرغنہ آ دھمکے۔۔۔ انتظامیہ سے ''پرچی'' بھیج کر درخواست کرے کہ پہلے مجھے اپنا کالم پڑھنے اور رخصت ہونے کی اجازت دے دیں کہ میں نے گیارہ بجے کسی ''چالیسویں'' کی صدارت کرنی ہے اور وہاں اپنا کالم ''فلم یکے والی اور میں'' بھی پڑھنا ہے۔ مزاحیہ مشاعرے ہمارے محترم ضیاء الحق قاسمی مرحوم کے ساتھ ہی لگتا ہے دفن ہو گئے۔۔۔

اب وہ بہاریں کہاں؟!

میری یہ بات چونکہ استاد کمر کمانی نے بڑے غور سے سنی تھی۔ اس لئے موصوف کو ہنسی پر قابو نہ رہا۔۔ کھانس بھی رہے تھے۔ ہنس بھی رہے تھے اور لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے دیواروں سے سر پٹخ رہے تھے۔۔۔ جب ''مطلع'' صاف ہوا اور سانس لینا آسان ہوا تو میں نے اپنا دائیاں کالر تکبرانہ انداز میں پکڑتے ہوئے استاد کمر کمانی سے داد لینا چاہی۔۔ کہ میں نے دیکھا کتنی مزاحیہ بات کی؟۔۔ تو وہ غصے میں آ گئے۔۔۔ میاں ہر ''بے ہودگی'' کا کریڈٹ لینے کی کوشش نہ کیا کرو۔۔۔ میں تو سرغنہ کی پرانی حرکات یاد کرتے کرتے ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو گیا تھا۔۔۔ کیونکہ میں نے جتنی تقریبات میں اسے دیکھا یہ مشہور فقرہ۔۔ اس نے دھرایا۔۔۔ ''فلم یکے والی اور میں'' کے عنوان سے اپنا لکھا مضمون خود ہنستے ہنستے پڑھا اور التجاء کی کہ میں نے پھوپھی بلقیس کی مرحوم خالہ صغریٰ تبسم ملک کے چالیسویں کے ختم پر جانا ہے صدارت بھی کرنی ہے اور وہاں اپنا مشہور کالم ''فلم یکے والی اور میں'' بھی پڑھنا ہے لہذا مجھے عین اس وقت جب یہ تقریب اپنے عروج پر ہے اجازت دی جائے۔۔۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی میں خاصہ مصروف ہوں اور بڑی مشکل سے سال کے بعد میں نے 242 دن کے لئے جاپان، دبئی، قطر، افغانستان، ترکمانستان، ایتھوپیا، سنگاپور وغیرہ وغیرہ پھر وغیرہ اور ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ یاد آیا ترکی اور بھارت بھی مشاعرے پڑھنے جانا ہے۔۔۔ جہاں لوگ جب میں کوئی غزل یا نظم

کی۔۔۔اوہو۔۔۔وہی ہوا۔۔۔شیروانی والا کام۔۔یعنی ناشتہ کرتے ہوئے چنے کا سالن میری سفید شرٹ پر گرا ہوا تھا۔۔۔میں نے گیلے ٹشو سے صاف کرنے کی کوشش کی نشان سے دس گنا زیادہ حصہ شرٹ کا پیلا ہوگیا۔۔یعنی چنے کا سالن ادھر ادھر بکھر گیا۔ سفید شرف ملٹی کلر ہوگئی۔ یہ ہوتا ہے افراتفری میں کھانے کا انجام۔

صنوبر خان نے مجھے گھبرائے ہوئے محسوس کیا تو اپنی واسکٹ کی اندروالی جیب سے دس چلغوزے نکال کر میرے ہاتھ پر رکھ دیئے۔۔۔لو مظفر صاحب موج کریں۔۔۔میں نے چلغوزے کھانے شروع کیے اک دم خیال آیا۔۔۔یار مظفر تو کتنا فضول خرچ ہوگیا ایک منٹ میں پچاس روپے کے چلغوزے کھا جاتا ہے۔۔۔! پھر یکدم خیال آیا بوجھ کم ہوا کہ وہ بھی تو ہیں ہمارے ملک میں جو اک منٹ میں کروڑوں کھا جاتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں مارتے۔

مجھے بچپن یاد آگیا۔۔۔جب ہم اس قدر آسودہ حال نہ تھے لیکن ہر سال سردیوں میں دونوں جیبیں (پاکٹ) چلغوزوں سے بھری ہوتی تھیں۔۔۔چلغوزے کھا کھا کر ہونٹ خشک ہوجاتے۔۔۔یہ کیسی تبدیلی ہے کہ عام آدمی چلغوزے گن کر لیتا ہے۔۔۔یا پھر چلغوزے والا اس کا مذاق اڑاتا ہے۔۔۔سر سے پاؤں تک دیکھتا ہے اور دوکلو چلغوزے خریدنے والے کی طرف منہ موڑ لیتا ہے ''سمائل پاس کرتے ہوئے''۔۔۔ادھر کروڑوں روپے ہڑپ کرنے والے۔۔۔اربوں کھا جانے والے۔۔۔ٹیلی ویژن مباحثوں میں۔۔۔

مذاکروں میں شریک ہوتے ہیں۔۔۔ان کے نام عزت سے لئے جاتے ہیں وزارتیں بھی پاس ہیں اور نئے قرضے بھی لے چکے ہیں۔ نیب کا چیئر مین فائیلیں کھولتا ہے۔۔۔تو نیب کے پچھلے چیئر مین کا ذکر آجاتا ہے۔ جنرل امجد جنہوں نے بھی بینک سے لئے قرضے معاف کروائے۔۔۔یقیناً فائل کھولنے والے کے منہ میں بھی پانی آیا ہوگا۔

صنوبر خان پھر آدھمکا۔۔۔مظفر صاحب پریشان نہ ہوں تبدیلی یہی دیکھی تھی میں نے کہ آپ سردیوں کے آغاز میں ہی موٹا سویٹر اور بڑا سا کوٹ چڑھا کر دفتر آجاتے ہیں۔۔۔سردی کے ڈر سے۔۔۔ڈرپوک کہیں کے۔ میں باتھ روم میں لگے شیشے میں اپنا ''حلیہ'' دیکھنے کے لئے گیا۔۔۔بلب جلایا۔۔۔''اوئے'' ایک بڑی سی چھپکلی بلب کے پاس کھڑی مکھی پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی کررہی تھی میں ڈر کے مارے باہر آگیا جہاں صنوبر خان ہاتھ میں دس بارہ چلغوزے پکڑے میرا منتظر تھا۔ بلاشبہ آج وہ مجھے اپنا ہمدرد محسوس ہورہا تھا ورنہ کون کسی کو مہنگائی کے اس دور میں اتنی بڑی مقدار میں مفت چلغوزے کھلاتا ہے؟! جبکہ معاشرے میں تبدیلی اس حد تک آچکی ہے کہ نئی نسل کے لوگ لپ اسٹک کو بھی ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔۔۔اپنا انداز تک بدل لیتے ہیں۔

ایک نوعمر طالبہ اپنے باپ کو ''پاپا'' کہتی تھی وہ تعلیم کے حصول کے لئے انگلستان گئی۔ تعلیم حاصل کرکے واپس آئی تو اس کا باپ بیٹی کو لینے ائیرپورٹ گیا جہاز سے اترنے کے بعد لڑکی کی نظر جیسے ہی باپ پر پڑی ''ہیلو ڈیڈی'' کہتی ہوئی باپ کی طرف لپکی تو باپ نے پوچھا ''پہلے تم مجھے پاپا کہتی تھیں اب ڈیڈی کہہ رہی ہو''؟

''میں آپ کو پاپا کہتی ہوں تو میرے ہونٹوں کی لپ اسٹک اتر جاتی ہے'' بیٹی نے جواب دیا۔

چھیڑنے لگتا ہوں تو مائیک کی آواز بند کر دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں۔۔۔اور میں سمجھ جاتا ہوں کہ اگر میں نے غزل یا نظم ان ’’ادب نوازوں‘‘ پر ٹھونسنا چاہی تو شاید وہ انڈے ٹماٹر نکال لیں (آپ کچھ اور نہ سمجھیں۔۔۔آملیٹ بنانے کے لئے)۔۔۔میں ان کے منہ بند کرنے کے لئے۔۔۔اپنی ’’نیلے رنگ‘‘ کی سوئیٹر میں اڑوسا ہوا کالم ’’فلم یکے والی اور میں‘‘ نکال کر پڑھنا شروع کر دیتا ہوں اور لوگ مجھے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ان کی ہنسی چھوٹ جاتی ہے۔یہ پتہ نہیں کہ لوگ میرا کلام۔’’فلم یکے والی اور میں‘‘ سن کر ہنستے قہقہے لگاتے ہیں یا مجھے دیکھ دیکھ کر۔۔؟!اور لاہور، کراچی، پشاور کے اخبارات میں ادبی صفحوں پر خبریں لگ جاتی ہیں کہ ’’وہ‘‘ چالیس ملکوں میں مشاعرے پڑھ کر بدھ کو واپس آئے اور جمعہ کو پھر سے قطر مشاعرہ پڑھنے چلے گئے جہاں ان کا مشہور کالم ’’فلم یکے والی اور میں‘‘ بھی ان کے ہمراہ تھا۔حسب معمول۔۔حسب سابق۔کیونکہ ’’مریض‘‘ کے لئے آکسیجن ساتھ ہونی چاہیے۔۔ورنہ آپ خود سمجھدار ہیں؟!

آج میں نے اردو کی سب سے بڑی ویب سائٹ اردو پوائنٹ ڈاٹ کام پر اقوال زریں کے کالم میں ایک جاپانی کہاوت پڑھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ’’آدمی کے لئے اس کا نام اور شیر کے لئے اس کی کھال بیش قیمت ہوتی ہے‘‘ کچھ لوگ اپنے نام کے لئے نہ جانے کیا کچھ کر جاتے ہیں۔نام ایک دفعہ (Establish) ہو جاتا ہے اور پھر آدمی کو بڑے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اس نام کی سلامتی کے لئے۔۔ہمارے اس بزرگ آپ سمجھ گئے ہوں گے۔۔۔جی ہاں آپ صحیح سمجھے ’’فلم یکے والی اور میں‘‘ کے خالق کو مذاق سے کسی نے کہہ دیا کہ وہ بہت بڑے شاعر ہیں۔اس دن سے وہ مشاعروں میں شریک ہونے لگے اور ہوتے چلے گئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مشاعرے کی آڑ میں اپنا مشہور کالم ’’فلم یکے والی اور میں‘‘ پڑھ کر وہاں سے ’’اٹھ‘‘ آتے کہ کہیں لوگ ان کے سامنے گفتگو شروع نہ کر دیں جو وہ بعد میں ہمیشہ کرتے ہیں اور ہنستے اور قہقہے لگاتے ہیں۔۔۔رہی بات جاپانی کہاوت کے دوسرے حصے کی تو جناب جان لیجئے کہ شیر کے لئے اس کی کھال ہی بیش قیمت ہوتی ہے اور وہ الگ بات ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگوں نے مختلف بیسویں۔۔بائیسویں گریڈ کے جانوروں کی مفت میں کھالیں پہن رکھی ہوتی ہیں اور جب کبھی کھال کی مناسبت سے خدمات سرانجام دینی پڑ جائیں تو ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں۔۔۔کچھ لوگ غلطی سے بیوی کے سامنے بھی کھال کے مطابق گفتگو شروع کر بیٹھتے ہیں اور پھر آپ جانتے ہیں کہ شیر کی کھال میں سے بلی کی آواز نکالنا پڑ جاتی ہے اور پھر بندہ وہاں سے بھاگ نکلنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے مگر ’’شیرنی‘‘ ’’بلی‘‘ کو کیسے بھاگنے دے گی۔

’’ایک کنجوس نے عربی کو خون دے کر اس کی جان بچائی۔

عربی نے اسے مرسیڈیز کار تحفے میں دی۔۔۔عربی کو پھر خون کی ضرورت پڑی۔۔۔۔کنجوس نے پھر خون دیا

اب کے بار عربی نے تل والا لڈو گفٹ کیا۔کنجوس غصے سے۔۔۔اس بار مرسیڈیز کیوں نہیں دی۔۔۔؟

عربی۔۔منے۔۔۔اب ہمارے اندر بھی۔۔۔تمہارا خون دوڑ رہا ہے۔‘‘

بات شروع ہوئی تھی۔۔مزاح نگار بننے کی شرائط سے۔۔لیکن جا پہنچی مزاح نگاروں کے ’’سرغنہ‘‘ کی طرف۔۔اور پھر بیچ میں شیر اور بلی کا خوامخواہ تذکرہ شروع ہو گیا۔۔۔حالانکہ شیر شیر ہوتا ہے۔۔۔وہ بلی نہیں بن سکتا۔۔بلی بلی ہوتی ہے وہ شیر یا انسان نہیں بن سکتی۔۔اس لئے ضروری ہے کہ انسان کو اللہ پاک نے انسان بنایا ہے وہ انسان ہی رہے اشرف المخلوقات۔۔رہی بات دنیاوی مفادات ارگرگٹ کی طرح رنگ بدلنے

کی۔۔۔تو اس فانی دنیا میں انسان جو نہیں ہے وہ بننے کی کوشش نہ ہی کرے تو بہتر ہے۔۔۔ورنہ "واپسی کا سفر" شروع ہوتا تو سر چکرانے لگتا ہے اور جب سر چکرانے لگے تو کچھ سمجھ نہیں آتا اور اس کمپیوٹر ایج (Computerage) میں ہوش وحواس قائم رکھنا بڑا ضروری ہے کہ صحیح انگلی صحیح "کی" (Key) کو ٹچ کرے ورنہ صبح کی بجائے رات کا منظر دکھائی دینے لگتا ہے اور ایٹم بم جو انسان نے انسانیت کی فلاح اور ترقی کے لئے بنایا تھا اس کا غلط استعمال اور انسانیت کی بربادی شروع ہو جاتی ہے۔

سوری ویری سوری ماحول بڑا سنجیدہ ہو گیا ہے اور بات ادھوری یعنی استاد کمر کمانی کا سوال کہ مزاح نگار کیسے بنا جا سکتا ہے۔۔درمیان میں یعنی ادھورا رہ گیا۔استاد کمر کمانی کے بہت سے غیر سنجیدہ اور پیچیدہ سوالات ایسے ہیں۔۔۔ادھورے ہیں جن کے جوابات میں ابھی تک نہ دے پایا یا جن کے جوابات اختلاف رائے کا شکار ہو کر رہ گئے جیسے بہت سال پہلے استاد نے پوچھا تھا کہ بتاؤ انسان خوراک ذائقے کے لئے کھاتا ہے یا پیٹ کے لئے۔۔دو سال تک میں نے کہا ذائقے کے لئے تو استاد نے کہا نہیں پیٹ بھرنے کے لئے اس کے بعد تین سال ہو گئے اب میں کہتا ہوں پیٹ بھرنے کے لئے تو استاد کہتا ہے بضد ہے نہیں صرف ذائقے کے لئے۔کاش میرے پاس مشہور کالم "قلم یکے والی اور میں" ہوتا اور میں آپ کے لئے ہنسنے قہقہے لگانے کا سامان پیدا کر دیتا۔۔لیکن سوچتا ہوں کہ کیا مشہور کالم "قلم یکے والی اور میں" اپنے "خالق" کے بغیر سننے دیکھنے والوں کے لئے تفریح کا سامان مہیا کر سکتا ہے یا نہیں؟!۔۔۔میں مشکل میں ہوں مجھے اس مشکل سے نکالیئے ورنہ میں کسی عقل مند آدمی سے مشورہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا اور آپ منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔۔۔اداس اداس۔۔۔حیران حیران۔۔۔؟

❁.....❁.....❁

ناکام سازش

میجر پرمود نے جنگ کے دنوں میں بے شمار کارنامے انجام دیئے ہیں اور امن کے دنوں میں بھی وہ اپنے ملک کے خلاف ہونے والی سازشوں کو نہ صرف بے نقاب کرتا ہے بلکہ ان کی بیخ کنی کے لیے اکیلا ہی مصروفِ عمل ہو جاتا ہے۔ وہ "ون مین آرمی" ہے۔ وہ نازک حالات میں بھی اپنے حواسوں پر قابو رکھتا ہے۔ کتاب گھر کے قارئین کے لئے وطن کی محبت سے سرشار میجر پرمود کا ایک سنسنی خیز اور ہنگامہ خیز کارنامہ، "ناکام سازش"۔ وہ اس میں آپ کو ایک مختلف روپ میں نظر آئے گا۔ "ناکام سازش" کتاب گھر کے **ناول** سیکشن میں دستیاب ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

جاوید بیار ہو

''جاوید بیار ہو'۔۔۔کیوں ہو؟ اس نے کسی کا کیا بگاڑا ہے؟ میں نے گل خان کو گھورتے ہوئے پوچھا۔تو اس نے بھی مجھے گھورنا شروع کر دیا اور گھورتے ہوئے بولا۔۔۔۔بھائی یہ جاوید ہے کون۔۔۔ہمیں کیا پتہ۔۔۔ہم کیوں آپس میں الجھیں ہم کیوں پریشان ہوں۔۔۔گل خان نے ہاتھ میں وہ کپڑے کی ایک فٹ لمبی گڑیا پکڑ رکھی تھی جس پر ہزاروں سوئیاں لگی ہوئی تھیں۔کچھ خون کے دھبے بھی تھے۔کچھ ایسی تحریریں تھیں جو پڑھی نہیں جا سکتی تھیں ہاں البتہ کچی پنسل سے لکھا ہوا یہ فقرہ کچھ واضح ہو رہا تھا۔۔۔''جاوید بھائی بیار ہو''۔

شہر لاہور کی پٹھان برادری جہاں دوسری روایات کی پاسداری کر رہی ہے وہیں ایک روایت اور بھی اپنا رکھی ہے انہوں نے جب کوئی عزیز رشتہ دار فوت ہو تو قبر کی کھدوائی گورکن سے نہیں کروائی جاتی برادری کے جوان خود قبر کھودتے ہیں اور میت کو اس میں خود ہی اتارتے ہیں۔۔۔چچا زر گل فوت ہوا تو قبر کی کھدائی شروع ہوئی تو قبرستان میں صرف دو فٹ کھدائی کے بعد یہ تازہ دفن کپڑے کی بنی رنگدار گڑیا برآمد ہوئی جس پر سوئیاں چبھو کر گڑیا کو اپنی طرف سے اذیت کی علامت بنا دیا گیا تھا اور اس پر کسی جانور کا خون یا شاید رنگ ڈال کر ''عامل نے کلائینٹ'' کو مطمئن کرنے کے لئے لکھ بھی دیا کہ ''جاوید بیار ہو'' علاقے میں شور مچ گیا لوگ جوک در جوک یہ دفن شدہ تازہ گڑیا کو دیکھنے آ رہے تھے اکثریت اس گڑیا کو ہاتھ لگانے سے گھبرا رہی تھی۔۔۔ایک دو جوان پٹھانوں کو بھی میں نے دیکھا جو ہاتھ کے اشارے سے کہہ رہے تھے۔۔۔گڑیا کو ہم سے دور کرو۔۔۔کہیں۔۔۔وہ گڑیا۔حرکت میں نہ آ جائے۔۔۔۔میں نے ہنستے ہوئے گڑیا کو ہاتھ میں پکڑا۔۔۔اور اس میں سے چند سوئیاں نکال دیں۔۔۔گل خان نے گڑیا میرے ہاتھ سے چھین لی۔۔۔''مظفر صاحب۔۔۔نہ کریں اس بلا کو دور پھینک دیں سنا ہے کالا جادو کیا ہوا ہے اور جو اس طرح کی گڑیا کے اوپر سے گزر جائے اس بھی اثر ہوتا ہے اور آپ زیادہ ایڈوانس جا رہے ہیں آپ اس میں سے پنیں نکال کر پھینک رہے ہیں۔ممکن ہے جس نے یہ عمل کیا ہے وہ آپ کا دشمن بن جائے اور پھر آپ کو اپنی جان چھڑانے کے لئے کوئی بہت بڑا عامل تلاش کرنا پڑ جائے؟

''گل خان گھبراؤ مت'' اللہ سے ڈرو۔۔۔میں نے بچپن میں آغا قاسم سے ملاقات کی۔۔۔یہ کالے جادو کے ماہر ہیں اور ہندو جنتر منتر کو سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔۔۔میں نے ان کو چیلنج کر دیا تو انہوں نے مجھے بٹھایا اور آنکھیں بند کرنے کو کہا۔۔۔''کلنتر بوجھ بنا دے روگ جگا دے جوگ۔۔۔ستاتے لوگ۔۔۔سوگ پہ سوگ''

یہ منتر اور کچھ دوسری چیزیں جو خالص ہندی زبان میں تھیں آغا قاسم نے پڑھنا شروع کر دیں۔۔۔میں آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔۔۔اور جب میں نے سارے منتر سن لئے اور دیکھا کہ وہ دوبارہ سے وہی پڑھ رہا ہے۔۔۔دہرا رہا ہے۔۔۔میں نے آیت الکرسی دل میں پڑھنا شروع کر دی' پندرہ بیس منٹ بعد آغا قاسم بلند آواز میں بولا۔۔۔

''مظفر۔۔۔اے موکل خاص۔۔تمہارا سر بھاری ہوا۔۔۔''؟ پھر مزید زور سے بولا۔۔''مظفر۔۔۔اے موکل خاص بتاؤ تمہارا سر اس عمل کارگر سے بھاری ہوا۔

''نہیں آغا قاسم سر اتنا بڑا نہیں کہ بھاری محسوس ہو۔۔۔پانچ فٹ پانچ انچ کے آدمی کی گردن پر جتنا بڑا سر چاہئے مجھے اللہ نے اسی مطابقت سے سر بھی عطا فرمایا ہے''میں نے حسب عادت یہاں بھی غیر سنجیدگی لیکن پوری ہوش مندی کا مظاہرہ کیا۔

''مظفر۔۔اے موکل خاص۔۔۔شیطان مذاق سے ناراض ہو جاتا ہے اور جبر پر اتر آتا ہے''۔۔

''میں شیطان کا ایمان سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں اللہ پاک مجھے توفیق عطا فرمائے''ہم دونوں ہنسنے لگے۔۔۔اس دوران آغا قاسم نے اپنے ایک چیلے کو بلایا۔۔۔اور وہی منتر پھر شروع کر دیا۔۔۔''چیلا'' تین چار منٹ میں زمین پر گر پڑا۔۔اور دوہرا ہو گیا۔۔اس کے منہ سے جھاگ بہہ رہی تھی آغا قاسم میرا منہ تک رہا تھا۔۔۔پھر بھی کوئی خاص خوف و ہراس نہ تھا۔۔۔جس کی شاید آغا قاسم توقع کر رہا تھا۔۔اس دوران ایک خاتون آغا قاسم کے کمرے میں داخل ہوئی۔۔۔میں اس خاتون کو جانتا ہوں وہ ایک ان پڑھ عورت ہے آغا قاسم نے اسے بھی اسی لکڑی کے تخت پوش پر بٹھایا۔۔جہاں میں اور چیلا بیٹھ چکے تھے۔۔۔تین چار دفعہ منتر پڑھنے پر ہی وہ عورت فر فر انگریزی بولنے لگی۔۔۔اس کی آواز میں مردانگی نمودار ہو چکی تھی۔۔۔یہ واحد موقع تھا کہ میں حیرت زدہ ہوا۔۔۔آغا قاسم نے اس عورت کے آگے سفید کاغذ رکھا۔۔اور ہاتھ میں قلم پکڑایا اس عورت نے انگریزی لکھنا شروع کر دی۔۔۔۔میں نے پڑھنا چاہا مگر آغا قاسم نے وہ کاغذ مجھ سے چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پرے پھینک دیا۔۔ایک لکڑی کا ٹکڑا آغا قاسم ایک خاص رفتار اور انداز سے لکڑی کے تخت پوش پر مارتا دھم سا بن جاتا۔

مجھے یہ شعبدہ بازی بالکل پسند نہ آئی۔آغا قاسم نے اس عورت پر قرآنی آیات پڑھ کر پھونکیں اور آہستہ آہستہ وہ عورت ہوش میں آنے لگی۔۔۔اس کا انداز گفتگو بدل گیا۔۔۔وہ نارمل لگنے لگی۔۔۔لیکن ماحول میں تناؤ بہر حال موجود تھا اور مجھ پر غصے کی کیفیت طاری تھی۔۔۔میں نے آغا قاسم سے کہا۔۔آغا جی۔۔۔یہ سب کیا ہے۔؟!

''میں خود نہیں جانتا۔۔۔میں پورا ہندوستان پھر چکا ہوں۔۔۔ایران میں بڑے بڑے عامل ملے۔۔۔ہر کیس میں معاملہ مختلف دیکھا۔۔۔جنات کے بارے میں قرآن وحدیث ہماری راہنمائی فرماتے ہیں۔۔۔کالے علم کے اثرات کا بھی قرآن وحدیث میں ذکر موجود ہے یورپ میں موجود عامل اور دوسرے علوم وفنون کے ماہر بھی میں نے دیکھے۔قرآنی ارشادات سے ہی اس حوالے سے متاثر ہیں اور راہنمائی بھی حاصل کرتے ہیں۔

مجھے قیصر تلکنگری یاد آ گیا۔۔ہماری بچپن میں اس سے دوستی ہوئی تو کچھ عجیب باتیں اس کے والد کے حوالے سے ہم پر آشکار ہوئیں۔ قیصر تلکنگری نے ایک دن ہمیں ساتھ لیا اور ہم دونوں اپنے محلے کی بہت گلیاں گھومتے گھماتے ایک چھوٹی سی بند گلی میں پہنچے قیصر نے ادھر ادھر دیکھا اور''ایک پوٹلی میں'' بند کچھ چیزیں یکدم ایک دروازے کے باہر گرائیں اور بھاگ کھڑا ہوا۔۔۔۔ہم بھی دوڑ نکلے۔ارے واہ۔۔۔پیچھے مڑ کے دیکھا۔۔۔تو پوٹلی میں بند سات مختلف قسم کی دالیں کچے چاول تھے جو ہم گرا کے وہاں سے بھاگے تھے۔۔۔میں نے ہانپتے کانپتے۔۔۔راستے میں قیصر سے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا۔۔۔؟!

یار والد صاحب نے کہا تھا کہ وہاں پھینک آنا۔۔۔جس گھر کے باہر پھینکا تھا وہاں ان کے ہمسائے میں والد صاحب کی ایک کلائنٹ رہتی

ہے جو ہمسائے سے کسی بات کا بدلہ لینا چاہتی ہے اس لئے جب ہمسائی یہ دالیں اور چاول پڑے دیکھے گی تو کوسے گی دوسرے محلے داروں کو اور اندر اندر ہی سوچے گی کہ کسی نے کالا جادو کر دیا ہے۔ میں قیصر تلکنگری کے والد کو جانتا ہوں جو درزی کا کام کرتے تھے۔۔۔ جب کبھی مندا ہوتا تو وہ تعویز گنڈے کا کام شروع کر دیتے یا کوئی خاتون اپنی ساس سسر یا دیور بھابھی کی بات کرتی تو قیصر کے والد خود ہی بات بگاڑنے کی بات کرتے اور یوں معاملہ ان کے ہاتھ آ جاتا اور خوب روٹی روزی کا ذریعہ بن جاتا۔

اپنی روٹی روزی کے ذریعے لوگوں کو لوٹنے والے یہ ''عامل'' میرے شہر کی گلیوں میں دندناتے پھرتے ہیں کوئی قانون نہیں جو ان کو گرفت میں لے سکے یا گرفت لینے والے گل خان کی طرح ڈرتے ہیں کہ سوئیاں لگی یہ گڑیاں ان کے لئے خود مسائل نہ پیدا کر دے۔۔۔ ہم نے وہ گڑیا قبر کھودتے ہوئے ساتھ ہی اک گھڑا کھود کے اس میں دفن کر دی جس پر کسی ''جاوید کے بیمار ہونے کا حکم کچی پنسل سے جاری کیا گیا تھا۔ یہ حکم جاری کرنے والے اکثر اوقات خود خاصی ابتری زندگی گزار رہے ہوتے ہیں لیکن دوسروں کو الجھائے رکھنے کے ماہر ہوتے ہیں۔۔۔ البتہ اس ان پڑھ عورت کے حوالے سے میں مخمصے کا شکار ہوں کہ وہ یکدم کیسے انگلش بولنے لگ پڑی اور لکھنا بھی اس نے شروع کر دیا۔۔۔؟!

میرا تازہ کلام ملاحظہ کریں۔۔۔

خیر خواہوں سے التجاء کرنا
اپنے سائے سے آپ ہی ڈرنا
اپنا کہہ کر جو ڈنگ بھی مارے
اس کے ہاتھوں خلوص سے مرنا
وضع داری کا اوڑھ کے گھونگھٹ
بردباری سے رات بھر لڑنا
بھوکے بچے کو ماں نے دی لوری
ہے یقینی اب ایک کا مرنا
مجھ سے ہمسائے بھی میرے ناخوش
حلم والوں سے بات کیا کرنا
ڈال ناؤ سمندروں کے بیچ
صحراؤں میں جا کے دے دھرنا
رفعتوں کی تلاش میں محسن
آؤ نکلیں، موت ہے ورنا

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

چال بازوں کی دل نواز ادا

''حاجی صاحب۔۔۔السلام علیکم''۔۔۔۔وہ میں نے موٹر سائیکل ٹریفک اشارے پر کھڑی کی تو میرے ساتھ آ کر رکا۔۔۔ اور بولا۔۔۔(بڑی اپنائیت کے ساتھ مسکراتے ہوئے۔۔سر جھکاتے ہوئے)

''حاجی صاحب''؟!''حاجی صاحب'' میرے دماغ میں یہ الفاظ گھومنے لگے۔۔کاش میں نے حج کیا ہوتا اور میں آگے سے کہتا۔۔''جی فرمایئے'' مگر اس نے مجھے حاجی صاحب کیوں کہا۔۔۔!نہ میں نے داڑھی رکھی ہے۔۔۔میں نے کافی غور کیا۔۔۔وہ مسکراتا ہوا۔۔۔۔مجھے دیکھتا رہا۔۔۔؟''نہیں بھائی میں نے حج نہیں کیا ہوا''۔۔۔۔میں نے کچھ دیر سوچ سمجھ کر جواب دیا۔۔۔!۔۔۔۔دعا کرنا اللہ مجھے توفیق دے یہ مقدس فرض ادا کرنے کی۔۔۔۔''آمین'' وہ بولا۔۔۔پھر گویا ہوئے۔۔''اوھو۔۔۔''جناب میں نے حاجی صاحب نہیں چوہدری صاحب کہا ہے۔۔۔ٹریفک کا شور ہے ناں آپ اس لئے سمجھے نہیں''۔۔۔۔۔!ویسے ناموں میں کیا رکھا ہے چوہدری جی۔

میرا تعلق مغل فیملی سے ہے۔۔۔اور چوہدری تو ہم نے کبھی نہیں کہلایا'' وہ پھر بولا۔۔۔''اکبر صاحب۔۔۔ ہیں ناں۔آپ۔۔۔؟!ارے نہیں بھائی میں نہ اکبر ہوں نہ اصغر ہوں۔۔۔حافظ مظفر محسن ہوں۔۔۔''جی جی وہی۔۔حافظ صاحب''اس نے میرا فقرہ اچک لیا۔۔۔مدتوں پرانے دوست کی طرح بے تکلف ہو گیا۔۔۔پرانے ملنے والوں سے بھی کبھی کبھی راہ و رسم بڑھانے میں یاد دلانے میں تو دیر لگ ہی جاتی ہے۔

اس دوران ہم اشارہ کراس کر کے۔۔۔سینما کے زیر سایہ رک چکے تھے۔۔اس نے اپنی موٹر سائیکل سڑک پر لٹا دی۔''ارے بھائی اٹھاؤ اسے''میں نے عرض کی تو وہ بولا۔۔۔گھبرایئے مت یہ اسی قابل ہے۔۔۔''ابھی ایک کک ماروں گا یہ سٹارٹ ہو جائے گی۔۔۔ویسے آپ کا کیا خیال ہے سینما میں بھارتی فلمیں لگنی چاہیں یا نہیں؟۔۔''ان سینما میں کوئی فلم نہیں لگنی چاہیئے۔۔۔اس نے میری طرف حیرت سے دیکھا۔۔۔۔''بس کریں حضرت جی تفریح۔۔۔تو آج عوام کی ضرورت ہے''۔۔۔!''تفریح''۔۔۔؟!یہ تو گند ہے'' میرے خیال میں سینما ہاؤس بند کر کے وہاں بچوں کے کھیلنے کے لئے بڑے سائز کی گیمز لگا دینی چاہیں جس میں کوئی تعلیمی بات ہو ذہنوں میں پختگی آئے اور کوئی دوسرا مثبت پہلو ہو تو زیادہ بہتر ہے۔۔یہ خونخوار پنجابی اور پشتو فلمیں۔انڈین فلموں کی نقل۔کوا چلا ہنس کی چال سب چالیں بھول گیا؟

اس دوران اس نے میرا دائیاں ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔حافظ صاحب آپ سادہ آدمی ہیں آپ جیسے لوگوں کو پارلیمنٹ میں جانا چاہیئے۔۔۔؟! میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔اس نے مجھے ''پمپ'' کرنا شروع کر دیا اور مجھے محسوس ہوا کہ پمپنگ سے میرا وزن بڑھ گیا۔میرے چہرے کا رنگ بدل رہا ہے۔۔۔۔میں خود کو یوسف رضا گیلانی سمجھنے لگا تھا۔اس نے بھی یقیناً یہ محسوس کر لیا ہو گا کہ وار ٹھیک نشانے پر لگ چکا ہے۔۔!ہم دونوں آپس میں گھل مل گئے پرانے دوستوں کی طرح تھڑے پر بیٹھ کر گپ لگانے والے محلے داروں کی طرح جو تھڑے پر بیٹھ کر ٹیموں کی ہار جیت کا

فیصلہ کر ڈالتے ہیں۔

مجھے سیزرز کی کہانی یاد آ گئی۔۔۔۔وہی کہانی جب ایک فراڈیا بادشاہ کے پاس۔۔۔۔اس نے بادشاہ کو متوجہ کرنے کے لئے کہا۔۔۔ہمارا بادشاہ بہت سمجھدار ہے بڑے سے بڑا خوش آمدی بھی اپنی خوش آمد سے سیزرز کو متاثر نہیں کر سکتا۔۔۔!اور بادشاہ اس فقرے سے ہی پمپ ہو چکا تھا۔۔۔خوش آمد کا جادو چل چکا تھا۔۔۔

''اور سناؤ برخوردار'' ناں حافظ صاحب پلیز یہ دوبارہ مت کہنا۔۔۔۔میں آپ سے اتنا چھوٹا نہیں ہوں۔۔۔آپ دو سال زیادہ سے زیادہ مجھ سے بڑے ہوں گے۔۔۔بلکہ آپ میرے ساتھ چلیں۔۔۔کسی حجام کی دوکان پر شیشے میں منہ دیکھتے ہیں آپ مجھ سے جوان لگیں گے۔۔۔''وہی'' پھر اس نے پمپنگ شروع کی اور اس کا وار کامیاب رہا۔۔

''بھائی میں نے آپ کو پہچانا نہیں'' میرے اس فقرے کو سنتے ہی وہ منہ بسور کے کھڑا ہو گیا جیسے اسے سخت گلہ ہو کہ آپ نے یہ کیا کہہ دیا۔۔۔مجھے آپ نے نہیں پہچانا۔۔۔حافظ صاحب یہ بھائیوں والی بات نہیں آپ ہماری دوکان سے گوشت نہیں خریدتے؟''آپ کی دوکان''۔۔۔میں نے حیرت سے پوچھا۔۔۔۔''میں تو اللہ دین پتھر توڑ سے گوشت لیتا ہوں۔۔۔۔تو میں پتھر توڑ کر بیٹھا ہوں لکڑ توڑ میں پیچھے بیٹھا۔۔۔''قیمہ بنا رہا ہوتا ہوں''۔۔۔''اچھا'' میں نے یاد کرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔حالانکہ ایسا کچھ بھی مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔

حافظ صاحب۔۔۔۔اصل میں گاڑی پچھلے موڑ پر خراب ہو گئی ہے۔۔۔۔فون کر کے مکینک بلایا ہے وہ کہتا ہے ٹھیک ہو جائے گی لیکن دو ہزار پہلے لونگا۔۔۔حافظ صاحب۔۔۔سڑک پر میرا ماموں تو نہیں بیٹھا جو میری مدد کرے۔۔۔۔میں کس سے مانگوں میں نے دوکان پہ جا کے ''قیمہ کرنا ہے گاہکوں کا۔۔۔۔آپ دو ہزار روپے مجھے دے دیں جب گوشت لینے آئیں گے تو حساب بے باک کر لیں گے۔۔۔اللہ دین پتھر توڑ کے بیٹے پر احسان کریں اللہ آپ کی تمام نمازیں قبول کرے۔۔۔آپ نے اگر حج نہیں کیا تو وہ بھی اللہ آپ کو کرا دے۔۔۔ویسے اگر ناں بھی دیں گے تو میں گاڑی سڑک پر چھوڑ کر چلا جاؤنگا۔

''میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔۔۔پچیس سو روپے تھے کل۔۔۔اس نے پچیس سو کے پچیس سو میرے ہاتھ سے لئے (چھیننے کے انداز میں) مجھ سے بغل گیر ہوا۔۔۔ہاتھ ملایا۔۔۔میرا ہاتھ چوما۔۔۔جو موٹر سائیکل اس نے زمین پر لٹائی تھی اسے اٹھایا۔جھاڑا۔کک ماری۔۔اور آگے نکل گیا۔۔ہوا کی طرح آندھی کی طرح۔

میں پیچھے رہ گیا۔۔۔موٹر سائیکل کی چابی۔۔۔؟!وہ تو اس نے اس وقت میرے ہاتھ سے لے لی تھی جب وہ ہاتھوں پہ ہاتھ مار کے باتیں کر رہا تھا۔۔۔موٹر سائیکل میں نے ادھر ادھر دیکھا۔۔۔ارے وہ کون لے گیا۔۔۔میں نے ادھر ادھر دیکھا۔۔۔یہ سب کیا تھا یہ سب کیا ہے۔نہ جیب میں پیسے۔۔۔نہ میرے موٹر سائیکل ایک بیس بائیس سال کا چال باز مجھ سے نہ جانے کیا کچھ کر گیا۔۔۔میرا اعتماد۔۔۔میرا حوصلہ سب پیار محبت لے گیا!

ے چال بازوں کی دل نواز ادا

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

پرائم ٹائم۔۔۔ جرائم ٹائم اور پرعزم صبر خان

بھوٹان کے غیر شادی شدہ بے اولاد (حالانکہ یہ بات شادی سے مشروط ہوتی ہے) بادشاہ جناب جگمے کھسارنا مگل وانک چک۔۔۔ مجھے لگتا ہے اس محترم بادشاہ کا نام جگمے کھسارنا ہوگا۔ مگل تخلص کرتے ہوں گے اور ''وانک چاک'' ان کے گاؤں کا نام ہوگا جیسے ۳۶ چک وغیرہ وغیرہ ہمارے ہاں رائج ہیں۔۔۔ آجکل خبروں میں ''ان'' ہیں ان کو شاید شادی سے نفرت ہے ویسے لگتا ہے اکثر شادی شدہ مردوں کو شادی سے نفرت ہے سنا ہے ان کے دوست بھی شادی کرنے کا عہد کر چکے ہیں ویسے آخری اطلاعات کے مطابق ان کے ابا حضور کی ایک وقت میں چار شادیاں تھیں۔ یہ تضاد نہ جانے کیوں ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ قول وفعل میں تضاد دنیا میں پاکستان کی طرح دوسرے ممالک میں بھی چلتا ہے؟

ویسے ہمارے دوست (سینئر دوست) صبر خان (آپ نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا ہوگا) کی صرف ایک شادی ہے اور چودہ بچے۔۔۔ میں حیرت زدہ ہوتا ہوں جب میں صبر خان کو سب بچوں کے ساتھ ہنستا کھیلتا خوش خوش گپیاں لگاتے دیکھتا ہوں اگر صبر خان بچوں کے ساتھ خوش گپیاں نہ لگاتا۔۔۔ اپنے کیے پر شرمندہ ہوتا تو اس قدر مہنگے زمانے میں لوڈشیڈنگ اور چودہ بچوں کے ساتھ گزر اوقات کرتے ہوئے وہ روزنامہ ''جنگل منگل'' میں ایک کالمی اشتہار دیتا جو کچھ یوں ہوتا۔

''میں صبر خان ولد جبر خان بقائمی ہوش وحواس لوڈشیڈنگ سے ہوا جس کا ستیاناس چودہ بچوں کو تڑپتا دیکھ کر گرمی سے ان کی ماں کو مزید بھڑکتا دیکھ کر اپنے ذاتی مفاد اور عوام کی ہدایت کے لئے چپکے سے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اپنا نیا نام قبر خان رکھ لیا ہے اگر میں اس سال لوڈشیڈنگ کے ہاتھوں بچ گیا تو میں پھر سے اپنا نام بدل کر صبر خان ہی رکھ لوں گا اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ سردیوں میں بھی روزنامہ ''جنگل منگل'' کا مطالعہ کرتے رہیں۔

امید ہے سردیوں میں کوئی اور عذاب آجائے گا اور محترم قبر خان۔۔۔ سردیوں میں بھی قبر خان ہی کہلائیں گے وہ گرم استری والی بات آپ نے اگر سنی ہوئی ہے تو یہ سب آپ کو صاف سمجھ آجائے گا۔۔ ملاحظہ کریں۔۔ ''ایک پٹھان صاحب۔۔۔ ہانپتے کانپتے ہسپتال آئے۔۔۔ دونوں کان شدید زخمی تھے دونوں کانوں سے خون بہہ رہا تھا۔۔۔ دھواں بھی نکل رہا تھا۔۔۔ ڈاکٹر نے پیار سے ہمدردی سے پوچھا۔۔ کانوں کے قریب منہ کر کے۔۔۔

ڈاکٹر: پیارے خان یہ کان کیسے جل گیا سارے کا سارا۔۔۔؟

پیارے خان: خو۔۔ ادھر فون کا بیل ہوا۔ ام ادھر کپڑے استری کر رہا تھا۔۔ ہم نے فون پکڑنے کی بجائے گرم استری اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

ڈاکٹر: (اف اف کرتے ہوئے) اور دوسرا کان کیوں جلا۔

پیارے خان: (درد سے کراہتے ہوئے) یار اوہ ایمبولینس کو فون بھی کرنا تھا۔۔۔؟!

ایک دن بات ہو رہی تھی۔۔۔سبزی گوشت کی تو خان بولا۔۔۔یارا گوشت صرف اور صرف بیماری ہے۔۔۔میں روز آنہ سبزی منڈی جاتا ہوں۔۔پانچ کلو آلو۔پانچ کلو میتھی لے آتا ہوں۔۔نوے روپے میں ہم گھر کے سولہ افراد سیر ہو کر کھاتے ہیں۔۔۔کبھی کبھی آلو سے جی بھر جاتا ہو گا تو پھر آپ Potato گوبھی میں ڈال کر پکا لیتے ہوں گے چودہ بچوں کے لئے۔۔۔؟! ملک عتیق کی بات کچھ دیر صبر خان کے پلے نہ پڑی۔۔۔اور جب سمجھ آئی تو اس نے ملک عتیق کی خوب خدمت کی' ! اسے خان نے طعنے بھی دیئے کہ تم سے تو تمہارا باپ جی دار تھا جس کے گیارہ بچے تھے تم دو بلونگڑے اٹھائے پھرتی ہو۔۔۔مرد کا بچہ بنو مرد کا۔۔۔! ہم سب مرد کا بچہ کے حوالے سے اپنے گریبان میں جھانک رہے تھے اور خان خوش تھا۔۔۔سینہ پھلائے ہمیں دیکھ رہا تھا۔۔۔ایسے میں ہمارے شاعر دوست کہ جن کی حس مزاح۔۔۔ہم سب سے کہیں اعلیٰ معیار کی ہے یعنی ڈاکٹر مومن لطیف تشریف لائے۔۔۔مومن لطیف کو ہم نے بتایا تک نہیں کہ آج کی گفتگو کیا ہے لیکن انہوں نے سب کو متوجہ کیا اور بول دیئے۔۔۔غور سے سنیئے ؟!

ہوں گے بچے کئی درجن ہمیں معلوم نہ تھا
گھر میں بن جائے گی پلٹن ہمیں معلوم نہ تھا
پیش آئے گی یہ ارچن ہمیں معلوم نہ تھا
کپڑے کھا جائے گی دھوبن ہمیں معلوم نہ تھا
وہ چلے جائیں گے امریکہ یونہی چپکے سے
خالی ہو جائے گی چلمن ہمیں معلوم نہ تھا

یہاں تک لکھا تھا کہ شہزاد احمد چیمہ صاحب ڈائریکٹ وزیر آباد سے تشریف لائے اور بولے ایک باپ سات بچوں کو پال سکتا ہے۔ سات بچے مل کر ایک بوڑھے باپ کو نہیں؟۔۔ یہ ہلا کے رکھ دینے والی کہاوت تھی کہ یہ سچائی آج گلی گلی گھر گھر دکھائی دے رہی ہے یا شاید میڈیا آزاد ہے اس لئے منفی مثبت سب عوام کو دیکھنا نصیب ہو رہا ہے فراز کا اک تازہ شعر ملاحظہ کریں۔۔اس میں سرائیکی زبان کی جھلک نمایاں ہے شاید فراز کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد یہ شعر دنیا میں آیا۔۔اب تک فراز کی وفات کے بعد لاکھوں اشعار ان کے نام کے ساتھ بازار میں پھر رہے ہیں اور بے چارہ احمد فراز مرحوم کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ کچھ مشہور ہونے کے خواب دیکھنے والے شاعر بھی سوچتے ہوں گے کہ کاش ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ بھی ایسا ہو۔۔۔مگر سب کے ایسے نصیب کہاں۔۔۔؟

تیری یادوں کی حفاظت کیسے کروں فراز
میکوں تاں آپ کو مچھر ڈیلیل کیتی پن

موجودہ حالات کے مطابق ہم نے کچھ سچائیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ رات اندھیرا ہو جاتا ہے دو گھنٹے کے لئے۔ان دو گھنٹوں کو ٹیلی ویژن والوں کی کاروباری زبان میں ''پرائم ٹائم'' کہتے ہیں۔۔۔اب یہ دو گھنٹے ریڈیو ٹیلی ویژن والوں کے لئے ''اندھیرے سے محبت کے لمحے'' بن گئے اور اصل میں یہ دو گھنٹے۔۔۔اب ''کرائم ٹائم'' کہلاتے ہیں۔۔۔بندہ گلی میں سے گزر رہا ہو۔۔۔ڈاکو موبائل چھیننے کے لئے روکے۔۔۔بندہ

پیار سے دوست سمجھ کر بغل گیر ہو جائے اور جب ''مہمان'' جائے تو دل گیر ہو جائے۔۔۔ہم جہاں رہتے ہیں وہاں دریائے راوی سے اب ٹھنڈی ہوا نہیں مٹی گرد آتی ہے یا یہ چور ڈاکو۔ جنہیں راوی کے بند پر کوئی روکنے والا نہیں کہ پولیس تو گاڑیوں میں اندھا دھند گھومتی ہے۔۔۔بتیاں۔۔۔دوکانیں اور آٹھ بجے کاروبار بند کروانے کے لئے ورنہ۔۔۔لاہور کے کئی بازاروں کے سنا ہے ''سودے'' بھی ہو چکے ہیں۔۔۔جو ساری رات کھلے بھی رہتے ہیں۔۔۔میں نے خود بھی دیکھا اور اہل لاہور سے بھی سنا ہے۔۔۔اگر آپ بھی اہل لاہور ہیں تو تصدیق کریں گے میری ''کرائم ٹائم'' کے حوالے سے ہونے والی گفتگو کی۔

موسم بدلیں تو لوگوں کے خیالات معمولات بدل جاتے ہیں حالات بدلیں تو کھانے کے اداب، گانے کے انداز،،، وغیرہ وغیرہ مختلف ہو جاتے ہیں۔۔ایسے ہی شہر کی خوبصورت راتیں۔۔۔اندھیری راتیں۔۔۔بن چکی ہیں۔۔۔پہلے گاؤں دیہات گراں میں لوگ نو بجے سو جاتے تھے۔۔۔اب سات بجے۔۔۔پہلے شہروں میں لوگ بارہ بجے سوتے تھے۔ اب آٹھ بجے سونے کے یہ اوقات اب کیا کیا تبدیلی پیدا کریں گے۔۔۔کیا کیا الجھنیں پیدا ہوں گی۔ کیا کیا خوفناک نتائج نکلیں گے اس اندھیرے کے آجانے سے۔۔۔ویسے اظہار شاہ کے بقول یہ معمولات فطرت کے خلاف ہے ہم چند سال پہلے سنا کرتے تھے کہ بیروت میں لوگ رات کو جاگتے ہیں دن کو سوتے ہیں اب نا جانے بیروت میں کیا حالات ہیں۔۔۔سنا ہے اچھے نہیں ہیں؟!۔۔۔ہمیں بیروت سے کیا۔۔۔ہمیں تو اپنے کراچی لاہور سے غرض ہے۔۔۔ہمیں تو کوئٹہ پشاور سے محبت ہے۔۔۔اور دل ان خوبصورت شہروں کے لئے ہر لحہ دعا گو ہے۔۔۔ہمیں صبر خان عرف قبر خان بھی اپنے چودہ بچوں سمیت اچھا لگتا ہے کہ اسے پاکستان کی آبادی بڑھانے سے غرض ہے۔۔۔کہ ہمارے ہمسائے میں ڈیڑھ ارب آبادی والے بھارت اور چین موجود ہیں ویسے تو شاید ہم ان ممالک کا مقابلہ نہ کر سکیں صبر خان کے بقول آبادی بڑھانے کی رفتار میں اضافہ کر کے ہم انہیں مات دے سکتے ہیں پاکستان سے محبت کی بات ہوئی تو ہمیں پرویز مشرف یاد آئے جن کے بارے میں عالمی صحافی کرسٹینا لیمب نے کہا۔۔۔کہ وہ ایک میٹنگ میں تھے۔۔۔جہاں انواع واقسام کے مشروبات تھے حسین وجمیل ڈانسر تھیں اور جنرل مشرف ان پر پچاس پچاس پاؤنڈ کے نوٹ نچھاور کر رہا تھا۔۔۔نوٹ بھی نچھاور کئے تو پاکستان سے باہر واہ جنرل مشرف۔۔۔یہاں صبر خان اپنے بچوں کو (چودہ عدد) آلو میتھی Potato گو بھی کھلا رہا ہے اور تم ادھر مشروبات کی چسکی کے ساتھ پچاس پچاس پاؤنڈ حسیناؤں پر نچھاور کر رہے ہو۔۔۔

کاش تمہارے اندر کا سیّد اب جاگ جائے۔۔۔اور اگر یہ سیّد تمہارے دور اقتدار میں جاگ جاتا۔۔۔کالا باغ ڈیم بن جاتا۔۔تو ہمارا ''پرائم ٹائم'') اندھیروں کی نظر نہ ہوتا۔ صبر خان کے بچے آلو میتھی کے ساتھ ساتھ گوشت بھی کھاتے۔۔۔کہ صبر خان تم سے کہیں زیادہ محبّ وطن ہے پاکستان کے مستقبل کے بارے میں فکر مند بھی وہ چودہ بچے پیدا کر کے آلو میتھی کھا کے۔۔۔خوش ہے۔۔۔پر عزم ہے اور ہمسایہ ممالک سے مقابلہ کرنے کو بھی تیار بیٹھا ہے۔۔۔یہ اندھیرے بھی پر عزم لوگوں کو راس آسکتے ہیں۔۔۔کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ ''اللہ پاک کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے''

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

میں بہت رویا

اسے صدمے سے کل دوچار کر کے میں بہت رویا
اسے پھولوں سے کل بے زار کر کے میں بہت رویا
عقیدت مند تھا وہ اور تھا میں اس کا دیوانہ
تعمیر اک نفرتی دیوار کر کے میں بہت رویا
میں اس پر اور وہ مجھ پر اچھالے گا بڑا کیچڑ
حسین چہروں کو یوں بیمار کر کے میں بہت رویا
سارے جرم اپنے ہنستے ٹھونس کے اس پر
ذلیل اس کو سر بازار کر کے میں بہت رویا
گاؤں سے وہ تانگے پر چلی تو میں بھی چل نکلا
اور اس کا آخری دیدار کر کے میں بہت رویا

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

بڑی مونچھوں سے عورتوں کو ڈرانا اور غریب لڑکی کی مدد

''مونچھ زیادہ کاٹنے پر حجام کو قتل کر دیا گیا'' لاہور میں باغبانپورہ کے علاقے میں یہ خوفناک واردات نازل ہوئی۔ میں نے بچپن میں سنا تھا کہ کچھ مرد بڑی بڑی مونچھیں بیویوں کو ڈرانے کے لئے رکھتے ہیں؟! میرے لئے یہ بڑی حیرت اور خوشی کی بات تھی میں بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ مونچھ سے بھلا عورت کیوں ڈرے گی۔ مونچھ ہے کوئی بارہ بور کی بندوق تو نہیں یا مونچھ کا کوئی زہریلا استعمال تو ہو نہیں سکتا۔ ہاں البتہ کھجور کا سوہن حلوہ علماء کرام کو بے ہوش کر سکتا ہے نہ یقین آئے تو اسلام آباد سے پتہ کر لیں۔ جہاں آجکل ایف۔ آئی۔ والے ایگزٹ کنٹرول لسٹیں لئے ائیر پورٹ، لاری اڈا وغیرہ پر موجود ہیں۔ یہ بعد میں پتہ چلے گا کہ لسٹیں پکڑے سرکاری اہلکاروں کے سامنے ''وہ'' تو جا چکے ہیں ہمیں فرحت عباس شاہ کے ساتھ گورنر ہاؤس کل شام جانا پڑا۔۔۔ جہاں ہم سب کے نام لسٹ پر موجود تھے مگر فرحت عباس شاہ گورنر ہاؤس ''چھائے'' ہوئے تھے حالانکہ لسٹ میں ان کا نام نہیں تھا۔

بات مونچھوں سے شروع ہوئی مرد عورتوں کو ڈرانے کے لئے بڑی مونچھیں رکھتے ہیں حالانکہ مرد کو اگر عورت ڈرانا چاہے تو اسے چاہئے وہ صابن سے منہ دھو کر سیدھی سامنے آ کر کھڑی ہو جائے۔ بڑے دل گردے والا مرد دیکھتے ہی منہ کے بل گر جائے گا جبکہ مرد اگر عورت کو ڈرانا چاہے تو اچانک سامنے آ کر اسے۔۔۔ دو دفعہ ''ہاؤ''۔۔''ہاؤ'' کرنا چاہیے۔ لیکن تجربہ کی بات ہے کہ اب نہ عورت ''ہاؤ''۔۔''ہاؤ'' سے ڈرتی ہے نہ ہی بڑی مونچھوں سے ٹیکنالوجی روز بدل رہی ہے۔ جدت پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔ زمین سے لیزر پھینکو آدھے آسمان تک پہنچ جائے گی۔

ایف سولہ بنانے والے اواکس اڑانے والے ڈرون حملوں والے سائنسی بنیادوں پر سوچ رہے ہیں کہ خودکش حملہ آور کا جوڑ کیا ہے اس کا توڑ کیسے ہوگا۔ شاید ان خودکش حملہ آوروں کے باعث ہی امریکہ مختلف زاویوں سے افغانستان کے مسئلے اور نیٹو فورسز کے حوالے سے غور کر رہا ہے۔ اور سنا ہے امریکن قیادت نے نیم رضاء (سلیم رضاء کا چھوٹا بھائی نہ سمجھ کیجئے گا) مندی کا اظہار بھی کیا ہے کہ ہولے ہولے یہاں سے کھسکو ورنہ جاری رہے گا ڈسکو۔۔۔ اور پھر سے لانا پڑ جائے گا مس کو۔۔ کنڈولیزا رائس۔۔ مگر ہم پرویز مشرف اب کہاں سے لائیں گے؟! شوکت عزیز تو بہت سے مل جاتے ہیں؟! کیونکہ پرویز مشرف کی ضرورت ہو تو شوکت عزیزوں سے کام نہیں چلایا جا سکتا ہمارے ایک دوست پرسوں ایک ہائی لیول اتھارٹی کے سامنے انٹرویو کے لئے پیش ہوئے اس تین رکنی ''ہائی لیول بورڈ'' میں ہمارے دوست کے سگے ماموں بھی شامل تھے۔ ماموں نے ہمارے دوست سے کہا۔۔ بیٹا کل انٹرویو میں میں تم سے سوال کروں گا۔ کہ ''آپ کی کوئی کمزوری''؟ جبار خان مہمند منہ کھولے۔۔ ماموں کی طرف دیکھ رہا تھا ماموں نے جبار خان مہمند کا منہ ہاتھ سے بند کیا اور بولے۔ تم اس مختصر سوال کا جواب دینا۔۔۔ ''میں جو سنتا ہوں اس کو سچ مان لیتا ہوں'' ''ماموں۔۔ میں بالکل بھی تو ایسا نہیں کرتا''۔۔۔ جبار خان مہمند نے غصے سے کہا بیٹا آجکل اچھی نوکری کے لئے یہی ضروری ہے اس لئے میری

خاطر۔۔۔اپنے ماموں کی خاطر پلیز تم یہ کہ دینا ہم سب کی مشکل حل ہو جائے گی۔۔۔ جبار خان مہمند نے ماموں کی بات مان لی اور آج وہ اچھے عہدے پر فائز ہو چکا ہے۔جس طرح پہلے پہلے مرد بڑی بڑی مونچھوں سے عورتوں کو ڈرانے کا کام لیتے تھے ایسے ہی عورتیں مردوں کے ساتھ بازار جاتیں۔۔۔میک اپ کا بہت سا سامان خرید لیتیں اور اچانک بل سامنے رکھ دیتیں۔اور بل دیکھ کر مرد کی ٹانگیں کانپنے لگ جاتیں۔۔۔وہ کبھی عورت کا چہرہ دیکھتا کبھی ''بل'' اور پھر فیصلہ کرتا کہ میک اپ کا سامان رہنے دیتا ہوں۔۔۔اس عورت اور اس کے اصلی منہ سے ہی گزارا کر لیتا ہوں اب مرد ''بل'' سے نہیں ڈرتے۔۔۔اب مرد کہتے ہیں۔۔۔''بیگم جاؤتم ڈرائیور کے ساتھ جا کر شاپنگ کر لو یہ لو ڈیڑھ لاکھ روپیہ اور پیسوں کی ضرورت پڑے تو میرا کریڈٹ کارڈ رکھ لو'' اس سے اب مردوں کو بہت فائدہ ہوتا ہے لیکن کبھی کبھار بہت مشکل بھی پیش آ جاتی ہے۔جب جہاں عورت ڈرائیور کے ساتھ شاپنگ کر رہی ہوتی ہے مرد بھی ''محبوبہ'' کے ساتھ وہیں جا پہنچتا ہے اور عورت تھوڑا گھبرا کے پوچھتی ہے کہ آپ یہاں کیسے اور یہ لڑکی کون ہے؟! تو مرد بڑی حوصلہ مندی اور تسلی سے جواب دیتا ہے کہ میں پیچھے آ گیا۔۔۔کیونکہ مجھے یاد آیا کہ کریڈٹ کارڈ زیادہ کام نہ آ سکے اس لئے میں نے سوچا۔۔۔میں خود جا کر آپ کو اپنا اے۔ ٹی۔ ایم کارڈ بھی دے آؤں اور یہ لڑکی آپ نے پوچھا۔۔۔یہ لڑکی باہر کھڑی تھی پریشان۔۔۔لاوارث۔۔۔کسی ساتھی کسی دوست کے بغیر۔۔۔میں نے پوچھا۔۔۔''میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں'' تو اس نے جھٹ میرا بازو پکڑ لیا۔۔۔اور بولی۔۔۔''راحیل میرا امریکہ کا ویزہ لگ گیا ہے'' میں نے بتایا کہ میں راحیل نہیں۔۔۔جمیل ہوں تو اس نے کہا۔۔۔۔''ہاں ہاں جمیل میرا امریکہ کا ویزہ لگ گیا ہے ٹکٹ سُو دا جی نے لے دی ہے آپ پلیز مجھے شاپنگ کروا دیں۔۔۔ڈیڑھ لاکھ کی تو بات ہے'' اور بیگم میں اسے لے آیا۔۔۔''غریب کی مدد ہم سب کا فرض ہے''۔۔۔''ہے ناں''؟! اور تینوں ہنسنے لگے۔۔۔!

ہے ناں مردوں والی بات۔۔۔نہ بڑی مونچھوں کی ضرورت نہ کسی اور جھمیلے میں پڑنا پڑا۔۔۔بیوی خوش خاوند خوش غریب لڑکی بھی خوش گویا سب خوش۔۔۔۔!؟

❀ ❀ ❀

ٹائیں ٹائیں فش

کتاب گھر پر پیش کیا جانے والا، گل نوخیز اختر کا مقبول ترین ناول، جسے پاک و ہند کے قارئین نے سند قبولیت بخشی۔اُردو کا پہلا مکمل مزاحیہ ناول، ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو ایک بار شروع کر کے ختم کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ٹائیں ٹائیں فش کہانی ہے ایک غریب گھر کے سادہ لوح نوجوان کی جسے حالات ایک ارب پتی لڑکی کا کرائے کا شوہر بنا دیتے ہیں۔اس کاغذی شادی سے پہلے اور بعد میں کمال عرف کمالے کی سادہ لوحی اور حماقتیں کیا گل کھلاتی ہیں، جاننے کیلئے پڑھیے ٹائیں ٹائیں فش۔ اسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

بھاری بھرکم آپا بشریٰ۔۔کی بدروحوں کے قبرستان روانگی

اظہار شاہ اپنے کندھے کو سہلا رہا تھا۔۔۔شاہ جی خیر تو ہے سردیوں کے شروع میں آپ کے کندھے سے کندھا ملانا ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔۔۔یہ کیسی درد ہے اور کب سے ہے؟!

پانچ سال سے میں اس درد میں مبتلا ہوں۔۔۔میں اس ''واقعہ'' سے پہلے باقاعدہ ''جم'' جایا کرتا تھا۔۔۔اب ''جم'' کے آگے سے ایسے گزرتا ہوں جیسے ہمارے ڈیفالٹر سیاستدان ''بینک'' کے سامنے سے گزرتے ہیں۔۔۔حالانکہ ہمارے بینک اربوں ڈالر بغیر سیکورٹی لوگوں کو دے کر آنکھیں اور کمپیوٹر بند کر کے سوجاتے ہیں ''ہمیشہ'' کی طرح اور جب جہاز ڈوبنے لگتا ہے۔۔۔پھر ''لنگور'' والی پھرتیاں ہوتی ہیں اور ہمارے بینکوں والے۔

اچانک آپا بشریٰ کے سینے میں تکلیف ہوئی۔۔۔وہ ہنستی مسکراتی ہمارے لطیفوں کی اصلاح کرتی عورت۔۔''میری کمیٹی یکم جون کو نکلنی ہے۔۔۔اے اللہ مجھے وہ کمیٹی تو لے لینے دے'' آخری دو فقرے بول کر ٹھنڈی ہوگئی ۲۹ مئی کی شام۔ضدی عورت کی اولاد بھی ضدی ہم نے اس کے بیٹے سے کہا کہ ''محلے کے قبرستان میں دفن کر دیتے ہیں''۔''شاہ تم نے ہماری ماں کو لاوارث سمجھا ہے ہمارا اپنا ''احاطہ ہے'' بدروحوں کے قبرستان میں دس مرلے کا ہم ماں کو وہاں دفن کریں گے۔۔۔کیا ہے جو دو میل میت اٹھا کر لے جانی پڑے گی ہم ماں کو وہاں دفن کریں گے۔۔۔''کیا ہے جو دو میل میت اٹھا کر لے جانی پڑے گی''۔میں پریشان ہو گیا۔

چالیس لوگ روانہ ہوئے جنازے کے ساتھ۔۔۔سفر لمبا تھا اور دھوپ بے انتہاء۔۔۔میں نے بھی ہمت کی آپا بشریٰ کے جنازے کو کندھا دیا۔میں سمجھ گیا آپا بشریٰ کے بیٹے نے اک بار ہمت کی۔۔۔ماں کو کندھا دیا اور پھر وہ پیچھے پیچھے چلنے لگا اس نے دوبارہ جنازے کو کندھا دینے کی ہمت نہ کی۔

میں نے چونکہ ہمت کی تھی۔۔۔سو اب میں منتظر تھا کہ کوئی دوسرا بھی ''ہمت'' کرے۔میں چوری چوری ادھر ادھر دیکھ رہا تھا مگر کوئی اب ہمت کرنے والا نہ تھا۔۔۔''پانی'' میرے منہ سے نکلا۔۔۔پیچھے سے اک دوست کی آواز آئی۔۔ایسے کاموں میں پانی کا مطالبہ نہیں کرتے۔۔۔صبر فرمائیں۔کل آپ کی بھی باری آنے والی ہے اک اور صاحب آہستہ سے بولے۔۔۔میرے پاس آئے ''شاہ صاحب۔۔۔حضور۔۔۔خالی پانی ہی نہیں۔۔۔جب آپا بشریٰ کو دفن کر کے واپس گھر جائیں گے تو آپ کو مرغ قورمہ اور تازہ تازہ نان بھی کھلائے جائیں گے۔۔۔پانی بھی وافر ہوگا''۔

''بس ذرا ہمت کر کے۔۔۔صرف ڈیڑھ میل کا سفر ہے مزید''

''ڈیڑھ میل اور معصوم کندھا''۔۔۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ میں کندھا بدل لوں۔۔۔ دائیں سے بائیں کرلوں یعنی۔۔ آواز دوں کہ بھائی ذرا دومنٹ کے لئے پکڑنا۔۔۔ میں بائیں کندھے کو خدمات سرانجام دینے کا حکم دے لوں۔۔۔ ڈیڑھ پسلی کا اظہار شاہ۔ سمجھو آج پھنس گیا۔۔۔ میں نے غور کیا کہ شاید میں بے ہوش ہونے کو ہوں۔ یکدم خیال آیا کہ آپا بشریٰ جب زندہ تھیں تو اتنا زیادہ موٹا پا تو نہ تھا کہ انسان چار انسان مل کر اٹھا رہے ہیں۔۔۔ اور ''ہائے ہائے'' کر رہے ہیں ''اوئی اوئی'' نکل رہی ہے۔۔۔ آپا بشریٰ کی محلے میں آٹھ دس گھروں سے دشمنی تو تھی لیکن اتنا ظالم تو کوئی نہیں ہوسکتا کہ اس نے جنازے والی چارپائی پر دس بیس اینٹیں رکھ دی ہوں۔۔۔ میں نے بہت سے جنازوں کو کندھے دیئے ہیں۔۔۔ اول تو لوگ باہمی تعاون کے حوالے سے جلدی جلدی باری بدلتے ہیں اور اگر کہیں ٹائم پیریڈ تھوڑا لمبا بھی ہو جائے تو بوجھ اس قدر نہیں ہوتا کہ بندہ آنکھوں میں اندھیرا محسوس کرنے لگے۔ اور دل کی چلنے پھرنے کی رفتار ڈبل سے بھی زیادہ ہو جائے۔

یکدم مجھے یاد آیا کہ آپا بشریٰ کی چار کی چار بہویں اس سے بہت زیادہ ناراض تھیں اور ان کی خواہش تھی بلکہ وہ آس لگائے بیٹھیں تھیں کہ آپا بشریٰ کو اللہ اٹھائے وہ باری باری اس کے خوبصورت ''پلنگ'' پر بیٹھ کر لطف اندوز ہوسکیں۔۔ ''بہوؤں پر ظلم'' ڈھانا ہر ساس کے بنیادی حقوق میں شامل ہے۔ وہ ساس ہی کیا جو بہو کو سکون کی زندگی گزارنے پر ''مجبور'' کرے۔

''کلمہ شہادت'' آواز آئی راستے میں چلتے ایک نیک دل مسافر نے ثواب کے لئے صدا بلند کی اور مجھے مشکل سے نکالا میرے دل سے دعائیں نکلیں۔۔۔ سب سے پہلی دعا ہی یہ نکلی کہ ''اے میرے خدا اس نیک دل انسان نے میری مدد کی تو بھی اس کی فوراً مدد فرما کہ کوئی اور کندھا دینے کی جسارت کرے'' آمین'' یہ خدا ہی جانتا ہے کہ اس ''نیک دل مسافر'' کے ساتھ کیا بیتی ہوگی۔ بہر حال میں آج تک اس کا شکر گزار ہوں۔

وہ دن اور آج کا دن۔۔۔ میرے اس کندھے سے درد نہیں گئی۔۔۔ میرے بعد والوں پہ کیا بیتی۔۔۔؟! یہ اللہ ہی جانتا ہے۔

شاہ صاحب کا تفصیلی بیان سن کر میں نے ادھر ادھر دیکھا۔۔۔ یکدم میری نظر اپنے آپے سے باہر آئے ہوئے پیٹ پر پڑی میں نے عہد کیا کہ اب میں گن کے روٹیاں کھایا کروں گا۔۔۔ کہ پیٹ میں خوراک کسی حساب سے ڈالنا چاہئے پھر مزید خیال آیا کہ کل کو بکرا عید ہے اور بکرا عید کے حوالے سے پہلے ہی بہت سے قصے مشہور ہیں۔ ہسپتالوں میں ایمرجنسی نافذ ہوتی ہے کہ غصے میں۔۔ جلدی میں۔۔۔ لالچ کی عینک لگا کر کھانے والوں کے حلق میں ہڈیاں پھنس جاتی ہیں۔۔۔ اور پھر ڈاکٹر بے چارے ایسے جلد بازوں کی مدد کو تیار ہوتے ہیں۔۔۔ گلے میں اٹکی ہڈیاں اور پھنسے کانٹے نکالنے کے لئے بکرا عید پر ہر ہسپتال میں علیحدہ شعبہ قائم ہونا چاہئے۔

شیخ سجاد حسین ہمارے دوست ہیں جو کسی شادی بیاہ میں مرگ پر یا بکرا عید کے فنکشن پر جائیں تو وہ روٹی کو ہاتھ نہیں لگاتے صرف بوٹیاں نوچتے ہیں وہ کہتے ہیں ''آٹا'' کم خرچ کرنا چاہئے۔۔۔ آٹے کی قلت ہو جاتی ہے۔۔۔ اس لئے۔۔۔ بس انسان بوٹیاں کھائے۔۔۔ گوشت کی تو کبھی قلت نہیں ہوئی بس دن بدن مہنگا ہوتا چلا جا رہا ہے۔۔۔ اور عید بکرا عید پر ہم کونسا بھلا غریبوں کو دیتے ہیں ہم نے بھی تو فیریزر ہی بھرنے ہوتے ہیں۔۔۔ جو ایک ڈیڑھ ماہ تک تو خوب گھر والوں کو فائدہ دیتے ہیں ویسے اتنا گوشت بکرا، چھترا، دنبہ، گائے، اونٹ سب کھاتے بھی آنکھیں نہیں بھرتیں۔۔۔؟! گوشت خوری میں ہمارا کوئی ثانی نہیں۔۔۔؟!

اظہار شاہ کی زبانی آپا بشریٰ کے جنازے اور اس جنازے کے ''متاثرین'' کی بابت سن کے میں نے عہد کیا ہے کہ اب کے میں اس بکرا عید پر صرف دوپہر کو آدھ گھنٹہ ہی کھانا کھاؤں گا۔۔اس سے پہلے میں ہر بکرا عید کو دوپہر اور شام کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھ کے لگاتار کھاتا تھا۔۔۔جس پر میں شرمندہ ہوں اور دل ہی دل میں پریشان بھی آپ بھی اس بکرا عید پر کھانا شروع کرنے سے پہلے آپا بشریٰ کے جنازے کا آنکھوں دیکھا حال یاد کر لیں اور ''متاثرین'' کی حالت زار پر غور۔۔۔اللہ پاک اس بکرا عید پر بھی ہم سب کو سرخرو فرمائے ''آمین''۔میری تازہ تازہ نظم ملاحظہ کریں۔۔

میں سمجھا میں خوش قسمت ہوں
عید پر قربان ہو جاؤں گا
ہائے رے قسمت شیخ ہے مالک
تڑپوں بھوکا کیا کھاؤں گا
خوش بکرے جب گلی سے گزرے
چیخوں گا میں چلاؤں گا
مار نہ دے مجھے عید سے پہلے
کیا سے کیا میں کہلاؤں گا
چارہ مہنگا۔۔۔باسی روٹی
شیخ ہوں بکرا کھا جاؤں گا
جیسے بھوکا شیخ نے رکھا
جنت میں سیدھا جاؤں گا
شیخ کی کھنڈی چھری سے محسن
عید پر قربان ہو جاؤں گا

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

''بھاری بھرکم'' سیاسی گفتگو سے ''بھاری بھرکم'' سیاستدان تک

میں رات دیر تک ''اندھیرے'' میں لیٹا سوچتا رہا (یہ اندھیرا لوڈ شیڈنگ یعنی گھپ گھیرا راجہ شہباز۔۔سوری راجہ پرویز اشرف وزیر برقیات کے باعث تھا) کہ بڑے پاکستانی سیاستدان چوہدری شجاعت حسین ہیں یا گورنر پنجاب؟! مسئلہ الجھتا گیا۔۔کبھی سیاستدانوں۔۔۔میری مراد بڑے سیاستدانوں کی فہرست میں پہلے نمبر پر گورنر پنجاب کا نام آتا ہے کبھی چوہدری شجاعت حسین کا؟! یہ اعلان کرنا کہ نمبر ایک کون ہے اور دو نمبر میری مراد دوسرے نمبر پر کون آتا ہے؟! ویسے جس طرح ہماری فلمی دنیا کی ہیروئینز دو نمبر بننے پر تیار نہیں یعنی ہر اداکارہ کہتی ہے کہ میں نمبرون ہوں ایسے ہی میرے خیال میں نمبرون ہی کی بات ہوگی کیونکہ جو مزہ نمبرون میں ہے وہ دونمبری میں کہاں۔۔۔ویسے ہماری سیاسی فیکٹریوں اوران میں سے نکلنے والی پراڈکٹ کے بارے میں عوام کیا کہتے ہیں یہ میں ضیاء الحق سوکوڑے کھانے پر بھی نہیں بتاؤں گا کیونکہ بتانے پر ممکن ہے دوسوکوڑوں کی سزا سنادی جائے۔

لاہور کی منٹو پارک (اقبال پارک) میں جب میں نے رستم زماں بھولو پہلوان کے ہاتھوں (سوری منہ سے نکل چلا تھا کہ اسلام قبول کیا) باقاعدہ شاگردی اختیار کی تو ''گُپ'' (پگھڑی) + (مٹھائی وغیرہ پیش ہوئی اور رستم زماں بھولو پہلوان نے اکھاڑے میں مجھے پہلا ''داؤ'' سکھایا۔۔(اب تو لوگ پیدائشی طور پر داؤ باز ہوتے ہیں) تو فخر سے میرے کان سرخ ہوگئے۔۔۔یہ ایک عجیب سا مرحلہ ہوتا ہے استاد پیار سے کندھا سہلاتا ہے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتا ہے اور نصیحت کرتا ہے مجھے استاد محترم نے نصیحت کی۔۔۔''پتر ہمیشہ پہلے نمبر تے آنا ای'' (بیٹا ہمیشہ پہلے نمبر پر آنے کی کوشش کرنا) میں چونکہ بہت جذباتی تھا اس لئے میری آنکھوں میں جھلملاتے دو آنسوؤں نے جواب دے دیا۔افسوس میں کسی بھی کام میں ابھی تک پہلے نمبر پر نہیں آیا لیکن شکر ہے آج تک مجھ سے کوئی بھی دونمبری سرزد نہیں ہوئی۔

میں نے جو اب اکھاڑے میں دیکھا۔۔کہیں نہیں دیکھا۔۔میرے دوست ملک عتیق کے بیٹے نے پچھلے دنوں اپنے استاد کے ساتھ اکھاڑے میں کشتی کرتے ہوئے بازو فریکچر کروالیا۔۔۔اگر یہ بیٹا بازو فریکچر نہ کرواتا تو پھر استاد جی کی ہڈی ٹوٹ جاتی۔یہ گر کی باتیں ہیں اور گر صرف استاد سکھاتے ہیں اور استاد سے فیض پانے کے لئے ضروری ہے کہ بندہ دل و جان سے استاد کی عزت کرے احترام کرے اور نظر جھکائے رکھے۔۔گفتگو کم کرے۔۔ہم تو آج بھی اپنے استاد کے نہایت ہنسا دینے والے لوٹ پوٹ کر دینے والے لطیفے پر بھی نہیں ہنستے۔۔یعنی استاد جی نے دس جنوری کو لطیفہ سنایا اور ہم نے اسے انجوائے کیا اور ہنسے گیارہ جنوری کو۔ہمارا شہزادہ پاکستان کا نمبرون آرٹسٹ ساجد قریشی آج بھی شہر لاہور میں بیٹھ کر لاڑکانہ میں بیٹھے اپنے مرشد اور استاد سے ضرور ہر بات پر مشورہ کرتا ہے اور استاد کا ہر حکم حرف آخر سمجھتا ہے۔اور بات بات پر استاد

عبدالفتاح کی اچھی باتوں کا تذکرہ کرتا ہے۔

بات اکھاڑے سے شروع ہوئی استاد محترم رستم زماں بھولو پہلوان سے ہوتی ہوئی ادب و احترام کی دنیا کی طرف نکلی ہر کام کی اپنی ''اخلاقیات'' ہوتی ہے۔۔۔ پہلوانی کی دنیا میں ہم نے منظر دیکھا۔ سب سے پہلے ہلکے وزن اور کم عمر پہلوان اکھاڑے میں اترتے ہیں۔۔۔ پھر وزن۔۔۔ عمر بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ آخری کشتی بڑے پہلوانوں کی ہوتی ہے اور مجمع ساکت و جامد کھڑا رہتا ہے اور پھر نمبرون کا اعلان ہوتے ہی شور مچ جاتا ہے اور لوگ ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے ''گرز'' اٹھائے جیتے ہوئے پہلوان کے ساتھ چل پڑتے ہیں اور چھتوں سے بیبیاں ہار و پھول نوٹ نچھاور کرتی ہیں۔ اب یہ روایات دم توڑ رہی ہیں۔۔۔ ایک وجہ ہمارا ''ماڈرن'' ہونا اور دوسری وجہ ''خودکش حملوں'' کا خوف سنا ہے زرداری صاحب نے دس دن بغیر ہائی الرٹ پروٹوکول گزارے۔ اللہ کرے وہ دن جلد آئے جب صدر پاکستان بغیر پروٹوکول عوام کے جم غفیر کے ساتھ لاہور کی گلیوں سے گزریں۔ داتا دربار تشریف لائیں اور ہمیں بھٹو شہید اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی یاد آ جائے کہ اب جنہیں یاد کر کے آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔

آنکھیں تو میری آجکل ویسے بھی بھیگ رہی ہیں۔ جنوری کا یہ پورا مہینہ میری آنکھیں بھیگی رہتی ہیں۔ جنوری کا مہینہ ماں کی یاد کا مہینہ ہے۔ ۲۰ جنوری تک میری یہی کیفیت رہتی ہے۔۔۔ دھند شروع ہوتی ہے تو ماں کا چہرہ مجھے اس میں سے نمودار ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ کینسر کی وجہ سے ماں کو شاید شدید قسم کی درد محسوس ہوتی ہوگی اس حال میں بھی مجھے دیکھتے ہی ماں کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہو جاتی۔۔۔ میں نے آج صبح ایک کمزور سی لڑکی کو دیکھا شاید اس کا وزن ۵۵ سے ۶۰ کلوگرام ہوگا۔۔۔ اس نے ایک نہایت صحت مند پھول سا بچہ اٹھا رکھا تھا۔۔۔ پندرہ کلوگرام سے کم نہ ہو گا۔۔۔ وہ چلتی جا رہی تھی۔۔۔ ایک کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ میرے ساتھ اس نے طے کی۔۔۔ نہ تھکاوٹ نہ پریشانی اور وہ وقفے وقفے سے اپنے بچے کا منہ بھی چوم رہی تھی۔۔۔ میں سوچنے لگا پندرہ کلو وزن کے ساتھ ایک عورت آسانی سے کتنا فاصلہ طے کر سکتی ہے۔۔۔ شاید دس بیس فٹ۔۔۔ اس لڑکی نے پندرہ کلو سے زیادہ اپنا بچہ اٹھایا ہوا ہے اور چل رہی ہے خوش ہے۔۔۔ مگن ہے اپنی خوشی میں۔۔۔ یقیناً یہ کوئی جذبہ ہے۔ یہ کوئی روح سے وابستہ خوشی ہے۔۔۔ کوئی طاقت ہے۔

کوئی ڈاکٹر نام کی چیز نہ تھی شدید بیماری میں بھی۔۔۔ میں بھی ایک صحت مند بچہ۔۔۔ ماں بیماری کی حالت میں مجھے اٹھاتی اور تین کلومیٹر پیدل چل کر مجھے ڈاکٹر حفیظ بٹ کے پاس لے جاتی۔۔۔ یہ کنگ ایڈورڈ کے فارغ اس پورے علاقے میں واحد ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھے۔ یہ ایک بہت بڑی سیاسی ہستی کے سسر بھی تھے۔۔۔ میں سوچتا شاید ماں واپسی پہ تھک جائے اور مجھے پیدل چلنے کو کہے۔ لیکن میری ضد کے باوجود ماں مجھے اٹھا کر پھر تین کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے گھر لے آتی اور پھر کئی دن جاگتی رہی۔ گویا رشتوں میں پہلا نمبر ''ماں'' کا ہے۔

ہماری ملکی سیاست میں اس وقت۔۔۔ صدر زرداری۔۔۔ کبھی کبھار سیاسی اختلافات کے حوالے سے کھل کر بات کرتے ہیں۔۔۔ میاں نواز شریف ان اختلافی بیانات کا مختصر جواب دیتے ہیں گویا نیٹ بال کہہ لیں'' ''ٹرائی بال'' پھینکی جاتی ہیں باقاعدہ ''میچ'' دھوم دھڑکے کے ساتھ نہیں ہو رہا لیکن محترم رانا ثناء اللہ صاحب اور گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے درمیان گھمسان کا رن ہے۔ گورنر پنجاب نے ''صابرین'' کہہ کر ''ن'' لیگ والوں کو مخاطب کیا اور رانا ثناء اللہ نے قران پاک کی طرف اشارہ کر دیا۔۔۔ شاید یہ سب سیاست کا حصہ ہو لیکن خوفناک تلخی کی بہرحال ضرورت

ہے نہ ہی موقع ہے۔شاید گورنر صاحب کی عادت ہے ہلکی پھلکی گفتگو کرنے کی۔۔۔اور جسے وہ ہلکی پھلکی گفتگو یا بیان بازی سمجھتے ہیں وہ اصل میں ''بھاری بھرکم'' باتیں ہوتی ہیں۔۔رہی بات ''بھاری بھرکم'' سیاسی گفتگو سے ''بھاری بھرکم'' سیاستدان تک کی۔۔۔تو میں اسی مخمصے میں ہوں کہ گورنر پنجاب ''بھاری بھرکم'' سیاستدان ہیں یا چوہدری شجاعت حسین۔یہ ہمیں ہی غور کرنا ہے کیونکہ اگر یہ بات سلمان تاثیر یا چوہدری شجاعت حسین تک پہنچ گئی تو دونوں ہی کہیں گے کہ ''میں نمبرون'' ہوں حالانکہ ان سیاستدانوں کی ساری کھیپ میں نمبرون کون ہے یہ سب جانتے ہیں کیونکہ جو عوام کے دلوں کی دھڑکن ہو وہی نمبرون ہوتا ہے۔خالی ٹی وی چینل پر شور مچانے اور عوام کو بہکانے والا نمبرون نہیں ہوتا نہ یقین آئے تو راجہ پرویز اشرف وزیر برقیات کا معافی نامہ دیکھ لیں جو انہوں نے عوام سے معافی مانگتے وقت پیش کیا۔لوڈشیڈنگ نہ ختم کر پانے پر۔

رضی الدین رضی کی محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے حوالے سے تازہ نظم ملاحظہ ہو۔۔۔

ہوائیں قید کر کے روشنی کو مار دیتے ہیں
یہ کیسے لوگ ہیں جو زندگی کو مار دیتے ہیں
ہمارے واسطے جینے کا جو پیغام لاتا ہے
ہماری ظرف تو دیکھو اسی کو مار دیتے ہیں
یہاں خوشبو کا لاشہ ہے اسے گلشن نہیں کہنا
یہ مقتل ہے یہاں تو ہر کسی کو مار دیتے ہیں

ہیرے کے آنسو

ہیرے کے آنسو ایک نوجوان کی کہانی ہے،جس کے ساتھ اس کے اپنوں نے ہی ظلم کیا تھا۔ایک دن اچانک اس کی زندگی میں ایک موڑ آ گیا۔ایک شخص نے اس کے والد کی کوئلے کی کانوں کو قیمتی قرار دیتے ہوئے ثبوت بھی فراہم کر دیا کہ وہاں ہیرے موجود ہیں۔

جھوٹ فریب لالچ اور دھوکہ دہی کے تانے بانے سے بُنی جرم و سزا کے موضوع پر ایک دلچسپ کہانی۔اثر نعمانی کے تخلیق کردہ سراغرساں ندیم اختر کا کارنامہ۔**ہیرے کے آنسو** کتاب گھر کے **جاسوسی ناول** سیکشن میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

ہیری پورٹر کے مقامی کرداروں سے ملیئے

فلم ہیری پورٹر دیکھنے کا شوق ہوا۔۔۔ کہاں دیکھیں۔۔۔ کیسے دیکھیں بہت لمبی چوڑی فلم ہے کئی قسطوں میں ہے دیکھنے کے لئے کئی دن درکار ہوں گے جس نے لکھی ہیں یہ کہانیاں اب تو وہ بے چاری بھی تھک گئی۔۔۔ آخر انسان کتنا جھوٹ لکھ سکتا ہے اگر جھوٹ لکھنے بیٹھو تو ضمیر ملامت کرتا ہے ضمیر کو ٹی وہی لگا کر اس کے سامنے بٹھا دو۔۔۔ وہ پھر کسی وقت جاگ کر ہوش میں آ کر دوبارہ سے جھنجھوڑنا شروع کر دے گا بہر حال خوشی کی بات ہے کہ آجکل چائنہ کے بنے ضمیر بھی لگتا ہے مارکیٹ میں دستیاب ہیں اور عام مارکیٹوں کے تھڑوں پر دو دو روپے بک رہے ہیں اور اتنے بک چکے ہیں کہ اب گاہک موجود نہیں اور ان پر مکھیاں بیٹھی ''بدتمیزیاں'' کر رہی ہیں۔

بات شروع ہوئی تھی فلم ہیری پورٹر سے یہ بچوں کی فلم ہے میں نے بھی تیس سال پہلے بچوں کے لئے خوفناک کہانیاں لکھی تھیں اب سوچتا ہوں تو ہنسی نکلتی ہے۔۔ ہمارے لئے واقعی وہ کہانیاں خوفناک تھیں۔ ان میں ہم نے ہیروئین کی شکل ''اندرا گاندھی'' جیسی دکھائی تھی۔ آج جدید دور ہے بچے بظاہر خطرناک نظر آتے کرداروں کو دیکھ کر ہنستے ہیں۔۔۔ یہی نہیں۔۔۔ اب تو بچے بچوں والے لطیفوں کو گھاس تک نہیں ڈالتے۔۔۔ اب تو بچوں کے منہ سے لطیفے سن کر شرمندگی ہونے لگتی ہے۔۔۔ لیکن وہ روانی میں سنا جاتے ہیں بہکا جاتے ہیں ایک دور میں ہمیں عطاء الحق قاسمی صاحب پر غصہ آجاتا تھا۔ کہ یہ ''حد سے بڑھ جاتے ہیں'' لیکن اب سوچتا ہوں کہ وہ کتنے سادہ لطیفے ہوتے تھے جنہیں ہم فحاشی کے زمرے میں ڈالتے تھے اور عطاء الحق قاسمی کے بارے میں ''بری بری'' باتیں کرتے تھے۔ سوری عطاء الحق قاسمی صاحب۔۔۔ بات فلم ہیری پورٹر سے شروع ہوئی تھی جس میں جہاں دوسری روائتی چیزیں دکھائی گئی ہیں وہیں ''جھاڑو'' کا استعمال بھی عام ہے۔ جس پر بیٹھ کر جادو سیکھنے والے بچے ہزاروں میل کا سفر طے کرتے ہیں نہ وہ تھکتے ہیں نہ جھاڑو تھکتا ہے اس فلم میں جادوگروں کے کردار ہماری کہانیوں جیسے ہیں ہر جادوگر کو ''کانا'' ضرور دکھایا جاتا ہے شاید یہ اس عہدے پر براجمان ہونے کی پہلی شرط ہے چونکہ میں نے فلم نہیں دیکھی اس لئے پتہ نہیں جب جادو سیکھنے والے بچے ''ڈگری'' تک امتحانات پاس کر لیتے ہیں تو ان کو ڈگریاں کون عطا کرتا ہے۔۔۔ یقیناً۔۔۔ وہ بھی کوئی بوڑھا۔ بدصورت، جس کی آنکھ منہ سے ڈیڑھ فٹ نیچے تک لٹکی ہو۔۔۔ اور وہ آنکھ ہاتھ میں پکڑ کر دیکھنے کے لئے ادھر ادھر گھماتا ہوگا۔ اور اس کی ناک پنجاب پولیس کے ایک افسر جیسی ہوگی۔۔۔ جو چور کو دیکھے۔۔۔ تو چور بے چارے کی ہنسی چھوٹ جائے۔۔۔ ویسے اگر میں اس فلم کا لکھاری ہوتا تو میں اس فلم کی تقسیم اسناد کی تقریب میں انعامات گورنر پنجاب جناب سلمان تاثیر اور جناب رانا ثناء اللہ وزیر قانون پنجاب سے دلواتا اور خواتین کامیاب طالبات کو ایوارڈ دینے کے لئے اور محترمہ فردوس عاشق اعوان صاحبہ کو دعوت دیتا اور معزز مہمانوں سے کہتا کہ آپ ایوارڈز (اسناد) دینے سے پہلے بچوں کے ٹیسٹ کے طور پر ایک ایک سوال ان کے ''سلیبس'' کے بارے میں بھی

کریں اور ہر بچہ بچی ٹھیک جواب دے تو اسے سند عطا کریں فیل ہونے والے کو جھاڑو پے بٹھا کر امریکہ روانہ کر دیں۔۔اعلیٰ تعلیم یا ٹیوشن پڑھنے کے لئے یا پھر طالبان کے پاس بھجوایا جائے۔۔۔''نالائق'' جادو سیکھنے والوں کو۔۔کہ بظاہر ان کی سرگرمیاں بھی جادوئی انداز کی لگتی ہیں کبھی کبھی تو ویسے یہ سب ''ہیری پورٹر'' کا حصہ ہی لگتا ہے یا شاید امریکہ کے ساتھ ملی بھگت۔۔۔؟! اور ہالی وڈ کی فلم کا حصہ۔۔۔؟! زندگی رہی تو آنے والی نسلیں بھی طالبان کی خونخواریاں، نائن الیون کا واقعہ وغیرہ وغیرہ کے بارے میں باتیں کر کے خوب ہنسا کریں گے کہ امریکہ نے دنیا کو خوب بے وقوف بنانا چاہا اور خود بھی بے وقوف بنا۔۔۔؟! وہ کیسے۔۔۔یہ بات آپ خود غور کریں اگر مجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں تو بیس سال انتظار کیجئے۔سب دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔۔۔ویسے اگر آج جادوگریاں سکھانے والے ''ادارے'' اسکول کالج یا یونیورسٹیاں ہوتیں تو بڑے سیاستدان ایسے کالج یونیورسٹیاں کھول لیتے اور دنیا میں مشہور ہوتا ''جان خان گروپ آف یونیورسٹیز آف جادو ٹونہ''۔۔۔مقابلے میں گھر گھر یونیورسٹیاں کالج کھلے ہوتے۔۔۔اور دھڑ ادھڑ جادو ٹونے سکھائے جاتے۔۔۔لٹو گھمائے جاتے۔خوفناک میوزک دردناک تصویریں۔

آپ آنکھیں بند کر کے غور کریں آپ کو اپنے اردگرد کئی عورتوں مردوں کے چہرے جادو سکھانے والے کالج کے اساتذہ سے ملتے جلتے دکھائی دیں گے۔۔۔شیشہ مت دیکھئے گا۔کہیں بات میز ید آگے نہ بڑھ جائے اور آپ درخوست لے کر جادو سکھانے والے کالج کے دفتر پیش ہو جائیں۔۔''ہم بھی سکھائیں گے بچوں کو جادو'' ویسے ہر ساس جادوگر بننا چاہتی ہے۔۔بلکہ کہہ لیں کہ ہر ساس جادوگر ہوتی ہے کبھی بیٹے کو گھماتی ہے کبھی بہو کو۔۔لیکن آج کی بہوئیں بھی کسی سے کم نہیں وہ خاوند کو ایسا ٹونہ کرتی ہے کہ وہ بے چارہ۔۔۔نہ ماں کا رہتا ہے نہ باپ کا۔۔یہاں تک کہ وہ اپنا بھی نہیں رہتا۔۔۔وہ بیوی کا ہو جاتا ہے یا ڈاکٹروں کا ہو کر رہ جاتا ہے بلڈ پریشر۔۔۔شوگر۔۔یہ جادوئی امراض۔۔۔اس پر چڑھ دوڑتے ہیں اور ان سے موت تک نبرد آزما رہتا ہے۔ہر فیملی میں یا کہہ لیں اکثر گھروں میں جادوگرنیاں چالیں چلتی رہتی ہیں۔

فلم ہیری پورٹر کی عالمی منڈی میں کامیابیوں کے بعد پاکستان کی ڈوبی ہوئی بلکہ غرق شدہ فلم انڈسٹری کے کرتا دھرتا خواتین و حضرات کو چاہیئے کہ وہ پاکستانی سیاستدانوں پر ''اصلی'' فلم بنائیں کچھ سرکاری افسروں کو بھی اس میں ڈالیں۔۔۔اگر شاہ عالم مارکیٹ کے تاجروں کو بھی اس فلم میں ڈال لیں کہ جو دو نمبر چیزیں بیچ کر خوش ہیں کہ وہ ''حق حلال'' کی ''روزی'' کما رہے ہیں نوٹوں کے انبار لگا رہے ہیں اور غریبوں کو بیماریاں بانٹ رہے ہیں تو یہ فلم لوگ سمجھیں گے کہ ''جادوگری'' کے حوالے سے بنی ہے اور وہ فلم سینما ہالوں میں لوگ اس فلم کو ہیری پورٹر تو سمجھ کر دیکھیں گے۔۔۔کہ جہاں دس سال پہلے۔۔۔بھوکے پیٹ سونے والا دس سال بعد پاکستانی سیاست کے باعث کروڑ پتی ہو گیا ایک بچے نے ایم بی بی ایس کیا کلینک کھولا۔۔۔ایک بار نبض چیک کرنے کا ہزار روپے وصول کیا دن میں چار سو مریض دیکھے اور صرف دو گھنٹے سونے کے لئے گھر روانہ ہو گئے اور غریب عوام کی خدمت کرنے والے ڈاکٹر کہلائے۔۔۔بظاہر تاجر لیکن دو نمبر ملاوٹ شدہ چیزیں بیچنے والے بھی کیا کم جادوگر ہیں۔گھاس بھوس کو چائے کی پتی والا رنگ دے کر عوام کو پلا دیتے ہیں اور کینسر ہسپتال کی رونقیں بڑھاتے ہیں یہ کالے کرتوت والے کالے جادوگر۔

اصل میں گہرائی میں جانے کے بعد اب میں کچھ تسلی میں ہوں کہ کوئی بات نہیں جو میں نے ''ہیری پورٹر'' نہیں دیکھی ہمارے اردگرد جو جادوئی کاروائیاں ہو رہی ہیں یہ جادوگر ہی کر سکتے ہیں ''سیاں گروپ آف کالجز'' میں صرف ایک بچہ داخل کرانے جائیں ساری جیبیں نوٹوں سے بھر

لیس بچہ داخل ہو جائے گا۔۔۔ یہ بھی شرط ہے کہ بچہ چاہے بالکل نالائق ہو پڑھنے سے اسے شدید نفرت ہو آپ کی جیبیں خالی ہو جائیں گی لیکن نالائق بچہ بھی ''سیاں گروپ آف کالجز'' میں داخل ہو جائے گا۔۔۔ کیونکہ وہاں اس کا ''دل لگانے'' کا پورا پورا ماحول بھی میسر ہوگا۔۔۔ ڈگری بھی مل جائے گی اور پھر۔۔۔ نیا جادو سیکھنا پڑے گا کہ اب ملازمت کیسے ملے۔۔۔ اگر آپ ''ہیری پورٹر'' کی فلم کا حصہ ہیں تو نوکری مل جائے گی ورنہ بچہ گھر میں بیٹھا ذہنی مریض ہو جائے گا یا اس کی ''اٹھائی گیروں'' سے دوستی ہو جائے گی اور یا وہ بھی ''جادو سیکھ'' لے گا۔ پاکستان میڈ جادوگر۔۔۔ یعنی مقامی طور پر تیار کیا گیا جادو ٹونے کا حقیقی ماہر سو سالہ سنیاسی بچہ۔

خوشی ہوئی کہ ہم سب ہی ''ہیری پورٹر'' کے کردار ہیں ہم سب ماہر جادوگر ہیں ہم سب ''جھاڑو'' پر سوار ہو کے دنیا کا چکر لگا سکتے ہیں میرے شہر میں چوبیس گھنٹوں میں ستر اسی چوری ڈاکے کی وارداتیں ہوتی ہیں۔۔۔ پولیس دوسری ڈیوٹیوں پر معمور ہے ورنہ وہ یعنی ہمارا پولیس افسر جادوئی چھڑی گھما کر تھانے میں بیٹھا ''جادو'' کے زور پر ٹونہ کر کے بتا سکتا ہے کہ آپ کے گھر میں گذشتہ رات ڈاکہ ڈالنے والا اس وقت کہاں لوٹ مار کر رہا ہے۔ اور اس کا اگلا منصوبہ کیا ہو سکتا ہے؟! ہے ناں حیرت کی بات؟! اصل میں یہ حیرت یا پریشانی کی بات نہیں ویسے بھی ہم کیوں ہوں حیران ہم سب مقامی طور پر تیار شدہ ''ہیری پورٹر'' ہیں جس طرح شہزادے یا شہزادی کی جان دور پہاڑوں برفانی تودوں کے پیچھے بیٹھے ''دیو'' یا خوفناک جن کے پاس لٹکے پنجرے میں بند طوطے میں ہوتی ہے ایسے ہی ''ہم ہیں'' اور دور بیٹھے دیو یعنی امریکہ کے پاس پنجرے میں بند کسی بش کسی اوبامہ کے پاس موجود ''طوطے'' میں ہماری جان ہے جو آئی ایم ایف ورلڈ بنک وغیرہ کی صورت میں ہولے ہولے جھول رہا ہے۔۔۔؟!

میرا تازہ کلام ملاحظہ ہو۔۔۔۔۔۔

مگن ہو ''چیٹ'' میں جس سے وہ ''وہ'' ہے ''وہ'' نہیں ہو گی
بہت بیمار ہونے سے ہے بہتر سو ہی لے تھوڑا
نا دیں گے اس کے بھائی موقع تم دونوں کو ملنے گا
ذلیل و خوار ہونے سے ہے بہتر رو ہی لے تھوڑا
تیرا ''موزہ'' ارے محفل میں بدبو جو پھیلاتا ہے
برا لگنے لگا ہے تو اسے تو دھو ہی لے تھوڑا
سنا ہے اس دفعہ گرمی میں مہنگے پھر بکیں گے یہ
پیاز اس بار محسن تو صحن میں بو ہی لے تھوڑا

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

توڑ دیا ناں میرا کھلونا۔۔؟

''او دنیا کے رکھوالے۔۔۔سن درد بھرے میرے نالے''

انکل ''یہ نالے'' کا اس گانے میں کیا مطلب ہے میں نے فیروز الغات (اردو ڈکشنری) نکالی مطلب سمجھایا مگر اسے سمجھ نہ آیا۔اور علی نے دوسرا سوال داغ دیا۔۔۔انکل یہ ''سرِ سٹھ'' کیا ہوتا ہے۔میں نے دماغ پر ''مزید'' زور دیا۔۔۔جو پہلے ہی ''انڈر علی پریشر'' تھا۔۔۔''سرِ سٹھ''۔۔۔یا اللہ خیر یہ علی نے مجھے کس جھمیلے میں ڈال دیا۔۔۔سلہٹ تو شہر ہے سابقہ مشرقی پاکستان کا یہ سرِ سٹھ کیا ہے شاید فارسی زبان کا لفظ ہو۔۔۔مگر فارسی میں ایسے نازک لفظ شاید نہ ہوں میں منہ میں بڑبڑانے لگا۔ہمارے دوست نامور صحافی طارق ضیاء نے لاہور سے ہفت روزہ ''سلاست'' جاری کیا ہم نے ہفت روزہ ''سلاجیت'' سمجھا۔۔۔ایک دن بچے نے آکر بتایا انکل باہر کوئی طارق ضیاء صاحب آئے ہیں کہتے ہیں ''بتاؤ ہفت روزہ ''سلاجیت'' کے مدیرِ اعلیٰ آئے ہیں۔ہم گئے تو خوب ہنس رہے تھے۔۔۔مظفر صاحب آپ کے اثر سے لاہور پورے میں ''سلاست'' کا نام ''سلاجیت'' پڑ گیا ہے اب آپ ہی اس تبدیلی کا حل بھی بتائیں۔۔۔''صبح کا بھولا شام کو چیف جسٹس صاحب کے عشائیے پر آجائے اسے بھولا نہیں کہتے''۔۔۔لہٰذا میں آپ کے ہفت روزہ ''سلاجیت''۔سوری۔''سلاست'' کا نام اب اچھی طرح ذہن میں بٹھالوں گا اور ہر ادبی حلقے میں باقاعدہ آپ کے ہفت روزے کا وضاحت کے ساتھ ذکر کروں گا طارق ضیاء سر جھکائے بغیر چائے پئے رخصت ہو گئے۔۔۔ہمیں ''سرِ سٹھ'' اور ''نالے'' کے چکر میں الجھتا چھوڑ کر۔

''الجھنا'' صحافی کی کامیابی کی علامت ہے۔۔جی آپ نے کیا فرمایا۔۔۔''الجھانا بھی''۔۔۔یہ ایک طویل گفتگو ہے اس لئے اس پر گرمیوں کی چھٹیوں میں بات کریں گے۔۔۔فی الحال ہم صرف یہی کہیں گے کہ ہماری سیاست میں بھی الجھنے اور الجھانے والے موجود ہیں روز ہم صبح ''گرما گرم'' اخبار پڑھتے ہیں اور الجھنے لگتے ہیں۔الجھن بڑھتی ہے۔۔۔کئی بہت ضروری کام بھی رک جاتے ہیں بھول جاتے ہیں یہاں تک کہ بجلی کے بل کی آخری تاریخ تھی وہ بھی اسی الجھن میں جمع نہ ہوسکا کہ بجلی اگلے مہینے سے پندرہ فیصد مہنگی ہو جانے کا اندیشہ ہے ابھی چند دن پہلے قوم اسی الجھن کا شکار رہی۔۔۔تابڑ توڑ حملے ہوئے۔۔۔میاں نواز شریف نے پرانی کیسٹ نکالی جھاڑی۔۔۔زمین پر کئی بار ماری اور چلا دی۔۔۔زرداری صاحب نے بھی DVD پلیئر اپنی طرف سرکایا۔۔بڑا سا بھونپو لگایا اور چلا دیا۔۔۔

چھٹی ذرا سیاں جی کے نام لکھ دے
حال میرے دل کا تمام لکھ دے

(اب نہ چھٹی جاتی ہے نہ کبوتر ''سرکاری پیغام رسانی'' کرتا ہے۔۔۔ایک بری سی گاڑی اس کے اوپر چھتری سی جس کا منہ آسمان کی

طرف ہوتا ہے وہ گھومتی ہے اور عوام کے سرٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے گھومنے لگتے ہیں)۔

پوری قوم کی نظریں ٹیلی ویژن کی سکرین پر لگی تھیں ٹیلی ویژن کی سکرین بجی تھیں۔۔۔کبھی گیت غزلیں اور کبھی دل دکھانے دینے والے ڈرامے۔۔۔ہر چینل نے اک اک آدمی ہمارے شعبے یعنی طنز و مزاح کا بھی رکھ لیا ہے۔۔۔ہنساتے ہیں گدگداتے ہیں خوب نئے پرانے لطیفے سناتے ہیں۔۔۔قہقہے پہ قہقہے لگاتے ہیں۔۔۔لیکن آخر میں معاملات کو پھر بڑے ''اچھے'' طریقے سے الجھاتے ہیں۔۔لوگ ساری ہنسی سارا مذاق بھول جاتے ہیں۔۔ادھر فردوس عاشق اعوان مبارکبادی پیش کر رہی ہیں حکومت کی دوسری سالگرہ کے حوالے سے ہمارے سیاسی دوست ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش گلہ کرتے ہیں شکوہ کرتے ہیں۔

اپنے پیپلز پارٹی کی وجہ سے جیل جانے کے واقعات دھراتے ہیں اسلم گورداسپوری کا ذکر چھیڑتے ہیں ہم نے بتایا۔ ڈاکٹر صاحب یہ دستور زمانہ ہے۔۔۔نئے ساتھی نئے دوست نئے خوش آمدی جوتانگے پر چڑھ گیا۔۔۔سو جیت گیا جو رہ گیا۔۔۔مٹی اڑتی۔۔تانگے کے پیچھے پھیلتی دھول میں کھو گیا۔۔۔روز نئی الجھن کیوں۔۔۔کسی کو بے عزت ہونے کا شوق نہیں قوم کو الجھانا ہی شاید مقصد ہوتا ہے اور قوم بے چاری خوشی خوشی الجھن کا شکار ہو جاتی ہے حالانکہ طاقتور پوری سمجھ بوجھ کے ساتھ کمزوروں کو الجھائے رکھتا ہے کسی نہ کسی مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لئے ایک چارٹ سامنے آجاتا ہے۔۔۔لوگ اپنی اپنی عقل استعمال کرتے ہیں۔ چارٹ خراب ہو جاتا ہے حالانکہ چارٹ بنایا ہی اس انداز سے جاتا ہے کہ جو بھی چھیڑے یوں سمجھے میں نے تو اسے خراب کر ڈالا جیسے احمد پورا کھلونا توڑ کر اسے اس انداز سے رکھ دیتا ہے کہ مہمان کے طور پر آنے والے کزن بے چارے صرف ہاتھ لگاتے ہیں اور پھنس جاتے ہیں۔۔۔اور احمد دو تین دن اس پر رعب ڈالے رکھتا ہے ''توڑ دیا ناں میرا کھلونا'' اور بے چارے کزن انڈر پریشر رہتے ہیں اس کی ہر بات مانتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ تو شرارت تھی۔ سازش تھی مگر قابو تو اسے آنا ہوتا ہے جو رنگے ہاتھوں پکڑا جائے۔ حالانکہ کھلونے تو بنتے ہی ٹوٹنے کے لئے ہیں کیونکہ کھلونے بچوں کے ہاتھوں میں جو جانے ہوتے ہیں۔

بات ہو رہی تھی الجھن کی۔۔۔الجھانے کی۔۔۔لیکن ہر اقتدار کے پیچھے ایک بابا جی بھی ہوتے ہیں جیسے گاؤں کے چوہدری خود ہی پٹواتے ہیں۔۔۔تھانے تک لے جاتے ہیں چوری کا کیس ڈلواتے ہیں۔ چھترول کرواتے ہیں۔۔۔پانی پلواتے ہیں اور۔۔۔اور۔۔۔پھر خود ہی چھڑواتے ہیں۔۔۔یوں لگتا ہے جیسے چوہدری نے۔۔۔بابا جی نے جو کہ بڑے ہی ذہین ہیں حلیم ہیں مخلص ہیں، صابر ہیں، شاکر ہیں، سوجھ بوجھ والے ہیں، تدبر و فراست ان کے گھر کی باندی ہے۔ لڑائی جھگڑے کو بہت برا سمجھتے ہیں ہر کوئی ان کی عزت کرتا ہے۔۔۔ان کا دم بھرتا ہے۔۔۔جبھی تو چوہدری۔۔۔بابا جی۔۔۔الجھن کا حال پیش کرتے ہیں۔۔۔الجھاتے نہیں۔۔۔سلجھا دیتے ہیں۔۔۔(اصل بات چھپ جاتی ہے۔۔۔جھوٹ لبادہ اوڑھے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے)۔ عقل مند لوگ الجھاتے بھی ہیں سلجھاتے بھی ہیں کیونکہ وہ عوام کو ''سائیڈ پوز'' جو دکھا ڈالتے ہیں۔ بقول ملک منظور حسین راج گڑھ والے ''رنجیت سنگھ کانا'' نے تین مصور بلوائے اور انہیں کہا۔۔۔''میرا سکیچ'' بناؤ ایک مصور نے اپنا شاہکار پیش کیا اور رنجیت سنگھ کو دو آنکھوں والا بنا کر پیش کر دیا۔ رنجیت سنگھ کے حکم سے اس کا سر قلم کر دیا گیا کہ رنجیت سنگھ کو برا لگا کہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا۔۔۔کانے کو کانا نہیں بنایا۔۔۔دوسرا مصور پیش ہوا۔۔۔اس نے رنجیت سنگھ کو اصلی حالت میں پیش کر دیا۔۔۔سر اس کا بھی قلم ہو گیا۔ کیونکہ ''حقیقت'' کوئی بھی دیکھنا پسند

نہیں کرتا۔۔۔ایسے میں تیسرا مصور پیش ہوا اور انعام واکرام سے نوازا گیا۔۔۔کیونکہ اس نے ''سائیڈ پوز'' ایجاد کر دیا تھا۔

دلوں کے بھید خدا جانتا ہے۔۔۔ہمیں تو احمد کی شرارت کا پتہ ہے۔۔۔اور اس کے کزنوں کا اس کے ہاتھوں خوار ہونا۔۔کیونکہ اپنا توڑا ہوا کھلونا۔۔۔دوسروں کے سر۔۔۔''مڑھ'' دینا۔۔۔''تھوپ'' دینا۔۔ہی فن ہے اور وہ اس فن میں ماہر ہے۔۔۔اور ہمیں فنکاروں سے بہر حال محبت ہے۔۔۔ورنہ ہم۔۔۔''نالے اور''سر سٹھ'' کے چکر میں پڑے رہیں گے۔۔۔کیونکہ پرانا محاورہ ہے''زبردست کا جوتا سر پر''۔۔۔سوری میں نے آپ کو الجھا دیا۔۔۔اگلا کالم پڑھیئے گا سارے معاملے انشاء اللہ سلجھا دیں گے کیونکہ ہمارے ہمسائے میں ''چوہدری علی احمد بھی رہتا ہے اور بابا عابد کمالوی بھی۔

بقول روبی جعفری۔۔۔

اب وفا کا تذکرہ اے جان جاں رہنے بھی دو
میں اگر ہوں بے اماں تو بے اماں رہنے بھی دو
خوش گماں میں بھی نہیں ہوں تم بھی ہو کچھ بد گماں
بے گمانی کا یہ عالم درمیاں رہنے بھی دو
قید ہے روبی نظر آتا نہیں لیکن حصار
مت سناؤ زندگی کی داستاں رہنے بھی دو

چور بازار

بعض لوگ سیاست کا سہارا لے کر کس طرح ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، **چور بازار** پڑھ کر آپ بخوبی اندازہ لگا سکیں گے۔جرم و سراغرسانی کی دلچسپ کہانی۔ ایک سپر مارکیٹ میں ہونے والی عجیب وغریب چوریوں کا احوال جہاں دکانوں کا ساز و سامان تالا توڑے اور نقب لگائے بغیر غائب ہو رہا تھا۔اثر نعمانی کے تخلیق کردہ سراغرساں ندیم اختر کا کارنامہ۔ **چور بازار** کتاب گھر کے **جاسوسی ناول** سیکشن میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کروڑ پتی ہونا ایک لکھ پتی کا

''آپ اگر میری مدد کر دیں تو میں شکر گزار ہوں گی مسئلہ یہ ہے کہ میرا اگلا شدید خراب ہے پیٹ میں درد بھی ہے بخار بھی روز سوا چار بجے ہو جاتا ہے چلنا چاہتی ہوں تو دل گھبراتا ہے مکیش کا گانا۔۔۔ ''جانے کہاں گئے وہ دن۔۔ کہتے تھے تیری راہ میں۔۔نظروں کو ہم جھکائیں گے''۔۔ گانے کو دل کرتا ہے لپ اسٹک لگاتی ہوں تو دل چاہتا ہے کہ کوئی اور لگاؤں وہ اتار کے دوسری لگاتی ہوں تو دل چاہتا ہے پہلے والی لگالوں۔۔۔بس بے چینی ہے۔۔رات پہلے کھانسی شروع ہوتی ہے۔۔۔سب گھر والے، محلے دار یہاں تک کہ بچے بوڑھے بیدار ہو کر مجھ سے منہ بند رکھنے کی درخواست کرتے ہیں تا کہ وہ آرام سے سو سکیں۔۔۔مگر کھانسی بند نہیں ہوتی۔۔۔کیبل پر لگا کوئی نیم پسندیدہ پروگرام دیکھنا شروع کرتی ہوں تو کھانسی بند ہو جاتی ہے لیکن پھر گھر والے محلے والے ٹیلی ویژن کی تیز آواز سے پریشان ہوتے ہیں لیکن میں کیا کروں مجھے آہستہ آواز میں ٹیلی ویژن لگانا برا محسوس ہوتا ہے ویسے بھی ہم آزاد شہری ہیں جتنا دل چاہے گا ٹی وی کا والیوم کھولیں گے طالبان بم دھماکے کر رہے ہیں خودکش حملے جاری ہیں کوئی انہیں نہیں روک سکتا تو ہم کیوں ٹیلی ویژن آہستہ آواز میں لگائیں۔

میری یہ کیفیت کچھ دنوں سے ہے۔۔۔گلے کی خرابی کے لئے (سوری خرابی دور کرنے کے لئے) میں نے لگاتار تین شام میں گول گپے کھائے (کھٹا بہت زیادہ ڈال کے) ٹماٹر سوپ پیا۔۔۔خوب مصالحے ڈال کے اور کسی کے بتانے پر املی ایک پاؤ دوپہر دھوپ میں بیٹھ کر چبائی۔۔۔حیرت زدہ ہوں کہ افاقہ کیوں نہیں ہو رہا۔۔۔آپ کے کالم پڑھتی ہوں سو فیصلہ کیا آپ سے مشورہ کریں آپ کا مشورہ چونکہ بذریعہ کالم ہم پڑھیں گے سو دوسری جوان لڑکیاں بھی اس سے استفادہ کر سکیں گی۔۔۔اگر آپ کی عمر تیس سال سے کم ہے تو بھائی جان اگر پچاس سال سے کم ہے تو انکل جی اور اگر آپ ستر سال یا اس سے زیادہ عمر کے ہیں تو بزرگو۔۔۔آپ کو میرا بہت بہت سلام ہو آپ کی فین (Fan)۔۔۔بکھرو شہزادی۔۔(نوٹ) اپنا فون نمبر (موبائل) بھی لکھا ہے محض اس لئے کہ آپ میرے مرض کے بارے میں مزید جاننا چاہیں تو صبح آٹھ بجے سے اگلی صبح سات بج کر ساٹھ منٹ تک آپ مجھ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔۔میرے موبائل سیٹ کا رسیور ذرا خراب ہے تین چار دن میں نے دھوپ میں رکھا ہے لیکن آواز ٹھیک نہیں ہوئی۔۔۔آپ کے پاس اس سلسلہ میں کوئی نسخہ ہو تو ضرور بتا دیجئے گا۔۔۔پھر بھی درخواست ہے کہ جب فون کریں تو ذرا اونچی آواز میں بولئے گا اور میں آہستہ بولتی ہوں۔۔۔آپ اپنے کالموں میں ذرا شاعری کم کریں کیونکہ پھیکی ہوتی ہے۔۔۔شکریہ۔۔۔بکھرو شہزادی۔

یہ ای میل مجھے موصول ہوئی اور میں نے تین بار پڑھی ممکن ہے میں دس بار پڑھتا مگر کمپیوٹر خراب ہو گیا۔۔۔اور سب درمیاں میں ہی رہ

گیا اور چونکہ فون نمبر تھا اس لئے میں نے محترمہ سے پہلی فرصت میں ہی بات کر لی اور ان کی درخواست بھی مان لی۔۔اور بہت بلند آواز میں کہا۔۔۔بہن بگھرو شہزادی بول رہی ہیں" ہاں ہاں بول رہی ہیں۔۔۔ مگر آہستہ بات کریں آپ کانوں سے بہرے تو نہیں" میں بڑا شرمندہ ہوا اور پریشان بھی۔۔۔غصے میں میں نے بھی نسخہ بدل دیا۔۔۔حالانکہ پہلے میرا خیال تھا کہ جو نسخہ میں نے شدید گلے کی انفیکشن کے لئے ڈاکٹر گلزار حسین سے لکھوایا تھا وہ بتاؤں گا۔۔۔جب شہزادی نے مجھے ڈانٹا تو میں نے نسخہ یوں بتایا۔۔۔بہن بھگرو شہزادی۔۔۔آپ یوں کریں کہ ہر کھانے کے ساتھ آدھ پاؤ نہایت کھٹا۔۔۔اچار ضرور استعمال کریں اور گھر میں پکا کھانا بند کر دیں۔بازار سے خاص طور پر اس چوک سے ضرور چیزیں خرید خرید کر کھائیں جہاں ہر وقت گرد و غبار مٹی دھول اڑتی ہو۔

بھائی آپ جو کوئی بھی ہیں۔۔۔پلیز فون بند کریں یہ گلے خراب کے نسخے اپنے پاس سنبھال کر رکھیں اور بوقت ضرورت خود پر استعمال کریں اور قبرستان جانے کی تیاری کریں میرے کمپیوٹر سے میری قصور شہر سے (قصوری میتھی اور نور جہاں والا قصور) آئی کزن نے نہ جانے کیوں یہ ای میل آپ کو کی ہے۔۔۔اگلے سال دسمبر میں وہ دوبارہ آئے گی تو میں اسے کہوں گی کہ آپ سے پھر رابطہ کریں اور یہ تلخ نسخے بھی لکھ لے۔۔۔کیونکہ اس کا گلا اکثر خراب رہتا ہے۔۔۔ظالم کی بچی نے البتہ موبائل نمبر میرا دیا ہے اس پر میں اس کی شکر گزار ہوں۔۔۔اب میں فون بند کر رہی ہوں۔۔۔پندرہ دسمبر کو چونکہ آپ کی سالگرہ ہے اس لئے آپ کو پیشگی "ہیپی برتھ ڈے ٹو یو"۔

کیونکہ میرے امتحانات ہو رہے ہیں اس لئے جس دن میرا آخری پرچہ ہوگا میں کالج سے آتے ہی آپ کو "مس کال" دوں گی آپ کال کر لیجئے گا صرف سٹار پلس کے مشہور ڈراموں کے دوران ڈسٹرب نہ کیجئے گا ورنہ۔۔۔۔شکریہ۔۔۔

میں دیر تک۔۔۔اس الجھے ہوئے تعلق کے بارے میں سوچتا رہا مجھے یہ تعلق اس الجھی ہوئی ای میل سے بھی زیادہ پیچیدہ لگا جو امریکہ سے مجھے اور میرے سینکڑوں دوستوں کو اکثر آتی ہیں کہ "فری لوٹو" کے تحت آپ کا ای میل نمبر فلاں فلاں خوش قسمت نمبر قرار پایا۔۔۔یہ امریکہ کی مشہور لاٹری ہے۔۔۔آپ افریقہ میں موجود ہمارے فنانس کے نمائندے سے جس کا نام دگر گوں جون ہے رابطہ کریں اور صرف تین دن کے اندر اندر کریں۔۔۔ورنہ۔۔۔؟! نیا نیا نیٹ استعمال کرنے والا سب سے پہلے اپنی گاؤں میں رہتی ضعیف پھوپھی کو اطلاع دیتا ہے۔۔۔"پھوپھو میری امریکہ میں دس لاکھ ڈالر کی لاٹری نکل آئی ہے۔حساب کتاب کریں تو پاکستانی حساب سے یہ چھ کروڑ سے زیادہ روپے بنتے ہیں۔۔۔اب میں تمہاری ان پڑھ بیٹی بشیراں سے شادی نہیں کر سکتا بہتر ہے اب آپ اپنی چھوٹی بیٹی جو لاہور میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہی ہے اور جس نے پچھلے سال "کسی وجہ" سے میرے سر پر میرا ہی جوتا اٹھا کر دے مارا تھا اسے میرے نکاح میں دے دیں۔۔۔کیا ہوا جو میں میٹرک میں فیل ہو گیا تھا اور اب تک بیکار ہوں۔۔۔محلے کی نیٹ والی دوکان میں گھسا رہنا میرا مشغلہ ہے جو آپ سب کو برا لگتا تھا۔۔۔اب دیکھیں میں نے اس مشغلے کے باعث کتنی بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے"۔۔فون بند۔۔۔

ادھر پھوپھی کے ہاں افراتفری پھیل گئی۔۔۔نت گراں اور لاہور کے درمیان موبائلوں پر گھنٹیاں بجنے لگیں۔۔۔کہ مرید حسین کیانی نے بھی افریقہ کے گاؤں میں دگر گوں جون سے رابطہ کیا جس نے بہت ای میل ایڈریس بھی دیئے اور وہاں کے فون نمبر بھی۔

لیجئے جناب نت گراں کا مرید حسین کیانی اب اکڑ اکڑ کے گراں کی گلیوں میں پھر رہا ہے۔۔۔ دھڑکتے دل کے ساتھ دو دوستوں کو مرید حسین کیانی نے ساتھ بٹھایا اور دگرگوں جون سے بات جیت شروع کی ٹوٹی پھوٹی انگریزی (دونوں طرف سے) جب مرید حسین کیانی کی انگلش ختم ہوگئی تو اس نے دگرگوں جون کو پوٹھوہاری میں کہا "لے جان شہزادے گراں دے سب تو پڑھے لکھے جاتک نال گل کرتے اپنی گل سمجھا"۔

جاتک سے بات ہوئی اور دگرگوں جون نے بتایا کہ یہ دس لاکھ ڈالر تمہیں مل سکتے ہیں پہلے تم اپنے کریڈٹ کارڈ کے ذریعے تین ہزار ڈالر ہمیں بھیج دو۔۔۔ جو کہ اس لاٹری میں شرکت کے لئے فیس کے طور پر ہم وصول کریں گے۔۔۔ اور اگر تم یہ ممبر شپ فیس جمع نہ کرا سکے تو لاٹری کی انعامی رقم نہیں مل سکے گی۔۔۔ پہلے فیس دو پھر انعام لو۔۔۔!

گراں میں ہلچل مچ گئی۔۔۔ مرید حسین کیانی کے امیر ہونے کی خبریں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئیں۔۔۔ دو لاکھ روپے بھی اکھٹے ہونے کی تیاری شروع ہوگئی۔۔۔ ہزاروں روپے ادھر ادھر سے ادھار لے کر مریدے نے افریقی گاؤں میں مقیم دگرگوں جان سے کئی طرح کے سودے بازیاں کرنے کی کوشش کی لیکن۔۔۔ معاملہ طے نہ ہو سکا۔۔۔ یہاں تک کہ انگریزی کے ماہر "جاتک" نے مزید انگریزی بولنے سے جواب دے دیا ہے۔ بغیر فیس کے تو نہ وکیل کام آتا ہے نہ ڈاکٹر۔۔۔

اس دوران ای میلز بھی دھڑا دھڑ آتی جاتی ہیں جن میں الٹی میٹم بھی دیئے جاتے ہیں۔ "مرید عباس کیانی جلدی کرو ورنہ گاڑی گزر جائے گی۔۔۔ اور گراں کی پگڈنڈیوں پر ذلیل وخوار ہوتے رہو گے اور کروڑوں سے محروم بھی ہو جاؤ گے"

اس دوران پتہ چلا کہ راولپنڈی کے بڑے ڈاکخانے میں اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر عبدالحئ ساحل گراں آئے ہیں۔۔۔ چونکہ پورا گراں ان سے ہر کام میں مشورہ کرتا ہے لہذا معاملہ ان کے سامنے پیش ہوا۔۔۔ عبدالحئ ساحل نے سر پکڑ لیا۔۔۔ مرید عباس کیانی تم اللہ کا شکر ادا کرو تمہارے چند ہزار ضائع ہوئے ایک ہم جیسے انگریزی بولنے والے افریقی سے گفتگو ہوئی۔۔۔ باقی سب فراڈ ہے ادھر تم نے دو اڑھائی لاکھ کریڈٹ کارڈ کے ذریعے بھیجے ادھر تمہیں کورا جواب مل جاتا اور تم دو اڑھائی لاکھ زمین گروی رکھ کر قرضہ لے کر گراں والوں کو پیسے دے کر ساری عمر بینک کی قسطیں ادا کرنے میں گزار دیتے۔

عبدالحئ ساحل کی تقریر جس میں تنبیہ بھی تھی برف بن کر مرید عباس کیانی اور اس کے دوستوں پر گری۔۔۔ کسی کا دل نہیں مانتا تھا کہ دنیا میں جدید قوموں کے لوگ بھی ہم جیسے غریب لوگوں سے فراڈ کرنے میں مصروف ہیں اس دوران پھوپھی کا پیغام بھی گھر پہنچ گیا۔۔۔ کہ کشور تو کیا اب ہم مرید عباس کو بشیراں کا بھی رشتہ نہیں دیں گے کہ کل کلاں کو وہ ایسا ہی کوئی اور خواب دیکھ کر ہمیں پریشان کردے اور خود گلی گلی بے عزت ہوتا پھرے۔

مرید عباس نے پھوپھی کا پیغام اس وقت سنا جب ڈاکٹر سخت محنت کے بعد اسے ہوش میں لے آنے میں کامیاب ہوئے۔

میرا تازہ کلام ملاحظہ ہو۔۔۔

ہر آنکھ نے پوچھا کیا ہے یہ
دل بولا موت کا رقص ہے دیکھ

حیراں تھی عقل۔۔۔وہ کہنے لگی
یہ آگ دوزخ کا عکس ہے دیکھ
خون رنگ آنسو بھی چیخ پڑا
کہیں تجھ میں مجھ میں نقص ہے دیکھ
لاشوں سے گھڑیاں نوچے گا
کیسا بے درد یہ شخص ہے دیکھ

دجّال (شیطان کا بیٹا)

انگریزی ادب سے درآمد ایک خوفناک ناول۔علیم الحق حقی کا شاندار اندازِ بیاں۔شیطان کے پجاریوں اور پیروکاروں کا نجات دہندہ **شیطان کا بیٹا**۔جسے بائبل اور قدیم صحیفوں میں **بیسٹ (جانور)** کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔انسانوں کی دُنیا میں پیدا ہو چکا ہے۔ ہمارے درمیان پرورش پا رہا ہے۔شیطانی طاقتیں قدم قدم پہ اسکی حفاظت کر ہی ہیں۔اسے دُنیا کا طاقتور ترین شخص بنانے کے لیے مکروہ سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے۔معصوم بے گناہ انسان، دانستہ یا نادانستہ جو بھی شیطان کے بیٹے کی راہ میں آتا ہے، اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

دجال...... یہودیوں کی آنکھ کا تارہ جسے عیسائیوں اور مسلمانوں کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کرنے کا مشن سونپا جائے گا۔ یہودی کس طرح اس دُنیا کا ماحول **دجال کی آمد** کے لیے سازگار بنا رہے ہیں؟ **دجالیت** کی کس طرح تبلیغ اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے؟ دجال کس طرح اس دُنیا کے تمام **انسانون پر حکمرانی** کرے گا؟ **666** کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو یہ ناول پڑھ کے ہی ملیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو شروع کرنے کے بعد ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ دجال ناول کے تینوں حصے **کتاب گھر** پر دستیاب ہیں۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

فنکار علی مراد "کیسی بلندی۔۔کیسی پستی"

میں اکیلا اکثر بیٹھا سوچتا ہوں کہ ہرفن مولا یعنی مشہور و مقبول فنکار علی مراد۔(ممکن ہے آپ نے یہ نام زیادہ نہ سن رکھا ہو لیکن اب تو سن لیا ہے ناں۔۔کل کو جب مشہور ہوں گے تو کہیں گے کہ ہمیں حافظ مظفر محسن نے متعارف کرایا تھا)۔۔فنکار نہ ہوتا۔۔۔تو شاید پھر بھی فنکار ہی ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس کا انداز دل کو بھاجاتا ہے۔۔۔اگرچہ کسی کے دل کو بھائے نہ بھائے مجھے اور ایم مجاہد کو بہر حال بھاجاتا ہے اور ہم دونوں کو علی مراد اچھا لگتا ہے۔۔۔اور علی مراد کے گھر والوں کو ہم بہت برے لگتے ہیں کہ بقول ان کے علی مراد کر ضرور فنکار بنا کر چھوڑیں گے۔

ے یوں کھو گئے تیرے پیار میں ہم
اب ہوش میں آنا مشکل ہے

چند مہینے پہلے جب مشہور میگزین "گوگو" کی سالانہ تقریب اور لکھاری ملن پارٹی میں کراچی کے سب سے مشہور علاقے صدر کے ایک پلازہ کی چھت پر علی مراد اس گانے پر پرفارم کر رہا تھا سب محو تھے۔۔کھوئے ہوئے تھے۔۔۔سیاست اور فلم کی دنیا، جہاں لیڈر اور ہیرو کو ہر دم عوام کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔۔وہیں مجھے سیاست میں چوہدری شجاعت حسین اچھے لگتے ہیں تو فلمی دنیا میں علی مراد۔ میں جب بھی فلم انڈسٹری کی تباہ حالی پر غور کرتا ہوں۔۔۔مجھے جہاں دوسری بہت سی وجوہات دکھائی دیتی ہیں وہیں اک وجہ مجھے اور شاید سب سے بڑی وجہ فلم انڈسٹری کی خوفناک ناکامی کی علی مراد سے فلم والوں کا ناروا سلوک ہے۔۔۔علی مراد نے سنا ہے کئی بار لاہور روانہ ہونا چاہا اس نے نامور پروڈیوسر سے رابطہ کیا۔۔۔حسن عسکری کا پتہ کیا تو بتایا گیا کہ ان کی آنکھ میں موتیا اتر آیا ہے بڑھاپے کی وجہ سے لہذا وہ دن کی روشنی میں گھر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ سرور بھٹی نامور فلم پروڈیوسر سے رابطہ کیا تو اطلاع آئی کہ وہ فلم "مولا جٹ" بنانے کے بعد زمین بوس ہو گئے کیونکہ چند عقل مند لوگوں نے غلطی سے فلم مولا جٹ دیکھ لی اور وہ خوش ہوئے کہ یہ مزاحیہ فلم صرف دس سال سے کم عمر بچوں کے لئے ہے۔اس لئے مولا جٹ بھی گیا۔۔۔سرور بھٹی بھی گیا۔۔۔فلم مولا جٹ سے پہلے اگر سلطان راہی کو ڈاکو پڑ جاتے تو یقیناً مولا جٹ کا کردار علی مراد کو ہی کرنا پڑ جاتا اور فلم آسمان کو چھوتی ایک بار علی مراد نے ریاض گجر سے رابطہ کرنا چاہا جو بہت بڑے پروڈیوسر ہیں۔۔۔تو پتہ چلا کہ وہ بھینس کے آگے بین بجانے گئے جہاں ایک بھینسے نے ان پر حملہ کر دیا اور ریاض گجر کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا جس کے لئے وہ لاہور کے علاقے گوالمنڈی حستا گسیاں والا (مشہور ہڈی جوڑنے کے معالج) کے پاس ہیں۔اس لئے جب تک گردن کا منکا ٹھیک نہ ہو جائے علی مراد کراچی میں ہی قیام کریں اور چھوٹی موٹی محفلوں میں رقص۔۔سوری فن کا مظاہرہ کر کے اپنا پیٹ پالیں تاکہ فن میں مزید پختگی بھی آ جائے اور سونا آگ میں جل کر کندن بن جائے۔اک بات جو وحید مراد اور علی مراد میں مشترک نظر آتی ہے وہ ہے مالی پریشانیاں اور سائیکالوجیکل پرابلم۔۔۔وحید مراد اپنی آخری فلم کے بعد ان چیزوں کا شکار رہا جبکہ ہمارے دوست علی مراد اپنی پہلی فلم آنے سے پہلے ہی ان مسائل کا شکار ہو گئے میرا دل چاہتا ہے کہ

''گوگو'' میگزین کی ایک ٹیم کے ساتھ۔۔۔اپنے علی مراد کا پینل انٹرویو کروں تا کہ وہ سب صلاحیتیں باہر نکل آئیں اور شائقین۔فینز (Fans) وغیرہ ان چیزوں سے استفادہ کر سکیں لیکن عادل گلزار (جی ہاں جن کی حال ہی میں شادی ہوئی ہے) سب ایڈیٹر ماہنامہ ''گوگو'' وہ فی الحال میری اس تجویز سے اتفاق نہیں کر رہے وہ کہتے ہیں ابھی انٹرویو کی گنجائش نہیں نہ ہی اس کی ضرورت ہے ابھی علی مراد کو پھلنے پھولنے دو۔۔۔پر پرزے نکالنے دو۔۔۔خود کو فن میں ڈھالنے دو اپنے آپ کو سنبھالنے دو خود کو۔دلدل سے نکالنے دو (معاشی بدحالی دلدل ہی ہوتی ہے)۔

میں کہتا ہوں اتنا کچھ پا لینے میں ایک مدت لگے گی اور ممکن ہے کہ کل کلاں کو علی مراد سپر ستار بن جائیں اور ہمیں انٹرویو کے لئے ٹائم ہی نہ دے۔۔۔جیسے رنگیلا مرحوم فلم انڈسٹری میں آنے سے پہلے فلموں کے بورڈ لکھا کرتے تھے اور پھر ایسے مشہور ہوئے کہ شریف لوگوں کو وقت لینے کے لئے سخت دشواری کا سامنہ کرنا پڑا۔خاص طور پر ان دنوں جب وہ ان فلموں میں کام کر رہے ہوتے جہاں گدھے کے بغیر فلم مکمل ہونا مشکل تھا۔۔کیونکہ جب فلم ''انسان اور گدھا'' بن رہی تھی تو رنگیلا کے دروازے پر دو تین گدھے بیٹھے۔رنگیلا کا انتظار کرتے رہتے۔۔۔اس آس میں کہ شاید رنگیلا کی نیم سنہرے بالوں والے گدھے پر نظر پڑ جائے اور وہ کہیں ''آجا کا تم میں ٹیلنٹ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور تم ہی ہو جو میرے مقابلے میں اداکاری کر سکتے ہو لیکن ''پھر پھر'' کی آواز پھر میں ہی نکالوں گا۔''نقل بمطابق اصل'' کے اصول کے عین مطابق۔۔۔ایک گدھے نے تو سنا ہے محض رنگیلا نے جب اسے مسکراتے دیکھا اور عندیہ دیا کہ تمہیں فلم میں کاسٹ نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ہنہنا کر خودکشی کر لی۔۔۔رنگیلا نے سنا ہے اپنی اگلی فلم ''میں بھی تو انسان ہوں'' میں خودکشی کرنے والے گدھے کے سگے بھائی کو کاسٹ کر لیا تھا اور گدھوں نے رنگیلا کے حق میں پکی ٹھٹھی سمن آباد (ان کی رہائش گاہ کے پاس) موٹر پر جلوس نکالا اور دولتیاں بھی ماریں۔گدھے سے یاد آیا اپنے ساجد قریشی جیسا کہ فرماتے ہیں کسی فیملی نے اخبار میں ضرورت رشتہ کے لئے اشتہار دیا کہ لڑکی کے لئے ایسا رشتہ درکار ہے کہ لڑکا وفادار سر جھکا کر چلنے والا، جفاکش، خاموش طبع اور خوش مزاج ہو۔۔۔اگلی صبح جب گھر سے مالک باہر نکلا۔۔۔تو اس نے دیکھا کہ کسی نے اس کے دروازے پر ایک عدد گدھا باندھ رکھا تھا اور ساتھ ایک چٹ لگی تھی ''رشتہ حاضر ہے''۔عین آپ کی ضرورت کے مطابق اور خواہش کے مطابق۔۔۔ویسے یہ ایک لطیفہ تو ہو سکتا ہے حقیقت میں ایسے رشتے ''کہاں''۔۔؟

بات کا آغاز ہوا تھا میرے اور ایم مجاہد کے پسندیدہ دوست فنکار علی مراد سے لیکن بات چل نکلی رنگیلا کی طرف۔۔پھر۔

آپ سمجھتے ہی ہیں رنگیلا کا ذکر ہو اور گدھے درمیان میں نہ آئیں اور گدھے جہاں آئیں وہاں۔۔ماحول خوش گوار نہ ہو۔۔میں اس خوشگوار ماحول کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ''یہ بم دھماکے بند ہو گئے'' ''اگر امریکہ اور اس کی پالیسوں کا بول بالا پاکستان میں ہو گیا'' تو یہاں پھر سے ''فلم انڈسٹری'' (حالانکہ ہمیں فلم کے ساتھ انڈسٹری کا لفظ نہیں لگانا چاہئے) فلورش کرے گی۔۔۔اور اور پھر کئی۔۔۔رنگیلے۔۔کئی علی مراد اپنی فنکاریوں کا مظاہرہ کرنے لگیں گے۔۔اور جب ''فلم'' بنے گی تو سارے لوازمات بھی ساتھ ہوں گے، گدے بھی، دولتیاں بھی اور عوام کے قہقہے بھی۔۔آپ سمجھ رہے ہیں ناں۔۔میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔۔۔آپ کو یہ سب شاید بہت برا لگے۔۔لیکن علی مراد کو یہ سب یقیناً اچھا لگے گا۔۔۔کہ مستقبل کے مشہور فنکار علی مراد کے مستقبل کا سوال ہے۔۔۔اللہ کرے ہم سب کا مستقبل محفوظ ہو۔۔۔آمین۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ڈسکہ کا حجام، پسندیدہ کلام، اک ادھوری شام

"مائیں نی میں کینوں آکھاں"۔۔۔ میں نے پہلا فقرہ ہی سنا اور کھو سا گیا۔۔۔"ٹھک ٹھک ٹھک" کسی نے گھر کا دروازہ زور زور سے پیٹا۔۔۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا باہر کی طرف دوڑا۔۔۔ پیچھے سے۔۔۔ بہت پیچھے سے دھیمی دھیمی آواز۔۔۔ کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔"مائیں نی میں کینوں آکھاں"۔۔۔"میاں کہاں ہوتے ہو آج سترہ تاریخ ہے اور تم نے مجھے سترہ چکر لگوائے ہیں۔۔ مجھے پتہ ہے دودھ اب تم کسی اور سے لینے لگے ہو لیکن پچھلے مہینے کے پیسے تو نکالو۔۔۔ ورنہ چوک چوراہے میں بے عزت ہونے کے لئے تیار رہو"؟ میں نے منت سماجت کی دودھ والے کو ٹالا۔۔۔ ٹھک دروازہ بند کیا۔۔۔ آکر ٹیپ جس میں میں نے نئی کیسٹ ڈالی تھی کہ مزے سے حامد علی بیلا کی گائی ہوئے شاہ حسین کی کافی سنوں گا، کو ٹھڈا مارا اور چارپائی پر لیٹ کر اپنا اور اپنے بچوں کا مستقبل سوچنے لگا۔۔۔ جو میرے اردگرد بیٹھے کسی معجزے کے منتظر تھے۔ اس دور میں معجزے کہاں ہوں گے جب چھینا جھپٹی چل رہی ہے بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ دوستوں سے خیر کی توقع نہیں بلوچستان میں شورش بپا ہے لیکن حکومت ابھی وزیرستان میں مصروف ہے۔ کوئٹہ میں کئی سال سے ڈسکہ شہر کا ایک حجام رہائش پذیر تھا کچھ دن قبل اسے جب وہ اپنی دوکان پر بیٹھا تھا کسی نقاب پوش نے آکر گولی مار دی۔ آج میں نے اس کے بھائی سے تعزیت کی۔ یہ قطعہ بھی آپ کی نظر ہے۔۔۔

مجھ سے ہے ناراض وہ بھائی ڈسکے والا
شعر کی دنیا کا وہ سپاہی ڈسکے والا
کوئٹہ شہر میں قتل ہوا ہے کل محسنؔ
سالوں سے مقیم تھا نائی ڈسکے والا

بھلا ایسے بے ہودہ موڈ کے ساتھ پسندیدہ گلوکار کا گانا کیا ماحول بنائے گا۔ کبھی کبھی غلط وقت پر سنے گئے ہنستے مسکراتے گانے بھی رلا دیتے ہیں یہ سب موڈ کی بات ہے۔

نہ جانے میں کب سو گیا۔۔۔ نیند آئی مچھر بھی آ گیا۔۔۔ یہ ظالم کبھی اکیلا نہیں آتا۔ ہمیشہ "فیملی کے ساتھ" "موو" (Move) کرتا ہے۔ اس کی فیملی ممبران ایک سے بڑھ کر ایک ہیں کیونکہ سب کے سب مچھر ہیں۔۔۔ آجکل تو مچھر کی بھوں بھوں میں تکبرانہ انداز محسوس ہوتا ہوگا۔۔۔ جو کام ایٹم بم نہیں کر سکتا وہ آجکل مچھر کر سکتا ہے۔"ڈینگی بخار"۔۔ مچھر کو ٹھیک طرح سے اپنی طاقت اور قوت کا اندازہ ہو جائے تو وہ کسی کو اپنے ساتھ اڑنے نہ دے۔۔۔ اور گندگی کے جتنے ڈھیر شہر میں بکھرے پڑے ہیں ان پر اکیلا ہی قبضہ جما لے اور اپنی محبوبہ کے ساتھ گاتا پھرے اڑتا پھرے۔۔۔

آ جا میں ہواؤں میں فضاؤں میں لے چلوں

تو ہی تو۔۔۔۔ میرا دوست۔۔۔۔۔۔۔

اور دونوں اک ساتھ دن بھر کے تھکے مارے لوگوں کو کاٹتے پھریں اور ڈینگی بخار بانٹتے پھریں۔۔ کیا خوبصورت تحفہ ہے ادارے سوئے ہوئے ہیں تو ایسے تحفے تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔ مکھیاں بے چاری بھی ہیں بظاہر بے ضرر، ٹیکہ تو نہیں لگاتیں، بس ہیپا ٹائٹس پھیلاتی ہیں۔ چھوٹی موٹی بیماریوں کی تو آپ بات نہ کریں۔ کیونکہ ڈاکٹروں کو بے روزگار بھی تو نہیں کرنا۔

رات کئی بار اٹھا۔۔۔ کبھی مچھر تنگ کرے کبھی بچہ رونے لگے رات تین بجے ہمسائے میں لڑائی شروع ہوگئی۔۔۔ باپ بچوں کو مار پیٹ رہا تھا۔۔ بچوں کی ماں شوہر کو اس مار پیٹ سے روک رہی تھی۔۔۔ میں نے دیوار کے ساتھ کان لگا کر غور کیا۔۔۔ تو پتہ چلا کہ شوہر نے ایک کپ چائے کے لئے چینی کسی جگہ چھپا کے رکھی تھی جو اسے شک تھا کہ بچوں نے کھا پی لی بچے رو رو کے قسمیں کھا رہے تھے کہ ہم نے ڈیڑھ چمچ چینی نہیں چرائی۔۔۔ لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ بچوں کی ماں نے شوہر کو دلاسہ دیا کہ میں ہمسائے سے منت سماجت کر کے تمہیں دو چمچ چینی لا دیتی ہوں۔۔۔ میں نے چھلانگ لگائی۔۔۔ بھاگا۔۔۔ باورچی خانے کی طرف۔۔۔ جہاں میں نے بھی دو چمچ چینی اک جار میں ڈال کے رکھی ہوئی تھی۔۔۔ میں نے چینی جلدی سے چھپانا چاہی اس سے پہلے کہ ہمسائی آ کر منت سماجت کرے۔۔۔ میں نے

ایک سلور کی ''پتیلی'' الٹی کی اس پر پاؤں رکھا اور جار اونچی جگہ رکھنے ہی والا تھا کہ ٹھک ٹھک ہوئی۔۔۔ دروازے پر۔۔۔ ہمسائی آ چکی تھی۔۔۔ میں جذباتی ہوگیا میں نے لمبا ہاتھ کر کے جار روشن دان میں رکھنا چاہا۔۔۔ ''دھڑام'' میں بھی نیچے۔۔۔ چینی سارے باورچی خانے میں بکھر گئی۔۔۔ بیوی نے افراتفری میں دروازہ کھول دیا تھا۔۔۔ میں بکھرا تو نہیں لیکن جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوتا محسوس ہوا۔۔۔ بیوی اور ہمسائی نے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا۔۔۔ ہمسائی نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا۔۔۔ میرا پھر گرنے کو دل چاہے۔۔۔ بار بار گروں وہ بار بار اٹھائے لیکن پھر بیوی کی خونخوار نظریں۔۔۔ میں نے ''ہائے ہائے'' کیا اور ماحول قدرے بہتر ہوگیا۔۔۔ ''چینی'' ہمسائی بولی۔۔۔ یہ بکھری پڑی ہے۔۔۔ میں نے پورے باورچی خانے میں ہاتھ کے اشارے سے بکھری چینی دکھاتے ہوئے کہا۔۔۔ ہمسائی کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔۔۔ وہ پھر لڑے گا۔۔۔ بچوں کو مارے پیٹے گا وہ بڑبڑائی۔۔۔ میں اب کے یہ تشدد نہ ہونے دوں گی۔۔۔ بشیراں تو مت گھبرا میں نے تین چار چمچ چینی ایمرجنسی کے لئے چھپا رکھی ہے۔۔۔ ابھی لا کے دیتی ہوں۔۔۔ بیوی باورچی خانے سے باہر نکل گئی۔ چینی لینے کے لئے۔۔۔ ہمسائی اور میں اکیلے باورچی خانے میں تھے۔۔۔ دور کہیں سے آواز آ رہی تھی (باہر سردیوں کی پہلی بارش شروع ہو چکی تھی)

اے ابر کرم آج اتنا برس

اتنا برس کے وہ۔۔۔۔

''ہائے مر گئی''۔۔۔ ہمسائی زور سے بولی۔۔۔ کیا ہوا؟!۔۔۔ بشیراں۔۔۔ وہ بھائی جی میں نے تو آج کپڑے دھو کر باہر صحن میں سوکھنے کے لئے ڈال رکھے تھے اور یہ تیز بارش شروع ہوگئی ہے۔۔۔ وہ باورچی خانے سے بھاگتی ہوئی نکلی ادھر سے بیگم آ گئی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔کیا ہوا۔۔۔یہ بشیراں کدھر گئی۔۔۔کیوں بھا گی۔۔۔چینی چھوڑ کر۔۔۔۔آج کے دور میں چینی چھوڑ کر کون بھا گتا ہے۔۔

وہ اس کے کپڑے بھیگ رہے تھے۔۔۔کیوں؟ کس نے بھگوئے اس کے کپڑے۔۔۔بیوی بولی۔۔وہ کہہ رہی تھی؟!

تم خود پوچھ لینا اس سے۔۔۔میں نے اتنا کہا اور باہر نکل گیا۔۔۔۔میں نے جا کر اونچی آواز میں ٹیپ پر لگی نئی کیسٹ لگا دی۔

ے مائیں نے میں کینو آکھاں

درد وچھوڑے دا حال نی

مائیں نے میں کینو آکھاں

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں؟

اگر آپ شاعر/مصنف/مولف ہیں اور اپنی کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں تو ملک کے معروف پبلشرز "علم و عرفان پبلشرز" کی خدمات حاصل کیجئے، جسے بہت سے شہرت یافتہ مصنفین اور شعراء کی کتب چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے۔خوبصورت دیدہ زیب ٹائٹل اور اغلاط سے پاک کمپوزنگ، معیاری کاغذ، اعلیٰ طباعت اور مناسب دام کے ساتھ ساتھ پاکستان بھر میں پھیلا کتب فروشی کا وسیع نیٹ ورک...... کتاب چھاپنے کے تمام مراحل کی مکمل نگرانی ادارے کی ذمہ داری ہے۔آپ بس میٹر (مواد) دیجئے اور کتاب لیجئے......

خواتین کے لیے سنہری موقع...... سب کام گھر بیٹھے آپ کی مرضی کے عین مطابق......

ادارہ علم و عرفان پبلشرز ایک ایسا پبلشنگ ہاؤس ہے جو آپ کو ایک بہت مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ ادارہ ہذا پاکستان کے کئی ایک معروف شعراء/مصنفین کی کتب چھاپ رہا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں......

عمیرہ احمد	ماہا ملک	فرحت اشتیاق	رخسانہ نگار عدنان	قیصرہ حیات	انجم انصار
نازیہ کنول نازی	نگہت عبداللہ	رفعت سراج	نبیلہ عزیز	نگہت سیما	میمونہ خورشید علی
وصی شاہ	ہاشم ندیم	طارق اسماعیل ساگر	ایم۔اے۔راحت	اعتبار ساجد	شیما مجید (تحقیق)
محی الدین نواب	علیم الحق حقی	امجد جاوید	جاوید چوہدری	ایس۔ایم۔ظفر	

مکمل اعتماد کے ساتھ رابطہ کیجئے۔علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور ilmoirfanpublishers@yahoo.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

ہم تو ڈوبے ہیں ''میاں''

انسان اپنی حرکتوں سے پہچانا جاتا ہے کچھ لوگ اپنی گاڑی کے رنگ سے پہچانے جاتے ہیں اسلم صاحب نے موٹر سائیکل خریدی دفتر میں دوستوں نے شرطیں لگا لیں کہ یہ رنگ موٹر سائیکل کا خاص فرمائش کر کے لیا گیا ہے جیسے بڑی گاڑیاں، بہت زیادہ مالیت کی گاڑیاں گاہک کے حکم پر تیار کی جاتی ہیں رنگ۔۔۔رنگ کیسا؟ اسٹیئرنگ کیسا؟! کہاں کہاں سونا چاندی یا ہیروں کا استعمال ہوگا۔ ایسے ہی اسلم کی موٹر سائیکل۔۔۔واہ واہ۔۔۔ ایک دن مجھے کہنے لگے میں نے سردی میں منہ پر مفلر لپیٹا ہوتا ہے اس پر ہلمٹ بھی۔۔۔آپ ہیں کہ دور سے جان لیتے ہیں میاں اپنی موٹر سائیکل پر غور کرو کسی سے پوچھ لو بلکہ میں شرطیہ کہتا ہوں کہ پورے برصغیر میں اس رنگ کی موٹر سائیکل کسی کے پاس نہ ہوگی۔ جیسے وہ پرانا سکھ جو فریج فریزر بیچنے والے کی دوکان پر گیا اور پوچھا۔۔ ''یہ الماری کتنے کی ہے؟'' مالک نے کہا۔۔

''ہم نہیں بیچیں گے''۔۔۔سکھ پھر گیا۔۔۔ پھر وہی جواب۔۔ تیسری دفعہ سکھ دوکان میں داخل ہوا دروازے پر ہی مالک نے کہا۔ ''ہم نہیں بیچیں گے''۔۔۔سکھ نے اصرار کیا کہ الماری دیں نہ دیں۔۔۔آپ صرف یہ بتا دیں کہ آپ مجھے پہچان کیسے لیتے ہیں۔۔۔آپ فریج کو ہمیشہ کپڑوں والی الماری سمجھتے ہیں۔۔ یعنی خود اپنی پہچان کروا لیتے ہیں۔۔۔ کچھ لوگ اپنی ڈبل عینک، ڈبل شیڈ بالوں (کہیں سفید کہیں براؤن کہیں سے کالے) ڈبل چن (ٹھوڑی) اور ڈبل پیٹ سے پہچانے جاتے ہیں جیسے ڈبل ڈیکر بس دور سے ہی نظر آ جاتی تھی۔۔۔پہلے یہ بس۔۔۔بہت پہلے لاہور کے ریلوے اسٹیشن سے پاگل خانے جاتی تھی لوگ پوچھنے پر بتاتے۔۔۔ ذرا پاگل خانے تک جا رہا ہوں۔۔ اب کچھ دوستوں سے شام کو پوچھو کدھر کا ارادہ ہے تو ہنس کے کہہ دیتے ہیں ذرا پاگل خانے۔۔ یعنی گھر تک جا رہا ہوں۔ کچھ عورتوں سے پوچھو۔۔۔ بھابھی کہاں ہیں بھائی صاحب۔۔۔ ''وہ پاگل''۔۔۔ باہر نکلا ہے۔۔ ''موبائل ہوگا اس کے پاس؟ ادھر ہی کہیں چھوڑ گیا ہوگا۔۔۔ موبائل تو عقل مندوں کے لئے ایجاد ہوئے ہیں؟ اور اگر ایسے مردوں سے اُس کی بیویوں کے بارے میں پوچھ لو۔۔۔ تو ہنس دیں گے پھر سنجیدہ ہو جائیں گے۔۔۔ ''یار پچاس سال سے ا س کے گلے شکوے سن سن کر تنگ آ گیا ہوں چڑیا گھر تک گیا تھا کم از کم وہاں ''گھر'' سے تو زیادہ سکون ہوتا ہے؟! اور کچھ جانوروں سے دوستی بھی ہو گئی ہے، پانچ روپے کی ٹکٹ میں دوہرا مزا۔ بھائی کے اصرار پر میں بھائی اور بھابھی کے ساتھ بھیاء کا معائنہ کروانے گیا۔ اپنے ڈاکٹر افتخار صاحب کے پاس ایک کالج کے پرنسپل بھی رہے ہیں۔۔۔ بہت پڑھے لکھے ڈاکٹر ہیں اور فنون لطیفہ کے ماہر بھی۔۔۔ کمرے میں بڑے بڑے سرداروں کی تصاویر لگی ہیں یعنی بھٹو کے ساتھ ایوب خان کے ساتھ محمد خان جونیجو کے ساتھ۔۔۔

مزاح کو سمجھتے ہیں مریض کی تسلی وتشفی کے لئے مذاق بھی کرتے ہیں اور ماحول خاصہ خوشگوار رہتا ہے دوسرے ڈاکٹروں کی طرح دو تین

ہزار کے ٹیسٹ کروالیتے ہیں۔ ایسی دوائیاں بھی لکھ دیتے ہیں جو اُن کے اپنے سٹور کے علاوہ کہیں سے بھی نہیں مل سکتیں۔ ہاں ہاں محسن خیر ہے تم دونوں بھائیوں نے پیٹ بڑھانے کا مقابلہ کیوں شروع کر دیا ہے۔ جناح باغ میں داخلے کی ٹکٹ تو نہیں۔۔۔ کچھ علاج کرواپنا۔۔۔ وغیرہ۔۔۔ بھائی صاحب نے بازو آگے کی۔۔۔ ڈاکٹر صاحب نے گھور کر عینک کے بیچ میں سے دیکھا۔۔۔ اوہ میاں ہوش کرو بے بہا بلڈ پریشر ہائی ہونا اچھی علامت نہیں۔ کیا وجہ ہے اس قدر ہائی بلڈ پریشر کی۔۔۔؟ ''یہ'' بھائی جان نے بھابھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔ ہم سب ہنس دیئے بھابھی صاحبہ سنجیدہ ہی رہیں۔۔۔ ڈاکٹر صاحب ہم چودہ پندرہ سال سے کینیڈا میں مستقل رہائش پذیر ہیں۔۔ جب بھی پاکستان آتے ہیں یہاں لنڈے سے کپڑے خرید کر لے جاتے ہیں اور پہننے پر مجبور کرتے ہیں۔۔ میں احتجاج کرتی ہوں تو کہتے ہیں محنت سے کمائے ڈالروں کو اپنے ہاتھوں آگ نہ لگاؤ۔۔ پھر دانت میں درد ہو تو علاج نہیں کرواتے۔۔ کہتے ہیں کہ کینیڈا اور امریکہ میں دانتوں کا علاج باقی بیماریوں کے مقابلے میں بہت زیادہ مہنگا ہے۔۔ اپنی دائیں گال دو ماہ تک سوجن کا شکار رہی علاج نہیں کروایا ہائے ہائے کرتے رہے۔ پاکستان جاؤں گا تو علاج ہوگا۔۔ یہاں پاکستان آئے ہیں کسی بہن بھائی سے نہیں ملے۔ سیدھا ریلوے سٹیشن کے باہر بیٹھے دانتوں کے معالج کے پاس لے گئے اس بچارے نے پندرہ بیس روپے لئے۔۔ فخر سے بولے، دیکھا ہزاروں ڈالر بچ گئے۔ اس لئے میں پاکستان اور ان کے دندان سازوں سے بے حد محبت کرتا ہوں۔۔۔ ڈاکٹر صاحب نے پوری تفصیل سنی، انہوں نے کہا۔۔ بی بی تم بھی اپنا بلڈ پریشر چیک کراؤ۔۔ بھائی صاحب نے بھابھی کو گھورا۔ مگر انہوں نے جھٹ بازو آگے کر دیا۔۔۔ ''دھس''، ''دھس''، ''دھس'' ڈاکٹر صاحب نے آلہ لگایا۔۔ ''اُف'' یہ تو نا قابل برداشت حد تک زیادہ ہے بلڈ پریشر۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے گھورتے ہوئے بھابھی سے کہا۔ "بی بی اس قدر ہائی بلڈ پریشر کی کیا وجہ ہے۔ "یہ صاحب" بھابھی صاحبہ نے بھیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور بھائی صاحب نے سڑک کی طرف منہ پھیر لیا۔ جیسے چوہدری کے باہر ساکت و جامد کھڑے " کنڈم" کیئے ہوئے جہاز کو دیکھ رہے ہوں۔ اپنی ذمہ داری جہاز پر شفٹ کر رہے ہوں۔ میں بھیا اور بھابھی صاحبہ کو حیرت اور پریشانی سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دونوں میں کس قدر انڈرسٹینڈنگ ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے ہائی بلڈ پریشر کا باعث بن رہے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی مشکلات اور پریشانیاں آپس میں بانٹ رہے ہیں۔ شئیر کر رہے ہیں اور سچے بھی کتنے ہیں کہ ڈاکٹر بیماری کی وجہ کے بارے میں پوچھ رہا ہے اور کس قدر "محبت" سے دونوں کہہ رہے ہیں کہ یہ بیماری کا" تحفہ" مجھے بیوی نے دیا ہے اور بھابھی کہہ رہی ہیں کہ یہ سب ان کے کرم سے ہوا ہے! ویسے ڈاکٹر صاحب پر مجھے اُس وقت بہت غصہ آیا مجھے وہ بہت برے لگے۔ اور میں نے عہد کیا کہ جب عنقریب میری بیوی ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہے گی تو میں ایسے سچے اور کھرے ڈاکٹر کے پاس ہر گز ہر گز نہیں جاؤں گا کیونکہ ڈاکٹر نے بھیا اور بھابھی صاحبہ کی باتیں سننے کے بعد آہستہ سے کہا۔!؟

"خود تو ڈوبے ہیں" میاں" تم کو بھی لے ڈوبیں گے "؟!

اٹامک پاور۔۔عوامی چیف سیکرٹری اور سزائیں

کسی سے کسی بھی وقت انسان کسی بھی بات پر اختلاف کرسکتا ہے اس کام میں دوسرے فریق کی مرضی ومنشاء کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔بس اختیار والا ہونا ضروری ہے اور یہ اختیار بندہ خود ہی حاصل کر لیتا ہے جیسے بندہ اپنی مرضی سی اپنے اختیار کے تحت جب چاہے خود کشی کر لے چھوٹے موٹے اختلاف کے باعث۔

یعنی انسان خود ہی عدالت لگائے خود ہی بطور مجرم پیش ہو اور خود ہی سزا سنا کے اس پر عمل بھی کر ڈالے۔

مجھے بھی طالبان سے اختلاف ہے۔۔''دو قوتوں'' کے درمیان اختلافات ویسے کوئی اچھی علامت نہیں؟! میرا خیال تھا یہ کوئی جمہوری /مذہبی تنظیم ہے مگر عمران خان کی تحریک انصاف کی طرح تحریک طالبان میں بھی جمہوریت نام کی کوئی چیز دور دور تک نظر نہیں آتی۔۔وہاں بات عبداللہ محسود سے شروع ہوتی ہے اور حکیم اللہ محسود تک جا پہنچتی ہے ابھی ابھی خبر آئی کہ نئے امیر مولوی نور جمال بھی کرسی امارت پر براجمان ہو چکے ہیں۔لیکن میں حیران ہوں کہ آخر یہ 'امیر' نامزد کون کرتا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ۔۔۔

''جس کی لاٹھی اس کی بھینس''

''سیاست میں کیوں آئے سائنس''

یعنی طالبان نے جہاں اپنے قانون بنا ڈالے وہاں سائنس بھی ان کی اپنی ہی ایجاد کردہ ہے۔

ویسے یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ طالبان میرے ''اکسانے'' پر الیکشن کا اعلان کردیں۔۔اور پھر پہاڑوں پر گروپ کی صورت میں اپنے اپنے پہاڑ پر الیکشن مہم کا آغاز شروع ہو جائے۔۔فلاں پہاڑ۔۔۔طالبان کے ''بندوق گروپ'' کے قبضے میں ہے اور وہاں ''طالبان خودکش'' گروپ ہرگز ہرگز نہیں جاسکتا۔۔۔!اور پتہ چلے کہ ''بندوق گروپ'' کے مرکزی امیدوار برائے امیر۔''خودکش گروپ'' کے حملہ میں ہلاک ہو گئے اور ''شہید'' کہلائے۔۔۔!دوسری طرف ''بندوق گروپ'' نے خفیہ طور پر بڑی محنت سے تیار ''خودکش گروپ'' کی ''جیکٹس'' کے گودام کو آگ لگا دی۔۔۔جس سے آدھا پہاڑ زمین بوس ہو گیا۔۔۔لہذا شدید کشیدگی کے باعث اعلان کرنا پڑا'' چونکہ جمہوریت راس نہیں آئی۔۔۔لہذا۔۔۔گروپ اپنے اپنے ''امیر'' نامزد کر کے وہی کام شروع کر دیں جو پہلے ہوتے رہے ہیں یعنی جو کام طالبان نے نہیں بھی کیے جن کے پیچھے بھارت اور یہودی لابی ہے وہ بھی اپنے کھاتے میں ڈال لیں اور برف پوش پہاڑوں پر سخت سردی کا مزہ لیں۔۔۔اور مکئی کے ''سٹے'' کوئلوں پر جلا جلا کر کھائیں۔۔۔اور امید ہے دوسری طرف تین چار نئے۔۔آنے والے دنوں کے لئے ''امیروں'' کے انٹرویو بھی جاری ہوں گے بہرحال میری پریشانی ابھی وہیں ہے کہ یہ انٹرویو

کون کرتا ہے یعنی ''امیر'' کون بناتا ہے کیونکہ ''غریب'' تو دن بدن بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور غریب سے غریب بنتے ہیں یعنی غریب+غریب=غربت۔۔۔آجکل تو غربت سے تنگ لوگ بچے تک فروخت کر رہے ہیں یعنی بچے اتنے وافر ہوگئے کہ محکمہ بہبود آبادی کے باوجود سیل پر چیز ہونے لگی۔ویسے ابھی تک کسی نے ایسے سرراہ بکتے بچے بلونگڑے خریدے نہیں۔کیونکہ یہ واحد پراڈکٹ ہے جس میں پاکستانیوں کی اکثریت خودکفیل ہے۔

آپ نے سنا ہوگا۔۔۔ایک غریب کرایہ دار نے مالک مکان سے کہا ''میاں اپنے مکان کی مرمت شرمت کراؤ۔۔ساری ساری رات چوہے ناچتے رہتے ہیں''؟! کمروں میں باورچی خانہ میں!

مالک نے تلخی سے سنجیدہ ہو کر جواب دیا۔۔تو کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ۳۰۰۰ روپے مہینہ کرایہ میں چوہوں کی جگہ یہاں ''نرگس'' ناچے؟!اس بے ہودگی پر شرمندہ ہوں کیونکہ لگتا ہے عوام کو اتنی سی بے ہودگی پسند ہے میں بھی تو عوام ہوں اب تو چیف سیکرٹری بھی عوام ہیں اور عوامی عدالت کے فیصلے کے سامنے سرنگوں بھی۔قانون کیا کہتا ہے گاڑی کون چلا رہا تھا۔۔بس پھندا چیف سیکرٹری کے گلے میں فٹ بیٹھا اور ''بے چارے'' رخصت پر چلے گئے۔

غریب آدمی یہاں بول بھی نہیں سکتا۔۔۔پچھلے دنوں لاہور کے ایک ۳۵۰۰ روپے مہینہ کرایہ پر دو کمرے لے کر چھوٹی سی فیکٹری چلانے والے کو گیس کا بل ایک ارب روپے زائد آگیا۔۔۔چینلز کو ایک مذاق مل گیا۔۔حسب معمول۔۔عوام نے دیکھ دیکھ کر انجوائے کیا۔مگر بل بھیجنے والے سنجیدہ ہی رہے۔۔۔انہیں ''غریب'' کی یہ انجوائے منٹ بھی اچھی نہ لگی۔۔۔وہ غریب آدمی جب بل درست کرانے گیا تو سوئی گیس والوں نے بھی تلخی دکھائی اور غصے میں ''حسب عادت'' کہا۔۔۔'' جاؤ میاں پہلے یہ بل جمع کراؤ۔۔۔پھر درخواست دینا اس بل کی درستگی کے لئے۔۔۔''!اندازہ کریں ''عقل'' ہمارے معاشرے میں کتنی وافر مقدار میں ہے اور اس کا استعمال بھی کس قدر عام ہے اور جو چیز عام ہو جائے اس کی عوام و خواص بے قدری شروع کر دیتے ہیں۔نہ ہی عقل مندوں کی قدر ہے نا ہی عقل کا استعمال بہت زیادہ ہو رہا ہے۔

میری شدید خواہش ہے کہ میں طالبان ''امیروں'' سے مل کر پوچھوں۔۔۔حضور آپ کا مقصد حیات کیا ہے۔لیکن ڈرتا ہوں وہ میرا گریبان نہ پکڑ لیں۔۔''میاں تمہارا اور تمہارے راہنماؤں کا کیا مقصد حیات ہے جو آتا ہے عوامی خدمت کے حوالے سے زمین آسمان ایک کر دینے کا دعوٰی کرتا ہے لیکن آسمان تو وہیں رہتا ہے زمین پر گندگی مزید بڑھ جاتی ہے۔انسان انسان کے خون میں ہاتھ رنگتا چلا جا رہا ہے کل کراچی میں خوفناک خونی کھیل کھیلا گیا۔ایک مذہبی اجتماع میں دھماکہ ہوا لاشیں و زخمی ہسپتال پہنچ رہے تھے کہ وہاں بھی خودکش نے آگ لگا دی خون بکھیر ڈالا۔۔۔یہ ''امیروں'' کے حکم سے غریب کیوں کچلے جا رہے ہیں۔کاش پتہ چل جائے یہ ''امیر'' کون نامزد کرتا ہے ہم سب اس کے پاؤں پڑ جائیں۔۔''اے''''امیر'' بنانے والے۔۔رحم کر۔۔۔غریبوں کو معاف کر دے۔۔۔غریبوں کو اپنی مرضی کی زندگی گزارنے دے۔تیرا بس کیوں صرف اور صرف پاکستان کے غریبوں پر ہی چلتا ہے۔یہاں غریب پہلے ہی امتحان گاہ میں بیٹھے ہیں پرچہ تھما دیا گیا ہے۔۔۔نہ لکھنے کو قلم ہے نہ ہی وہ ہاتھ ہے جس سے کچھ لکھا جا سکے۔ایسے امتحانات کا نتیجہ۔۔صرف اور صرف ''سزا'' ہوتی ہے۔۔لگتا ہے امیر بنانے والوں نے عہد کر لیا ہے کہ

پاکستانیوں کو صرف اور صرف ''فیل'' کرنا ہے اور ''سزا'' دینی ہے شاید اٹامک پاور بن چکنے کی پاداش میں؟۔۔۔بقول عبدالرحمٰن عابد۔۔۔۔

آج اے مکین دل
سینے میں ہراس ہے
آنکھ وقف یاس ہے
عشق بے لباس ہے
تیرے بن اے جان من
جی بہت اداس ہے

میرے خواب ریزہ ریزہ

جو چلے تو جاں سے گزر گئے جیسے خوبصورت ناول کی مصنفہ ماہا ملک کی ایک اور خوبصورت تخلیق۔ میرے خواب ریزہ ریزہ کہانی ہے اپنے ''حال'' سے غیر مطمئن ہونے اور ''شکر'' کی نعمت سے محروم لوگوں کی۔ جو لوگ اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں، وہ زمین سے آسمان تک پہنچ کر بھی غیر مطمئن اور محروم رہتے ہیں۔
اس ناول کا مرکزی کردار زینب بھی ہمارے معاشرے کی ہی ایک عام لڑکی ہے جو زمین پر رہ کر ستاروں کے درمیان جیتی ہے۔ زمین سے ستاروں تک کا یہ فاصلہ اس نے اپنے خوش رنگ خوابوں کی راہ گزر پر چل کر طے کیا تھا۔ بعض سفر منزل پر پہنچنے کے بعد شروع ہوتے ہیں اور انکشافات کا یہ سلسلہ اذیت ناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے رستوں کا تعین بہت پہلے کر لینا چاہیے۔
یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب ہے، جسے رومانی معاشرتی ناول سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

لیتے ہیں اور پھر پہچانتے بھی نہیں۔۔ غلطی کر کے اپنی غلطی مانتے بھی نہیں۔۔۔ مجھے افسوس ہے کہ مرزا غالب نے اس دھوکہ باز پھل کی شان میں ایک بھی شعر نہیں لکھا۔۔۔ شعر تو ویسے انہوں نے پسندیدہ پھل آم کے لئے بھی شاید نہیں لکھا۔ جس کے مرزا غالب عاشق تھے۔۔۔ مرزا غالب کے بعد دیر تک آم بھی اداس پھرتا رہا۔۔۔ ایسا قدر دان کہاں؟!

آج دوبئی سے خالد بھٹہ صاحب آئے تھے۔۔۔ اُن کے سامنے بھی تربوز اور آم کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔۔۔ بولے۔۔۔ یارو، تربوز سے یاد آیا۔۔۔ ایک دفعہ آپ نے چائنہ سے گنجے پن کے علاج کے لئے لوشن منگوایا تھا۔ جس کے ساتھ ہدایات جاری کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ یہ لوشن انگلی سے سر پر مت لگائیں ورنہ انگلی پر بھی بال اُگ آئیں گے۔۔۔ ایسے ہی ہماری دوبئی والی بھابھی صاحبہ بھی سارا دن اے۔ سی چلا کے سوئی رہتی ہیں۔۔۔ بھائی بھیاء اور انکی اکلوتی اولاد یعنی ایک گیارہ سال کا بچہ، موٹاپے نے زندگی برباد کر دی ہے کوئی دوا نہیں ایجاد ہوئی۔ ایک مرغا (روسٹ) منگواتے ہیں۔۔۔ مرغا بھی ذلیل ہوتا اور کھانے والے بھی۔۔۔ اس قدر آرام دہ زندگی۔۔۔ ''پھول کر کپا ہو گئے ہیں۔۔۔ سبز رنگ کے کپڑے پہن لیں تو۔۔۔ مت پوچھیئے۔۔۔ میں سمجھ گیا۔۔۔ بات پھلوں کی ہو رہی تھی کہاں آم اور کہاں بے چارہ تربوز۔۔۔ کہاں دوبئی میں رہنے والی نہایت خوشحال زندگی گزارنے والی بہت بڑی بڑی عورتیں اور کہاں ہمارے ہاں کی بیویاں۔۔۔ دن بھر محنت۔۔۔ خاوند بچوں کی خوب خدمت لیکن۔۔۔ خاوند کی جھاڑیں جھڑکیاں اور ضدی پن۔۔۔ مگر جدید تعلیم کے حصول نے یہاں بھی نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے۔ آپ بازار میں جائیں۔۔۔ اپنے شوہروں کے لئے خواتین خریداری کرتی دکھائی دیں گی۔۔۔ گاڑیاں چلاتی عورتیں اب شہروں میں آپ کو عام ملیں گی۔۔۔ اچھی تبدیلی ہے۔۔۔ بہرحال ابھی مزید تبدیلی کی گنجائش ہے۔۔۔ ''عورت راج'' کی طرف خاصی تندی سے چلتا جا رہا ہے ہمارا معاشرہ۔۔۔ مرد اگر اسی طرح تھوڑی دیر مزید سوئے رہے تو پانی سر سے گزر جائے گا۔۔۔ ویسے جہاں جہاں پانی سروں سے گزر چکا ہے وہاں کی صورتحال میں نے اپنی اس تازہ نظم میں بیان کی ہے۔۔۔ آپ بھی ملاحظہ کریں اور خود کو کسی جگہ فٹ کرنے کی کوشش کریں مزہ آجائے گا۔۔۔

دو دھاری تلوار سمجھ کر بیوی کو
پھولوں کی مہکار سمجھ کر بیوی کو

سونے جیسا منڈا اپنا دے ڈالا
شہر کا بڑا سونار سمجھ کر بیوی کو

جھکا رہا بیوی کے آگے جھکا رہا
ہائے قطب مینار سمجھ کر بیوی کو

حکم بجالانے میں ہر دم جلدی کی
ماسٹر کا نٹے دار سمجھ کر بیوی کو

بات بات پر وہ ڈانٹے اور ہم چپ

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

دھوکے باز پھل

ـــ واہ۔۔۔ میاں نمونہ
اندر مٹی باہر چونا

جب پہلی بار انسان کا تربوز کے پاس سے گزر رہوا ہوگا تو اس نے خوف کے مارے۔۔۔تر۔۔تا تا۔۔۔تا تا۔۔۔تر۔۔۔بوز کہہ ڈالا ہوگا یعنی اس تربوز کو بڑے بلکہ بہت بڑے سائز کی ''تر'' سمجھ لیا ہوگا مگر جب اس نے اس دھوکے باز پھل کو کھول کر دیکھا ہوگا۔۔۔انگلیاں آپس میں میٹھے سے چپک جانے کے بعد چاٹی ہوں گی۔۔۔تو وہ پھر تر تر۔۔۔تا تا۔۔۔تر تر۔۔۔بوز کہہ کر اچھل پڑا ہوگا۔۔۔گاڑھا سبز اور اندر سے لال سرخ۔۔۔ کیا کہنے اس ذائقے دار۔۔۔جو سو فیصد پانی ہے۔۔۔آپ چبانے کی کوشش کریں وہ منہ میں بکھر کر ادھر ادھر چلا جائے گا اور بالکل قابو میں نہیں آئے گا۔۔۔آپ نے آجکل ٹی وہ چینلز پر کئی بڑے بڑے ''ہدوانے'' بھی آپس میں الجھتے ہوئے دیکھے ہوں گے۔وہ بھی اک دوسرے کے ہاتھ نہیں آتے ادھر ادھر نکل جاتے ہیں۔۔۔آپ کو یقیناً پتہ ہوگا۔۔۔کہ پنجابی میں تربوز کو ''ہدوانہ'' کہتے ہیں۔۔۔اس وقت اخبارات میں آپ کو ایسی ہی دو شخصیات کی لڑائی پڑھنے کو ملے گی۔گورنر پنجاب نے کہہ دیا ہے ''رانا ثناء اللہ کی ڈگریاں چیک کراوں گا'' (بھلا اب اگر وہ خدانخواستہ جعلی بھی ہوں تو اُس سے کیا ملے گا؟) اُدھر رانا صاحب نے ارشاد فرمایا کہ جناب سلمان تاثیر باؤلے ہو گئے ہیں ان کو بارہ ٹیکے پیٹ میں لگوائے جائیں۔۔۔ گھروں میں ٹی وی دیکھتے بچوں کی خوب حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔وہ بھی آپس میں انہی لائنوں پر لڑتے ہیں الجھتے ہیں اور بور نہیں ہوتے بُرا نہیں مناتے، انجوائے کرتے ہیں ''اوئے'' کہنے پر شرمندہ نہیں ہوتے ''اوئے'' کہلا کر بھی شرمندہ نہیں ہوتے۔''دس از پارٹ آف دی گیم۔ بوائے''۔۔۔آجکل کے انسانوں کی طرح تربوز مزید چکر بازی بھی جب چاہے کر جاتا ہے۔۔۔آپ بڑے اعتماد کے ساتھ دس بارہ۔۔۔یا پندرہ بیس کلو کا تربوز خریدیں۔۔۔اتنا وزن دار تربوز محبت میں اٹھائیں۔شدید گرمی میں اسے کھا جانے کے تصور سے خوش ہوں۔۔۔ہونٹوں پہ زبان پھیریں اور گھر جا کر بڑے اہتمام کے ساتھ کاٹیں۔۔۔جیسے اچانک لائٹ بند ہو جانے پر۔۔۔غیر ارادی طور پر بچوں کے منہ سے نکلتا ہے۔۔۔''ہاؤ''۔۔۔ایسے ہی کچا اور اندر سے لال کی بجائے سفید تربوز دیکھ کے سب کے منہ سے نکلتا ہے۔۔۔''جاؤ'' یعنی اپنا اپنا جاؤ۔۔کام کرو۔۔۔یہ تو تربوز کی بجائے۔۔۔''کدو'' نکل آیا ہے۔۔۔لیکن اس پندرہ بیس کلو کے کدو کو آپ بطور سالن پکا نہیں سکتے۔۔۔ڈاکٹر مومن لطیف کہتے ہیں کہ ہم دیر تک اپنے بچپن میں تربوز کو ہاتھی کا انڈہ سمجھتے رہے اور حیرت زدہ ہوتے رہے۔۔

ان انسانی رشتوں کی طرح جو سیدھے چلتے چلتے۔۔۔اچانک راستہ بدل لیتے ہیں۔۔۔منہ بھی موڑ لیتے ہیں۔۔۔سارے بندھن توڑ

حاکم زمیندار سمجھ کر بیوی کو

در پردہ ہے نئی کہانی بھی سُن لو

سب رکھتے ہیں ہار سمجھ کر بیوی کو

کچھ کی ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں محسنؔ

ایک سوچار بخار سمجھ کر بیوی کو

بات چلی تھی تربوز سے آموں سے اور پہنچ گئی بیوی کے کڑوے رویے تک تلخ باتوں تک۔۔لیکن سچ کو ہم چھپا نہیں سکتے۔۔۔گرمیوں میں تربوز بھی کھانا ہے اور آموں سے بھی لطف اندوز ہونا ہے۔۔۔بدلتے زمانے میں اب یہ نہیں ہوسکتا کہ زندگی کی گاڑی کے دو پہیے مختلف سائز کے ہوں۔۔۔ایک ٹرک کا پہیہ دوسری طرف بے بی سائیکل کا پہیہ۔۔۔اب تو ایک ہی سائز کے پہیے ہوں تو گاڑی چلے گی کیونکہ اب گاڑی گاؤں کی پگڈنڈی پر نہیں لاہور کی مال روڈ پر چلتی ہے۔۔۔بیوی بھی جدید دور کے ٹی وی چینل دیکھتی ہے اور خاوند بھی (ذرا زیادہ غور سے دیکھتا ہے)

ایک 85 سالہ شخص نے اپنے ایک دوست کو شادی کی 60 ویں سالگرہ پر بلایا۔۔۔وہ بار بار بیوی کو کچن سے ''جان'' یا ''ڈارلنگ'' کہہ کر بلاتا اور کچھ نہ کچھ منگواتا۔۔۔

دوست اس محبت بھری ادا سے بہت متاثر ہوا اور کہے بغیر نہ رہ سکا۔۔۔

بولا۔۔۔''دوست! بڑی حیرت کی بات ہے، شادی کو ساٹھ سال گزرنے کے باوجود تم اپنی بیوی کو اتنے محبت بھرے ناموں سے بلاتے ہو''؟

شوہر نے رازدارانہ انداز میں جواب دیا۔۔

''یار۔۔کیا بتاؤں۔۔۔دس سال ہوئے میں بیوی کا نام بھول چکا ہوں''؟!؟

❀.....❀.....❀

فاصلوں کا زہر

طاہر جاوید مغل کا خوبصورت ناول۔محبت جیسے لازوال جذبے کا بیان۔دیارِ غیر میں رہنے والوں کا اپنے دیس اور وطن سے تعلق اور اٹوٹ رشتوں پر مشتمل ایک خوبصورت تحریر۔ان لوگوں کا احوال جو کہیں بھی جائیں، اپنا وطن اور اپنا اصل ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ناول فاصلوں کا زہر کتاب گھر پر موجود ہے، جسے **رومانی معاشرتی ناول** سیکشن میں پڑھا جاسکتا ہے۔

گدھے بھی۔۔دولتیاں بھی اور عوامی قہقہے بھی

میں اکیلا اکثر بیٹھا سوچتا ہوں کہ ہرفن مولا یعنی مشہور ومقبول فنکار علی مراد۔(ممکن ہے آپ نے یہ نام زیادہ نہ سن رکھا ہو لیکن اب تو سن لیا ہے ناں۔۔کل کو جب مشہور ہوں گے تو کہیں گے کہ ہمیں حافظ مظفر محسن نے متعارف کرایا تھا)۔۔فنکار نہ ہوتا۔۔۔تو شاید پھر بھی فنکار ہی ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس کا انداز دل کو بھا جاتا ہے۔۔۔اگر چہ کسی کے دل کو بھائے نہ بھائے مجھے اور ایم مجاہد کو بہر حال بھا جاتا ہے اور ہم دونوں کو علی مراد اچھا لگتا ہے۔۔۔اور علی مراد کے گھر والوں کو ہم بہت برے لگتے ہیں کہ بقول ان کے علی مراد کو ضرور فنکار بنا کر چھوڑیں گے۔

یوں کھو گئے تیرے پیار میں ہم
اب ہوش میں آنا مشکل ہے

چند مہینے پہلے جب مشہور میگزین ''گوگو'' کی سالانہ تقریب اور لکھاری ملن پارٹی میں کراچی کے سب سے مشہور علاقے صدر کے ایک پلازہ کی چھت پر علی مراد اس گانے پر پرفارم کر رہا تھا سب محو تھے۔۔کھوئے ہوئے تھے۔۔۔سیاست اور فلم کی دنیا، جہاں لیڈر اور ہیرو کو ہر دم عوام کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔۔وہیں مجھے سیاست میں چوہدری شجاعت حسین اچھے لگتے ہیں تو فلمی دنیا میں علی مراد۔میں جب بھی فلم انڈسٹری کی تباہ حالی پر غور کرتا ہوں۔۔۔مجھے جہاں دوسری بہت سی وجوہات دکھائی دیتی ہیں وہیں اک وجہ مجھے اور شاید سب سے بڑی وجہ فلم انڈسٹری کی خوفناک ناکامی کی علی مراد سے فلم والوں کا ناروا سلوک ہے۔۔۔علی مراد نے سنا ہے کئی بار لاہور روانہ ہونا چاہا اس نے نامور پروڈیوسر سے رابطہ کیا۔۔۔حسن عسکری کا پتہ کیا تو بتایا گیا کہ ان کی آنکھ میں موتیا اتر آیا ہے بڑھاپے کی وجہ سے لہذا وہ دن کی روشنی میں گھر سے باہر نہیں نکل سکتے۔سرور بھٹی نامور فلم پروڈیوسر سے رابطہ کیا تو اطلاع آئی کہ وہ فلم ''مولا جٹ'' بنانے کے بعد زمین بوس ہو گئے کیونکہ چند عقل مند لوگوں نے غلطی سے فلم مولا جٹ دیکھ لی اور وہ خوش ہوئے کہ یہ مزاحیہ فلم صرف دس سال سے کم عمر بچوں کے لئے ہے۔اس لئے مولا جٹ بھی گیا۔۔۔سرور بھٹی بھی گیا۔۔۔فلم مولا جٹ سے پہلے اگر سلطان راہی کو ڈاکو پڑ جاتے تو یقیناً مولا جٹ کا کردار علی مراد کو ہی کرنا پڑ جاتا اور فلم آسمان کو چھوتی ایک بار علی مراد نے ریاض گجر سے رابطہ کرنا چاہا جو بہت بڑے پروڈیوسر ہیں۔۔۔تو پتہ چلا کہ وہ بھینس کے آگے بین بجانے گئے جہاں ایک بھینسے نے ان پر حملہ کر دیا اور ریاض گجر کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا جس کے لئے وہ لاہور کے علاقے گوالمنڈی حنا گسیاں والا (مشہور ہڈی جوڑنے کے معالج) کے پاس ہیں۔اس لئے جب تک گردن کا منکا ٹھیک نہ ہو جائے علی مراد کراچی میں ہی قیام کریں اور چھوٹی موٹی محفلوں میں رقص۔۔سوری فن کا مظاہرہ کر کے اپنا پیٹ پالیں تاکہ فن میں مزید پختگی بھی آ جائے اور سونا آگ میں جل کر کندن بن جائے۔اک بات جو وحید مراد اور علی مراد میں مشترک نظر آتی ہے وہ ہے مالی پریشانیاں اور سائیکالوجیکل پرابلم۔۔۔وحید مراد اپنی آخری فلم کے بعد ان چیزوں کا شکار ہوا جبکہ ہمارے دوست علی مراد اپنی پہلی فلم آنے سے پہلے ہی ان مسائل کا شکار ہو گئے میرا دل چاہتا ہے کہ ''گو

گو' میگزین کی ایک ٹیم کے ساتھ۔۔۔اپنے علی مراد کا چینل انٹرویو کروں تاکہ وہ سب صلاحیتیں باہر نکل آئیں اور شائقین۔فینز (Fans) وغیرہ ان چیزوں سے استفادہ کرسکیں لیکن عادل گلزار (جی ہاں جن کی حال ہی میں شادی ہوئی ہے) سب ایڈیٹر ماہنامہ ''گوگو'' وہ فی الحال میری اس تجویز سے اتفاق نہیں کررہے وہ کہتے ہیں ابھی انٹرویو کی گنجائش نہیں نہ ہی اس کی ضرورت ہے ابھی علی مراد کو پھلنے پھولنے دو۔۔۔پر پرزے نکالنے دو۔۔۔خود کو فن میں ڈھالنے دو اپنے آپ کو سنبھالنے دو خود کو۔دلدل سے نکالنے دو (معاشی بدحالی دلدل ہی ہوتی ہے)۔

میں کہتا ہوں اتنا کچھ پالینے میں ایک مدت لگے گی اور ممکن ہے کہ کل کلاں کو علی مراد سپر سٹار بن جائیں اور ہمیں انٹرویو کے لئے ٹائم ہی نہ دے۔۔۔جیسے رنگیلا مرحوم فلم انڈسٹری میں آنے سے پہلے فلموں کے بورڈ لکھا کرتے تھے اور پھر ایسے مشہور ہوئے کہ شریف لوگوں کو وقت لینے کے لئے سخت دشواری کا سامنہ کرنا پڑا۔خاص طور پر ان دنوں جب وہ ان فلموں میں کام کررہے ہوتے جہاں گدھے کے بغیر فلم مکمل ہونا مشکل تھا۔۔۔کیونکہ جب فلم ''انسان اور گدھا'' بن رہی تھی تو رنگیلا کے دروازے پر دو تین گدھے بیٹھے۔رنگیلا کا انتظار کرتے رہتے۔۔۔اس آس میں کہ شاید رنگیلا کی نیم سنہرے بالوں والے گدھے پر نظر پڑجائے اور وہ کہیں ''آجا کا تم میں ٹیلنٹ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور تم ہی ہو جو میرے مقابلے میں اداکاری کرسکتے ہو لیکن ''پھر پھر'' کی آواز پھر میں ہی نکالوں گا۔''نقل بمطابق اصل'' کے اصول کے عین مطابق۔۔۔ایک گدھے نے تو سنا ہے محض رنگیلا نے جب اسے مسکراتے دیکھا اور عندیہ دیا کہ تمہیں فلم میں کاسٹ نہیں کیا جاسکتا۔۔۔جھنجھنا کر خودکشی کرلی۔۔۔رنگیلا نے سنا ہے اپنی اگلی فلم ''میں بھی تو انسان ہوں'' میں خودکشی کرنے والے گدھے کے سگے بھائی کو کاسٹ کرلیا تھا اور گدھوں نے رنگیلا کے حق میں پکی ٹھٹھی سمن آباد (ان کی رہائش گاہ کے پاس) موٹر پر جلوس نکالا اور دولتیاں بھی ماریں۔گدھے سے یاد آیا اپنے ساجد قریشی جیسا کہ فرماتے ہیں کسی فیملی نے اخبار میں ضرورت رشتہ کے لئے اشتہار دیا کہ لڑکی کے لئے ایسا رشتہ درکار ہے کہ لڑکا وفادار سر جھکا کر چلنے والا، جفاکش، خاموش طبع اور خوش مزاج ہو۔۔۔اگلی صبح جب گھر سے مالک باہر نکلا۔۔۔تو اس نے دیکھا کہ کسی نے اس کے دروازے پر ایک عدد گدھا باندھ رکھا تھا اور ساتھ ایک چٹ لگی تھی ''رشتہ حاضر ہے''۔عین آپ کی ضرورت کے مطابق اور خواہش کے مطابق۔۔۔ویسے یہ ایک لطیفہ تو ہوسکتا ہے حقیقت میں ایسے رشتے ''کہاں''۔۔؟

بات کا آغاز ہوا تھا میرے اور ایم مجاہد کے پسندیدہ دوست فنکار علی مراد سے لیکن بات چل نکلی رنگیلا کی طرف۔۔پھر۔

آپ سمجھتے ہی ہیں رنگیلا کا ذکر ہو اور گدھے درمیان میں نہ آئیں اور گدھے جہاں آئیں وہاں۔۔ماحول خوش گوار نہ ہو۔۔میں اس خوشگوار ماحول کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ''یہ بم دھماکے بند ہوگئے'' ''اگر امریکہ اور اس کی پالیسوں کا بول بالا پاکستان میں ہوگیا'' تو یہاں پھر سے ''فلم انڈسٹری'' (حالانکہ ہمیں فلم کے ساتھ انڈسٹری کا لفظ نہیں لگانا چاہئے) فلورش کرے گی۔۔۔اور اور پھر کئی۔۔۔رنگیلے۔۔کئی علی مراد اپنی فنکاریوں کا مظاہرہ کرنے لگیں گے۔۔اور جب ''فلم'' بنے گی تو سارے لوازمات بھی ساتھ ہوں گے، گدھے بھی، دولتیاں بھی اور عوام کے قہقہے بھی۔۔آپ سمجھ رہے ہیں ناں۔۔میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔۔۔آپ کو یہ سب شاید بہت برا لگے۔۔لیکن علی مراد کو یہ سب یقیناً اچھا لگے گا۔۔۔کہ مستقبل کے مشہور فنکار علی مراد کے مستقبل کا سوال ہے۔۔۔اللہ کرے ہم سب کا مستقبل محفوظ ہو۔۔آمین۔

امریکی امداد، دانشور قوم اور کشمالہ طارق

صبح سویرے۔۔بچوں کو اسکول چھوڑنے جانے سے پہلے میں دودھ لینے گیا تو کبیر بٹ دھوتی باندھے کھڑا تھا۔''سناؤ جی''۔۔''پوچھو جی''۔۔''امریکی امداد آرہی ہے''۔۔''جی ہاں''۔۔۔''یار یہ تم لوگ امریکی امداد سے اس قدر خوش کیوں ہو''؟! کبیر بٹ نے غصے سے پوچھا۔(میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے)۔

''ہم خوش ہیں۔۔ہم خوش ہوں گے۔۔۔یہ امریکی امداد لے کر۔۔۔ہر آدمی امداد لے کر خوش ہوتا ہے۔۔۔ہر آدمی کو خوش ہونا چاہئے۔۔۔میرے بیان پر کبیر بٹ مزید غصے میں آگیا۔۔۔بولا''غریب آدمی امداد لے کر خوش ہوتا ہے''۔۔۔''غلط بالکل غلط تحفے لینے سے پیار بڑھتا ہے''۔۔۔میری وضاحت پر مزید گرمی کھارہا تھا''!

''بہتر ہے آپ سعودی عرب سے قربانی کی کھالیں بھی اکٹھی کرلیں''ہاں۔۔۔''اللہ کرے ایسا ہو۔۔۔لیدر انڈسٹری فلورش کرے گی۔۔۔اللہ کرے ایسا ہو بکرا عید آرہی ہے سعودی عرب کے بادشاہ جو پہلے ہی ہم پر بڑے مہربان ہیں وہ کہہ دیں کہ ہم اس بار چالیس لاکھ بکروں کی قربانی کے بعد کھالیں اپنے برادر پاکستان کو دیں گے''۔مظفر صاحب چھوڑیں بحث آپ نے میری دوکان کو پرائیویٹ چینل بنادیا ہے جائیں بچوں کو اسکول چھوڑنے۔جائیں یہ بحث پھر کرلیں۔ملک نے ہنستے مسکراتے مشورہ دیا۔

یہ تو غیر اخلاقی بات ہے کبیر بٹ نے دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔۔''تمہارے نزدیک ہوگی یہ غیر اخلاقی بات ہمارے لئے تو قربانی کی کھالیں اکٹھی کرنا اچھی بات ہے ثواب کا کام ہے۔ٹینریاں لگیں گی۔۔لیدر تیار ہوگا۔میرے بوٹ آٹھ سو ننانوے روپے ننانوے پیسے کے ملتے ہیں۔قربانی کی کھالیں آجانے سے چار سو ننانوے روپے ننانوے پیسے میں ملیں گے۔میں پھر کرنل منظور کی طرح دو دو بوٹ خرید اکروں گا۔براؤن بھی۔۔کالا بھی۔۔۔کبھی براؤن کبھی کالا''۔۔!بوٹ سے مجھے صدر ہاؤس میں ایک وزیر صاحب کا چوری ہو جانے والا بوٹ یاد آگیا۔حکومت کو چاہئے لاہور سے عمرورک کو بلوائے اور اس بوٹ چوری کی انکوائری کروائے۔۔۔''یار امریکی امداد ڈائریکٹ تمہیں تو نہیں مل رہی وہ تو حکمرانوں کو ملے گی''۔۔۔کبیر بٹ نے وار کیا۔(لگتا تھا جان چھوڑنے کے موڈ میں نہیں)۔

''بیس سال پہلے نکالے سرکاری ملازم بیس سال بعد زرداری صاحب نے نہ صرف بحال کردیئے انہیں بقایا جات بھی ملے اور ترقیاں بھی جو حالانکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کام کرنے کے ہنر مندی بڑھنے سے ملتی ہیں لیکن صدر زرداری نے سب دے کر سب کو خوش کردیا۔۔۔اس لئے امریکی امداد آئے گی۔۔۔کچھ وہاں خرچ ہوگی۔۔۔کچھ یہاں خرچ ہوگی۔۔۔کچھ ادھر جائے گی کچھ ادھر جائے گی۔۔''اور تمہیں پتہ ہے ناں الطاف

مہر بھی زرداری اسکیم کے تحت چودہ سال بعد نوکری پر بحال ہو گیا ہے حالانکہ وہ کٹر مسلم لیگی بن چکا ہے میں ہنس پڑا۔''امریکہ کو چاہئے امداد کے طور پر چینی دے دے''۔۔۔کبیر بٹ بولا۔۔۔''آہا۔آ گئے نے بٹ صاحب لائن پر۔۔۔موجود ہے ناں آپ کے اندر بھی امداد طلب کرنے کا خواہش مند شریف پاکستانی''۔۔۔مجھے ہمارے محلے کا پولیس کانسٹیبل امداد خان یاد آ گیا۔۔۔پچھلے دنوں اس نے بلے گوشت والے کو بوسیدہ گوشت فروخت کرتے پکڑا تو اس نے منت سماجت کرتے ہوئے کہا۔''حضور چھوڑیں بات اوپر تک نہ لے جائیں۔۔۔آج آپ کو مفت میں تین کلو بغیر چربی کے قیمہ کھلاتا ہوں''۔۔۔امداد خان نے بلے گوشت والے کو ایک لگائی۔۔کمینے آدمی بہانے سے وہی گندہ گوشت مجھے بھی کھلانا چاہ رہا ہے تو۔۔قانون کے ساتھ مذاق؟۔۔!بعد میں پتہ چلا امداد خان نے بلے گوشت والے سے رشوت (امداد) لی اور سامنے والی گوشت کی دوکان سے تین کلو قیمہ (بغیر چربی۔۔بغیر بدبو) خرید ا اور اپنے گھر چلا گیا۔سو باؤ کبیر یہ گوشت اور قیمے والی کہانی میں نے محض اس لئے سنائی کہ چینی مہنگی بیچنے سے وہ امداد جو امریکہ ہمیں دے گا شوگر مل مالکان تک بھی پہنچ جائے گی اور اگر وہاں سے امداد کی صورت میں ہم نے چینی منگوالی تو یہاں شوگر ملیں بند ہو جائیں گی اور تم کیوں ''غریب'' شوگر مل مالکان کے پیچھے پڑے ہو۔۔۔تمہیں پتہ ہے ناں یہ سب شوگر ملیں۔۔۔''غریب'' سیاستدانوں کی ہی ہیں۔۔۔اگر چہ چوہدری شجاعت نے کہا ہے کہ ہم نے یہ سب شوگر ملیں فروخت کر دی ہیں۔۔۔اب ہمیں مہنگی چینی بیچنے والوں میں شامل نہ کریں۔ہم عدالت لگنے سے پہلے ہی بری ہو چکے ہیں۔

شکر ہے چوہدری شجاعت نے یہ نہیں کہہ دیا کہ ہم تو خود یوٹیلٹی سٹور سے قطار میں لگ کر سستی چینی لیتے ہیں۔صبح چوہدری پرویز الٰہی قطار میں لگتے ہیں اور شام کو مونس الٰہی۔۔۔۔ایسے میں کشمالہ طارق بھی یہ سوال اسمبلی میں اٹھا سکتی ہیں کہ ایم۔این۔اے فردوس عاشق اعوان والا کیس دبا دیں۔۔بس یہ حکم جاری کر دیں کہ ان خواتین کے لئے علیحدہ قطار ہو جو ایم۔این۔اے یا ایم۔پی۔اے ہیں تا کہ وہ آسانی سے قطار میں کھڑی ہو کر چینی لے سکیں۔۔کشمالہ طارق بڑی بردبار سیاست دان ہیں حکومت کو ان کی ہر بات پر غور اور عمل بھی کرنا چاہئے۔کہ یہ اب ایک نہایت سنجیدہ معاملہ ہے جیسے دو سکھ اکھٹے کہیں جا رہے تھے کہ ان کو سڑک کے کنارے پڑے دو بم مل گئے۔۔۔پہلے سکھ نے مشورہ دیا۔''چلو دونوں بم پولیس کر دے آتے ہیں''؟! دوسر سکھ۔۔اگر کوئی بم راستے میں پھٹ گیا تو۔۔۔؟!پہلا سکھ (سنجیدگی سے) جھوٹ بول دیں گے کہ ایک ہی ملا تھا۔۔۔

ٹی وی چینلو نے پوری قوم کو دانشور بنا دیا ہے۔۔۔۔ہر آدمی اب ہر موضوع پر کھل کر بات کرنا چاہتا ہے۔۔۔اپنا مشورہ ٹھونسنا چاہتا ہے اور دس منٹ میں ختم ہو جانے والی بات ڈیڑھ گھنٹے میں کرنے کا عادی ہوتا چلا جا رہا ہے۔نہ یقین آئے تو مفتی منیب اور بلور میں ہونے والا مقابلہ روز ہر چینل پر دیکھیں مزہ آئے گا۔علم میں اضافہ ہو گا یا نہیں یہ میں نہیں کہہ سکتا۔

میں کل بجلی کا بل جمع کرانے گیا۔۔۔۔بڑی لمبی قطار تھی۔۔۔لوگ شدید گرمی میں پسینے میں شرابور تھے کہ'' طالبان قیادت کی کمزوریاں طالبان قیادت کے لئے متوقع نام اور طالبان قیادت کے لئے مناسب نام جیسے موضوع پر بحث شروع ہو گئی ساتھ والی قطار میں کھڑی آپا بشریٰ نے ایک مدلل تقریر کر ڈالی اور سب لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا۔۔۔۔لوگ قطار میں کھڑے نہایت مزے سے آپا بشریٰ کی تقریر دیکھ سن رہے تھے۔۔۔اور سورج کی تپش کو بھول گئے۔۔۔۔اس دوران ہم نے بھی اپنا حصہ ڈالا اور خوب حکومت پر اور پھر طالبان پر بھی اپنا غصہ نکالا۔تنقید کی اور امریکہ پر بھی مرضی سے کیچڑ

اچھالا محلے میں شیخ تنویر سے ہمارا جھگڑا ہے اس کو بھی خوب لپیٹنا۔

اس دوران امید تھی کہ بل جمع کرانے والے سنجیدہ لوگوں کی اس خوفناک گفتگو سے جان چھوٹ جائے گی کہ کیشیئر خود کود پڑا اس نہایت سنجیدہ معاملے میں بل اور پیسے اک طرف رکھ کر خدا کی پناہ۔ اس دوران بارہ بج گئے۔۔۔ کیشیئر نے یہ کہہ کر "ٹھک" کھڑکی بند کردی کہ ٹائم ختم ہوگیا ہے۔۔۔سب لوگ گھروں کو واپس جائیں۔۔۔ خوامخوہ دھوپ میں مزید کھڑے ہو کر بیمار نہ ہوں ورنہ بل والے پیسے ڈاکٹر کو دینے پڑ جائیں گے۔۔۔کل صبح ذرا جلدی تشریف لائیں۔۔ تا کہ بل جمع کرنے کے ساتھ ساتھ طالبان مخالفت، امریکی مشروط اور غیر مشروط امداد، کشمالہ طارق۔۔۔عوام میں چینی کی مہنگائی کے باعث بڑھتا ہوا خوف و ہراس جیسے اہم ترین موضوعات پر کھل کر بحث کر سکیں۔۔۔ میں بھی آج انار کلی کے باہر فٹ پاتھ پر پرانی کتابیں ٹٹول کر مطلب کی کتاب نکالوں گا۔ رات ساری مطالعہ کروں گا اور بہتر ہے آپ بھی مطالعہ کر کے آئیں آپس میں بحث ومباحثہ کر کے آئیں تا کہ کل ساتھ ساتھ بل جمع ہوں اور ساتھ ساتھ ہم سیر حاصل گفتگو بھی کر سکیں۔ کسی بھی کامیاب عوامی چینل کی طرح۔ شکریہ۔

ایک سکھ نے مکھی کے دونوں پر توڑ کے کہا۔

"اڑ جا"۔۔۔"مکھی نہیں اڑی"

سردار بولا۔۔۔ثابت ہوا کہ اگر مکھی کے پر توڑ دیئے جائیں تو مکھی سن نہیں سکتی۔

سلگتے چہرے

ضوبار یہ ساحر کے جذبات نگار قلم سے ایک خوبصورت ناول...... اُن سُلگتے چہروں کی کہانی جن پر سجی آنکھوں میں انتظار کا عذاب لو دے رہا تھا۔ ایک ایسی لڑکی کی داستان حیات جسے اپنے خوابوں کو کچل کر میدانِ عمل میں آنا پڑا۔ اس کے نرم کجل جذبوں پر فرض کا ناگ پھن کاڑھے بیٹھا تھا۔ اس لئے محبت کو جانچنے پرکھنے کے فن سے وہ ناواقف تھی۔ لیکن اس سب کے باوجود دل کے ویرانے میں کہیں ہلکی ہلکی آنچ دیتا محبت کا جذبہ ضرور موجود تھا۔ وہ جو سائے کی طرح قدم قدم اسکے ساتھ رہا اس پر بیتنے والی ہر اذیت کو اُس نے بھوگا۔ وہ ادھوری لڑکی اُسے جاننے اور پہچاننے کی کوشش میں لگی رہی۔ مگر وہ عکس کبھی پیکر بن کر اسکے سامنے نہیں آیا اور جب وہ سامنے آیا تو بہت دیر ہو چکی تھی؟؟

یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب ہے، جسے رومانی معاشرتی ناول سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

کلرفل سیکورٹی اور سرخ بالوں والے کا وعدہ

خبر اور خماری۔۔۔ یہ دونوں انسان کو حواس باختہ کردیتے ہیں آجکل خبریں بجلی بن کر گر رہی ہیں لوگ بری خبر سن کر پریشان ہوجاتے ہیں اور پھر سونے پر سہاگے والی بات ٹیلی ویژن آن کریں جو چینل سامنے آئے خبر وہی ہوگی جو سب پر چل رہی ہے۔ کل احمد نے بتایا کہ آج ''خودکش حملہ آور کی مہربانی'' سے ہونے والی چھٹیوں کے بعد ہم جب اسکول پہنچے تو میڈم نے بچوں سے پوچھا۔ خودکش حمہ آور کی نشانیاں بتائیں؟ پہلے سنا کرتے تھے کہ قیامت آنے کے قریب ہوگی تو کچھ نشانیاں ظاہر ہوں گی۔۔۔ اب لوگوں کو خودکش حملہ آور کی نشانیوں پر غور کرنا پڑ رہا ہے۔ ایک بچے نے بتایا کہ ''وہ میلا کچیلا ہوگا کرخت لہجہ۔۔۔ سخت باتیں۔۔۔ چھپنے کے لئے درخت کا سہارا لے گا اور بدبختی اس کے انگ انگ سے ٹپک رہی ہو گی''۔۔۔!

''مس اس کی آنکھیں لال (سرخ) ہونگی؟'' سب بچے ہنس دیئے۔ مس نے موسیٰ خان کو شاباش دی۔۔۔ یہ بچہ ٹھیک نشانیاں بتائے گا۔ مس بولیں۔۔۔ کیونکہ خودکش حملہ آور جب روانہ ہوا ہوگا اس کے محبوب دوستوں نے اس کو گولیوں بارود سے بھری جیکٹ پیار سے شوق سے پہنائی ہوگی۔ (اس کی ماں بہن اس فیصلے پر روئی چلائی ہوگی) اور وہ وہاں سے روانہ ہوا ہوگا بس ویگن میں۔۔۔ چوری کی کسی کار میں اور یوں نیند دو دن دو رات سے چونکہ پوری نہیں ہوئی ہوگی اس لئے وہ چکرا رہا ہوگا اور اس بچے والی بات کہ آنکھیں تو سرخ ہوئی ہوں گی نیند۔۔۔ نہ پوری ہو تو نہ آنکھیں کھلتی ہیں۔۔۔ اگر زور دے کے ڈر کے مارے آنکھیں کھولی جائیں تو اس میں سرخی موجود ہوگی اور ممکن ہے وہ انسانوں کی بھیڑ میں گھسنے کی بجائے گھوڑوں گدھوں کے اصطبل میں ٹھاہ کردے۔۔۔ اور زخمی گدھے اس کے دھڑ سے علیحدہ ہوکر گرے سر کو دولتی مارنے لگ جائیں۔

کیونکہ نیند نہ پوری ہونے سے گذشتہ شام میں نے ہنڈیا میں ٹماٹر ڈالنے تھے۔۔۔ سو میں نے فریج سے جاپانی پھل نکالے اور ٹی۔ وی چینل دیکھتے ہوئے۔۔ چار پانچ جاپانی پھل کاٹ کاٹ کے مزے سے ہنڈیا میں ڈال دیئے۔ خوب محنت سے آلو گوشت پکا اور میرے جو سرالی رشتہ دار آئے تھے ان کے آگے رکھ دیئے۔۔ سب مہمان کھانے لگے۔۔ مگر آہستہ آہستہ۔۔۔ میری ساس سے چپ نہ رہا گیا اور وہ بول اٹھیں (غصے سے)۔۔ اری احمق۔۔ نسرین۔۔۔ یہ تم نے ہنڈیا میں گڑ ڈال دیا ہے کیا؟! یہ ہمیں کس قسم کا آلو گوشت کھلا رہی ہو۔ یہ سکھایا ہے تیری ماں۔۔ وہ تو کہتی ہے میں نے نسرین کی تربیت بڑے ذوق وشوق سے کی ہے؟

سسر صاحب نے۔۔ بات اچک لی۔۔''بیگم۔۔ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔۔ بہو نے کسی ٹی وی چینل سے نئی ترکیب سنی ہوگی میٹھے آلو گوشت پکانے کی۔۔ مزے سے کھاؤ۔۔۔ شور نہ مچاؤ۔ ورنہ وہ اگلی دفعہ کڑوے آلو گوشت کھلا دے گی۔

میں سمجھ گئی۔۔۔میں بھاگم بھاگ فریج کی طرف لوٹی۔۔۔وہاں سبزی والے خانے میں پانچ کے پانچ ہٹے کٹے ٹماٹر مجھے دیکھ کے دانت نکال رہے تھے۔۔۔اور جاپانی پھل وہاں موجود نہ تھے۔۔۔نیند کے باعث دماغ حاضر نہ تھا اوپر سے ٹی وی چینل پر ڈرامہ۔۔۔شکر ہے یہ میٹھا سالن میرے سسرالیوں کے نصیب میں ہوا۔۔۔اگر میری امی آئی ہوتیں تو بہت برا ہوتا سب بچے۔۔۔زور زور سے بولنے لگے۔۔۔"میٹھا آلو گوشت" "میٹھا آلو گوشت" مس بھی ہنس دیں۔اس دوران بشریٰ بول اٹھی۔۔مس یہ ہیلری کلنٹن لاہور آئی ہیں انہوں نے بادشاہی مسجد جانا تھا۔۔ان کو بادشاہی مسجد لے جانے کے لئے سارا لاہور سیل کر دیا گیا۔مال روڈ اور ارد گرد کے سب علاقے۔۔جگہ جگہ لوگ پولیس سے لڑ جھگڑ رہے تھے۔حالانکہ حکومت کو چاہئے تھا وہ اس بلڈنگ سے جہاں وہ ٹھہری تھیں پچھلے گیٹ سے انہیں شٹل کاک برقعہ پہنا کر کسی وزیر سے کہتے انہیں موٹر سائیکل پر بٹھا کر بادشاہی مسجد لے جاتا نہ عوام پریشان نہ پولیس۔۔اسی بہانے آنٹی ہیلری کلنٹن موٹر سائیکل پر لاہور کی بادشاہی مسجد دیکھنے کا ریکارڈ بھی قائم کر لیتیں اور جناح باغ کے مین گیٹ پر دہی بھلے بھی کھا لیتیں۔سب بچے اس انوکھی لیکن قابل عمل اچھی تجویز پر خوب ہنسے مگر بشریٰ سنجیدہ تھی۔ہمارے چینلز کے اینکر پرسن کی طرح جو ہیلری سے ملنے کے بعد چپ ہو گئے ہیں۔

موسیٰ خان کلاس میں ہاتھ کھڑا کیے سوال کرنے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔لیکن صوفیہ بول اٹھی "مس اب ہم محفوظ ہیں ناں" اسکول میں؟! ہاں ہاں بچو۔۔۔آپ محفوظ ہیں۔دیکھا نہیں ہم نے باہر سیکورٹی بڑھا دی ہے۔"کلرفل سیکورٹی"۔۔موسیٰ خان بڑبڑایا بیٹے "کلرفل سیکورٹی" سے تمہاری کیا مراد ہے؟! کچھ بچوں کو کلرفل سیکورٹی والی بات سمجھ آئی اور کچھ کے سر کے اوپر سے یہ بات گزر گئی۔

صوفیہ بول پڑی۔۔۔میڈم آپ نے دیکھا نہیں بڑے گیٹ پر جو آیا کھڑی ہے۔۔اس نے آج زیادہ سرخی ہونٹوں پر لگا رکھی ہے۔۔۔آنکھوں میں خوب سرمہ اور بالوں پر۔۔۔نہ جانے کیا۔۔۔کالے سیاہ ہو رہے ہیں ساٹھ سال کی عمر میں بھی اس آیا کے۔۔۔اور ساتھ بابا حنیفا۔۔۔اس کی کمر جھکی ہوئی ہے۔۔۔نظر بھی کم آتا ہے۔۔۔لیکن آج اس نے اپنی یہ پریشانی چھپانے کے لئے پرنسپل صاحبہ کی عینک ادھار لے کر آنکھوں پر چڑھا لی ہے۔وہ آیا سے ہولے ہولے کہہ رہا تھا۔۔"پہلے مجھے بچے ٹھیک طرح سے دکھائی نہیں دیتے تھے۔۔۔آج ایک ایک بچے کی جگہ دو دو نظر آ رہے ہیں۔۔۔کبھی کبھی۔۔۔بالکل نظر آنا بھی بند ہو جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں رات ہو گئی ہے شاید"؟

آیا نے اسے بتایا کہ یہ بات کسی اور سے مت کرنا۔۔۔ورنہ انتظامیہ نوکری سے نکال دے گی۔۔۔ایسے ہی نوکری سے نکال دے گی۔۔"انتظامیہ"۔۔ان حالات میں انتظامیہ کو سیکورٹی کی ضرورت نہیں بھلا۔۔اور مجھ جیسا ماہر سیکورٹی گارڈ کہاں سے ملے گا۔

مجھے تو پرنسپل نے مزید اختیارات دے دیے ہیں اور کل سے وہ "ہتھیار" بھی آ رہا ہے جو کسی کے بھی بدن پر پھیرا جائے تو کسی غلط چیز کی موجودگی پر وہ "ٹاؤں"۔۔"ٹاؤں" کرنے لگتا ہے۔

اچھا۔۔۔تو اگر وہ "ہتھیار" پھیرنے سے بابا حنیفا تمہیں پتہ چلا۔۔۔"ٹاؤں"۔۔"ٹاؤں" کی آواز سے کہ یہ بندہ خودکش حملہ آور ہے تو پھر تم کیا کرو گے۔۔۔آیا نے آہستہ سے پوچھا۔ڈرتے ڈرتے۔۔۔خلاء میں گھورتے ہوئے۔

پھر میں (ادھر ادھر دیکھتے ہوئے) پرنسپل کو آواز دوں گا۔۔۔اور اس کے آنے سے پہلے خود بھاگ جاؤں گا۔۔۔بابے حنیفے نے جواب

دیا۔۔۔اس دوران ایک بہت موٹی مس ہاتھ میں چھری پکڑے باہر آئیں۔مس جی اگر خودکش آ گیا تو آپ سے تو بھاگا بھی نہیں جا سکے۔بابے حنیفے نے مذاق کیا۔۔۔تو وہ ہنس کے گویا ہوئیں۔۔۔اور بابا حنیفا تمہیں پتہ ہے ناں تمہیں دیکھ کر تو خودکش حملہ آور کی اپنی بھی ہنسی نکل جائے گی اور ممکن ہے زیادہ ہنسنے سے ان کی بیلٹ ڈھیلی ہو جائے۔۔۔!ویسے بھی سیکورٹی گارڈ والی خوبیاں تم میں کم کم ہیں سیکورٹی گارڈ کے لئے ضروری ہے کہ اس کا قد تمہارے قد سے ڈیڑھ دو فٹ زیادہ ہو۔۔۔اس کا پیٹ اتنا بڑھا ہوا ہو کہ وہ اس پر سالن والی پلیٹ رکھ کر کھانا کھا سکے اور بندوق ہاتھ میں پکڑے کرسی پر بیٹھا بیٹھا اونگھنے لگے۔۔۔زیادہ تھکاوٹ ہو اور نیند آئے تو سو بھی جائے۔۔۔بابا حنیفا ایڑھیاں اونچی کر کے اپنا قد بڑھانے لگا خود کو اہل ثابت کرنے کے لئے۔

آیا۔۔۔نے منہ اس کے کان کے پاس لے جا کر ہولے سے درخواست کی۔۔۔"بابا حنیفا آج کے بعد میں تمہیں چائے کا ایک کپ زیادہ پیش کیا کروں گی۔۔۔ساتھ دو کیک رس بھی ملا کریں گے۔۔۔میں جب حج پر جاؤں گی چار پانچ سال بعد تو میں وہاں سے تیرے لئے بہت سے تحفے لاؤں گی بس تم 'ٹاؤں'۔۔"ٹاؤں" کی آواز سنتے ہی پہلے پرنسپل کو مت بلانا" سب سے پہلے مجھے بتانا۔۔۔تاکہ سب سے پہلے میں بھاگ جاؤں۔۔۔کیونکہ میں موٹاپے کی وجہ سے زیادہ تیز بھاگ نہیں پاؤں گی۔۔۔اور ویسے بھی مجھے خودکش بمبار سے ڈر لگتا ہے اور میں نے سنا ہے کہ خودکش بمبار کا ٹارگٹ عام طور پر مرد ہوتے ہیں عورتیں نہیں۔۔۔عورتوں کے لئے انہوں نے کوڑے مارنے والے رکھے ہوئے ہیں۔۔۔اور اگر ضرورت پڑی تو میں کوڑے کھا لوں گی۔۔۔مجھے موت سے ڈر لگتا ہے۔۔۔ویسے بھی میری عمر ہی کیا ہے۔۔۔ساٹھ سال بھلا کوئی عمر ہوتی ہے؟!۔۔۔ساٹھ سال کے بعد ہی تو بندہ مزے سے جیتا ہے۔۔۔بابا حنیفا۔۔آیا کی بات سن کر سنجیدہ ہو گیا۔۔۔اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔۔۔شاید وہ فرار ہونے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔۔۔؟!کلرفل سیکورٹی اور اختیارات میں اضافہ چھوڑ کر۔۔۔؟!

پشاور میں بم حملہ اور خواتین بچوں کی بڑی تعداد میں شہید ہونے پر میرے لکھے ہوئے چند اشعار ملاحظہ کریں۔حالانکہ حکومت ہر بم حملہ کے بعد وعدہ کرتی ہے کہ اب کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔صنوبر خان کے چچا جنہیں بچے سرخ بالوں والا بابا کہتے تھے اس نے بہت سال پہلے بچوں سے گاؤں میں وعدہ کیا کہ میں کراچی سے تمہارے لئے عجیب و غریب پین لاؤں گا۔۔۔جس میں شیشہ بھی لگا ہوتا ہے اور میوزک بھی بجتا ہے اسے کھولنے سے۔۔۔بچے کئی سال تک روز چاچا سرخ بالوں والے کو گھیر لیتے۔۔۔بابا پین نہیں آیا کراچی سے۔۔۔؟ بابا ہنس کے کہتا "کل لاؤں گا" کئی ہفتے بعد پھر پوچھتے۔۔۔پین کب آئے گا۔۔۔وہ پھر کہتا "کل لاؤں گا" یہاں تک کہ پچھلے سے پچھلے سال گرمیوں میں بابا سرخ بالوں والا گاؤں ہی میں فوت ہو گیا اور بچوں کی یہ آس بھی ٹوٹ گئی کہ کل لاؤں گا"

پھر ٹوٹے دو چار ستارے
آسمان پھر سے رویا ہے
چھین لئے پھر ماں سے بچے
ماں کا دل غم میں کھویا ہے

زرد گلابوں کی بارش ہے
کس نے بیج ایسا بویا ہے
موت ہے شہر میں سناٹا ہے
خون سے منہ سب نے دھویا ہے
آج شہید کا بچہ محسنؔ
بھوکے پیٹ ہی پھر سویا ہے
پھر ٹوٹے دو چار ستارے
آسمان پھر سے رویا ہے

1947ء کے مظالم کی کہانی

خود مظلوموں کی زبانی

ایسے خون آشام قلب وجگر کو تڑپا دینے والے چشم دید واقعات، جنھیں پڑھ کر ہر آنکھ پرنم ہو جاتی ہے۔ان لوگوں کی خون سے لکھی تحریریں، جنہوں نے پاکستان کے لیے سب کچھ لٹا دیا اور اس مملکت سے ٹوٹ کر پیار کیا۔

تو پھر یہی صدا بلند ہوتی ہے کہ...... کیا آزادی کے چراغ خون سے روشن ہوتے ہیں؟ یوم آزادی پاکستان کے موقع پر کتاب گھر کی خصوصی پیش کش...... نوجوان نسل کی آگہی کے لیے کہ یہ وطن عزیز پاکستان ہمارے بزرگوں نے کیا قیمت دے کر حاصل کیا تھا۔

اس کتاب کو کتاب گھر کے **تاریخ پاکستان** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

دعا کی چھت گری

پالو میراثی ۔۔نے دعا کی۔۔ ''یا اللہ آج کہیں سے بھی کھانے کو روٹی نہیں آ رہی تو اس گھر کی چھت ہی گرا دے'' دعا ختم ہوتے ہی۔۔۔ دھڑام۔۔چھت گر گئی۔

پالو میراثی چھت پر لگے موٹے گارڈر کے نیچے زندگی اور موت کی کش مکش میں مبتلا کسی معجزے کا منتظر تھا۔

اہل محلہ چھت گرنے کی خوفناک آواز سن کر پالو میراثی کے چھوٹے سے بوسیدہ گھر کی طرف بھاگے شدید بارش اور تیز ہوا کے باعث لوگوں کو پرانے دور کی بنی اس بھاری بھرکم چھت کا ملبہ اٹھانے میں خاصی مشکل پیش آ رہی تھی۔جذباتی نوجوانوں نے لوہے کے بڑے بڑے گارڈر ادھر ادھر ہٹائے تو نیچے سے پالو میراثی کے کراہنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے لگتا ہے پالو زندہ ہے''اوئے پہلے مجھے نکالو پھر نیلام گھر کی طارق عزیز کی طرح سوال جواب کر لینا'' سب لوگ ہنس دیئے اور کام کی رفتار تیز کر دی۔

ایک نوجوان نے موقع کی مناسبت سے بات بڑھائی۔۔۔اگر پالو کے گھر کی چھت دو دن پہلے گری ہوتی تو آج پالو کے قل شریف کا ختم ہو رہا ہوتا۔بھاری گارڈر کے نیچے سے پھر صدا بلند ہوئی۔اور تجھ غریب کو مفت کا کھانا نصیب ہو جاتا۔۔۔ہائے بے غیرتو! مجھے باہر نکالو''۔۔!وہ درد کا مارا چیخ رہا تھا۔چھوٹے بڑے عورت مرد سب پالو سے ہنسی مذاق کی باتیں کر کے خوش ہوتے اور وہ ہر مذاق کا جواب ایسا دیتا کہ ماحول خوشگوار ہو جاتا سننے والے کی ہنسی چھوٹ جاتی۔۔۔دیکھنے والوں کی باچھیں کھل جاتیں وہ ایک روائتی گھرنے کا آخری چشم و چراغ تھا۔

قیام پاکستان کے وقت امرتسر سے ہجرت کے دوران پالو میراثی کے گھر کے تقریباً سبھی لوگ راستے میں ہی سکھوں کے ظلم و تشدد کا شکار ہو گئے ایک بوڑھی ماں بچی جو چند سال زندہ رہی اسے اپنے عزیز پیارے سدا یاد آتے اور دس سال پہلے وہ بیچاری بھی پالو کو اکیلا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئی۔

کلیم میں تین مرلے کا یہ گھر پالو کے حصے آیا۔۔پالو نے محلے داروں کو صاف صاف کہہ دیا۔۔۔مجھ سے کوئی کام کاج نہیں ہوتا۔۔۔تم لوگوں کی رشتے داریاں کروانا ہوں گی۔۔۔شادی بارات کے ساتھ جانا ہوگا دیگر چھوٹی موٹی خدمات کے لئے میں حاضر ہوں اور اہل محلہ نے کہا۔۔کہ تم ہجرت کر کے اس گجرات شہر میں ہمارے ساتھ آئے تھے لہذا یہ ساتھ نہیں چھوٹے گا۔۔تینوں وقت کا کھانا ، دیگر ضروریات محلے دار حل کے پوری کر لیں گے محلے کی بیٹیوں کو اکٹھا کر کے اسکول کالج پہنچانا واپس لے کے آنا یہ سب پالو میراثی کی بنیادی ذمہ داریاں تھیں۔ہر وقت ہنسی مذاق محفلوں کو کشت زعفران بنائے رکھنا۔۔۔یہ پالو کا معمول تھا۔۔پالو سے گفتگو کرنے کے لئے ضروری تھا کہ بندہ پوری طرح حاضر ہو ورنہ پالو

مذاق اور شرارت سے ایسا چیت کرتا کہ سامنے والے سے اٹھا نہ جاتا۔

آج اچانک آندھی آئی اور ساتھ ہی شدید بارش شروع ہوگئی۔۔۔ایک بجے شروع ہونے والی یہ بارش، اڑھائی بجے تک جاری تھی۔۔۔اس وقت کا کھانا شیخ منصور کے گھر سے آیا کرتا تھا جوان کے بیٹے تیمور کی ذمہ داری ہوتی۔ بارش کے باعث شیخ تیمور بروقت کھانا نہ لا سکا۔ بھوک اپنے عروج پر پہنچ گئی۔۔۔اور جب آنتیں قل ہو واللہ پڑھنے لگیں۔۔۔شوگر لو ہونے سے ٹانگیں بے جان ہونے لگیں تو پالو میراثی نے شیخ منصور اور اس کی نانہجار اولاد پر فقرے بازی شروع کر دی۔۔

جب بارش اور جھکڑ چلنے سے آواز متعلقہ گھرانے تک نہ پہنچی تو شیخ منصور کے گھر کی طرف کھڑکی سے منہ نکال کے پالو نے کہا۔ظالمو کھانا بھیج دو یا کہ میرے مرنے کا انتظار کر رہے ہو۔ جب کسی نے نہ سنی تو پالو نے آسمان کی طرف منہ کر کے بلند آواز میں دعا مانگی۔"اے اللہ اس بھوک کے ہاتھوں مر رہا ہوں۔۔۔تو یہ چھت ہی گرا دے۔۔۔نہ میں رہوں نہ بھوک کا عذاب جھیلنا پڑے۔۔"دھڑام"چھت سر پر آن گری۔

نیچے سے نکالا۔۔تو پالو کو دیکھ کر اہل محلہ خوب پریشان بھی ہوئے اور ہنسی کے فوارے بھی چھوٹ رہے تھے۔۔"پالو۔۔۔اور کچھ ہو نہ ہو۔۔۔تمہاری دعائیں قبول ہونے لگی ہیں"۔تم بھی کہو میں نے اپنے مرنے کی دعا مانگی تھی۔۔۔میں تمہارے مرنے کی بھی دعائیں مانگ دیتا ہوں۔۔کمینے لوگو۔۔۔میرے کمینے محلے دارو!

پالو کی دعا قبول ہوگئی۔۔۔چھت سر پر آ پڑی اللہ نے پالو کو بچا لیا۔اپنے محلے داروں کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنے کے لئے۔۔۔

لیکن ہمارے چینل پر آنے والے کمپیئر، اینکر پرسن ایسی ایسی بات میرے پیارے وطن کے حوالے سے منہ سے نکالتے ہیں کہ دل دہل جاتا ہے۔۔۔یہ نہ ہو جائے وہ نہ ہو جائے۔اس ساری تمہید باندھنے اور سچی کہانی سنانے کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ اپنی بات میں خواہ مخواہ وزن پیدا کرنے کے لئے بات بڑھانے کے لئے وقت گزاری کے لئے خود کو بہت بڑا محب وطن پاکستانی ثابت کرنے کے لئے خود کو بہت بڑا دور اندیش ثابت کرنے کے لئے پاکستان کے بارے میں منفی قسم کی گفتگو نہ کیا کریں کہ وہ جو بڑے بوڑھے نے کہا ہے کہ کسی وقت منہ سے اچھی بری بات نکلی پوری ہو جاتی ہے۔

جب پاکستان، پاکستان کی سلامتی اور پاکستان کے مستقبل کی بات ہو تو سوچ سمجھ کر مثبت بات کیا کریں۔ پاکستان ہے تو یہ ساری خوبصورتیاں ہیں، یہ ساری خوشیاں ہیں اور ہم بھی ہیں۔۔۔بجلی کا شارٹ فال بہت تھوڑا رہ گیا ہے زرداری صاحب کی حکومت۔۔۔اوہ۔۔۔سوری یوسف رضا گیلانی کو حکومت تین سال سے منصوبہ بندیاں کرتی چلی جا رہی ہے بجلی کا بحران دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے وہ خوش ہیں کہ اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں کل عوام کے سامنے جائیں گے تو راجہ پرویز اشرف کو چھپا لیں گے ہم سے عوام پوچھیں گے تو کہہ دیں گے کہ ہم نے بجلی کا تو وعدہ ہی نہیں کیا تھا وہ تو راجہ پرویز اشرف نے کیا تھا۔۔۔اسے اگر تلاش کر سکیں تو کر لیں اور پوچھیں میاں کیوں کرتے رہے جھوٹے وعدے۔۔۔ہم نے تو روٹی، کپڑا اور مکان کا وعدہ کیا تھا چونکہ روٹی والے وعدے میں شہباز شریف نے ٹانگ اڑا دی تھی لہذا شہباز شریف سے پوچھیں سستی روٹی اسکیم کے خالق سے۔۔۔کپڑا اور مکان ہم نہیں دے سکے شرمندہ ہیں مزید اقتدار پر پانچ سال بٹھا دیں۔۔۔یہ دو چیزیں جن کے پاس نہیں ہیں ان کو

دلا دیں گے۔۔۔میری تازہ نظم ''موم بتی'' ملاحظہ کریں یہ سچ ہے کہ یہ نظم میں نے رات آٹھ بجے سے دس بجے تک ہونے والی لوڈ شیڈنگ کے دوران بیٹھ کر لکھی ہے پسینے میں شرابور ہوتے ہوئے۔۔۔

تجھے دیکھتے ہیں قدر کی نگاہ سے
تیرے قدر داں ہر گھڑی موم بتی
تیرے گیت گاتے ہیں اور جھومتے ہیں
تیرے مہرباں ہر گھڑی موم بتی
میں محسوس کرتا ہوں تیرے ذکر پر
خفا حکمراں ہر گھڑی موم بتی
ہائے سوچتا ہوں یہ جو یو۔پی۔ ایس ہے
تجھ سا کہاں ہر گھڑی موم بتی
تیرا ذکر کرتی تھی گیتوں میں اپنے
نور جہاں ہر گھڑی موم بتی
اندھیرا ہے، طالب ہیں چھوٹے بڑے سب
کوٹھی مکاں ہر گھڑی موم بتی
اندھیرے میں رونق بڑھی تیرے دم سے
یہ پیارا دھواں ہر گھڑی موم بتی

❀.....❀.....❀

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کوّے کی واردات، بلیک واٹر اور قیمتی مشورہ

''ہیلو۔۔ہیلو۔۔۔کوئی جواب نہیں۔۔۔''پھر ہیلو ہیلو'' یہ پہلا موقع تھا کہ ڈاکٹر طیبہ نے فون آن کیا مگر میرا فون ٹھیک طرح سے نہیں سنا۔۔۔میں نے غصے میں پھر کال ملائی۔۔۔ڈاکٹر سوگئی ہو۔۔۔؟''وہ کوّا بچے کا ناشتہ لے اڑا''۔۔۔! میری ہنسی چھوٹ گئی۔۔۔اب کے انہوں نے غصے سے فون بند کر دیا۔۔۔گویا وہ سنجیدہ بھی تھیں رنجیدہ بھی۔ کوّے نے اتنے بھیوی ناشتے کے ساتھ پرواز کیسے کی ہوگی میں سوچوں میں گم ہو گیا۔

کوّا ڈفکا تو ہمیشہ سے مشہور ہے مگر اس قدر اس کے رویئے انسانوں سے ملتے ہیں۔۔۔توبہ توبہ۔۔۔یہ گنجے پن کا شکار لوگوں کے سروں پر اچانک وار کرتا ہے۔۔۔کوئی اس کو تھوڑا سا تنگ کرے یہ اپنی ساری برادری بلا کے ''کائیں کائیں'' کر کے جینا دوبھر کر دیتا ہے اور پریشانی کی بات کہ اس کی ساری برادری اس جیسی ہے۔۔۔سب بے دید۔۔۔غصے والے جھگڑالو چھین لینے والے اور لالچی دوسروں کے کام میں مداخلت کے شوقین۔۔۔آپ پھر پریشان ہو رہے ہوں گے کہ کیا آج کے انسانوں جیسی عادات ہیں ان کوّوں کی کاش کوّا بھی لکھاری ہوتا۔۔۔اور ہماری طرح بول بھی سکتا۔۔۔پھر رات آپ کو چینلز پر کوّوں کی جو چھینا جھپٹی دیکھنے اور سننے کو ملتی۔ آپ محترمہ فردوس عاشق اعوان اور کشمالہ طارق کو بھول جاتے۔اور بقول ڈاکٹر مومن لطیف۔۔۔''اگر دنیا پر ہر سال مختلف مخلوقات اور چرند پرند کو باری باری حکومت کرنے کو موقع یا اجازت ملتی تو صدی میں اٹھاوان سال کوّوں کی ہی حکومت ہوتی۔۔۔نہ انسان کی نہ شیر کی نہ ہی جن دیو کی۔ یہ متحد ہو کر جس کے بھی پیچھے پڑ جائیں۔۔۔فضاء کائیں کائیں سے گونجنے لگتی ہے''۔اور ہمارے ہاں۔۔۔اک ساتھ اک گھر میں رہنے والے ہر ساعت اک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کے لئے منصوبہ بندی میں مگن رہتے ہیں۔

میں نے اک دن کوّوں کی محرومی پر غور کیا تو دل سے صدا اٹھی کہ کوّوں کا بھی دل چاہتا ہوگا کہ ان کا رنگ بھی سبز، سرخ اور سفید ہوتا۔۔۔مگر پھر یکدم خیال آیا کہ کالے کرتوت والا اگر سفید رنگ کا ہوتا تو پھر کئی محاورے جو ایجاد ہو چکے ہیں وہ بے معنی ہو جاتے کہ سوائے قبرستان اور قبر ایجاد کرنے کے کوئی مثبت کام کوّے نے آج تک سرانجام نہیں دیا۔ ورنہ شاید اس کو بھی شرخاب کے پر لگ جاتے۔

ویسے اک اور مثبت پہلو بھی کوّے کے حوالے سے سامنے آتا ہے جیسے ''بلی شیر کی خالہ'' نے شیر کو درخت پر چڑھنا نہیں سکھایا گویا کوئی ہتھیار یا کھیل راز اس نے اپنے پاس رکھ لیا اور پھر بھی شیر کی خالہ کہلائی۔۔۔جبکہ کوّے نے لڑنا جھگڑنا کائیں کائیں کرنا ہر دوسری مخلوق پر جھپٹنا سب کو بتایا سکھایا اور اس منفی عمل سے خوب لطف اٹھایا اور ماحول بھی بہت گرمایا۔ مجال ہے کوئی کوّوں کے اس اتحاد میں دراڑ ڈال سکے ان پر جال ڈال سکے۔۔۔ہر دم حاضر ہوتے ہیں یہ۔۔۔سنا ہے کوّے کی طبعی عمر کافی زیادہ ہوتی ہے۔۔۔ممکن ہے ہمارے دور میں موجود کوّوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ

آزادی بھی دیکھی ہو۔ لینن اور سٹالن کا روس میں عروج اور وہ مناظر بھی دیکھے ہوں جب جرمنی کا اڈولف ہٹلر یہودیوں کو تہس نہس کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ''میں چاہتا تھا کہ دنیا سے سارے یہودی مٹا ڈالوں لیکن یہ چند میں نے اس لئے چھوڑ ڈالے کہ آنے والی انسانیت جب ان یہودیوں کے کرتوت دیکھے تو انہیں میرا یہ عمل قابل تحسین دکھائی دے'' اور آج دنیا ہٹلر کو اس حوالے سے نہ صرف یاد کرتی ہے بلکہ گلہ بھی ہے کہ یہ ناسور جڑ سے کیوں نہ اکھاڑ پھینکا؟ ممکن ہے ان کووں نے جو آج شام جناح باغ میں ہزاروں مل کر اکھٹے درختوں پر اک ساتھ اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔۔۔ شور کرتے ہیں اس قدر شور کہ انسان گھبرا جاتا ہے کانپ اٹھتا ہے، اکبر بادشاہ کا دور بھی دیکھا ہو۔۔۔ اور آج موازنہ کرتے ہوں کہ اکبر بادشاہ کے نو رتن زیادہ تابعدار تھے، فرمابردار تھے یا کہ صدر آصف زرداری کے وفادار مشیر مثلاً رحمان ملک، بابر اعوان، سلمان تاثیر وغیرہ۔ زیادہ فرض شناس چوکنا اور کام آنے والے ہیں۔۔۔ ویسے کہاں جدید دور کے حکمران اور کہاں پرانے زمانے کے بادشاہ سلامت اکبر اعظم۔ آج کا ایک ضلع ناظم اکبر بادشاہ سے کہیں زیادہ اختیارات کا مالک ہے۔ آج ایک صحافی ابوالفضل سے بھی بڑا ہے آج کا ایک کانسٹیبل اکبر بادشاہ کے دور کے جرنیل سے بھی زیادہ اختیارات رکھتا ہے مشاورت میں طاقت میں آج سب بیرم خان سے بھی کہیں اونچی جگہ پر بیٹھتے ہیں، یہاں آج بہت سے بیربل، فیضی وغیرہ ہمارے بڑے شہروں میں بلٹ پروف گاڑیوں میں پھر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے بچے سے اس کا ناشتہ چھین کر بھاگ جانے والے جدید دور کے جدید کوے نے یہ بھی تو ثابت کر دیا ہے ناں کہ جدید دور کے کووں کی خوراک بھی جدید ہے۔۔۔ یعنی ڈبل روٹی اور انڈا جس پر مکھن اور جام لگا ہوا سے پسند ہے اور اگر اسے خوشی خوشی یہ ناشتہ نا دیا جائے تو وہ چھین کر بھی کھا لے گا۔۔۔ اچک لے گا اٹھا لے گا۔۔۔ اور سونے پر سہاگہ۔۔۔ خوفزدہ بھی کر دے گا البتہ میری اک ہمدردی اور بھی ہے کوے کے ساتھ کیونکہ سنا ہے تاریخ بتاتی ہے کہ کوا ہنس کی چال بھی چلا تھا اور پھر اپنی چال بھی بول گیا۔ کوے کی اپنی چال کیا تھی یہ کسی کو پتہ نہیں بس سب اس کی چالبازیوں سے واقف ہیں۔ اگر کوئی کوا کائیں کائیں نہ کرے اس میں چپ رہنے کی عادت پیدا ہو جائے اور کچھ دوسری ''بدمعاشیاں'' بھی کرنے سے باز آجائے تو پرندوں میں یہ ایسا پرندہ ہے جسے میں پسند کرنے لگ جاؤں گا لیکن لگتا ہے نا۔۔ ''بدمعاشیاں'' چھوڑے گا نہ ہی میں اسے پسند کرنا شروع کروں گا'' کیونکہ مجھ سے ڈاکٹر صاحبہ کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی۔۔ کس محنت اور محبت سے انہوں نے بچے کے لئے ناشتہ تیار کیا اور ظالم کوا چھین کر لے گیا۔۔

اس وقت جب وہ اپنے کلینک میں ''مزدوری'' کرنے یعنی بھاری فیس لے کر غریب عورتوں کو چیک کرنے جا رہی تھیں۔ کوے نے نہ صرف ناشتہ چھینا بلکہ ڈاکٹر آمنہ سے ان کی یکسوئی بھی چھین لی۔

میری خواہش ہے کہ میرے دفتر میں موجود درختوں پر جو کوے بیٹھے ہیں یا قیام پذیر ہیں ان کے پاس موبائل فون ہوں اور میں ان کے ساتھ پیغام رسانی (ایس۔ایم۔ایس) کر سکوں اور وہ مجھے بتائیں کہ انہیں دنیا میں کیا کوئی مخلوق ان سے بھی زیادہ چالاک / مکار لگتی ہے؟! یا یوں کہہ لیں کہ وہ بھی کسی کی چالاکیوں سے پریشان ہوتے ہیں۔۔۔ مگر افسوس کہ نا تو ڈائیریکٹ بات ہو سکتی ہے نا ہی پیغام رسانی اور مزید افسوس اس بات کا کہ طویل عمر تک زندہ رہنے والا کوا دل میں نہ جانے کتنے راز لئے دنیا سے ''پھر'' کر کے! اڑ جائے گا اس حکیم کی طرح جس نے کئی راز سینے میں چھپا رکھے تھے نہ نسخہ بتایا نہ راز اگلا۔۔۔ نہ دشمن نہ دوست کو ''صرف گاہکوں'' کو تیار کر کے دیا اور منہ مانگی ''دولت'' کمائی۔ اور چپکے سے جا لیٹے قبر میں۔

ساجد قریشی ہمارے جدید دور کے آرٹسٹ ہیں ہم نے کئی سال پہلے درخواست کی۔۔۔ہمارا پورٹریٹ اسکیچ کریں کہتے ہیں چھ گھنٹے ایک ہی انداز میں آنکھیں کھولے بیٹھے رہو گے تو پورٹریٹ بن سکتا ہے ورنہ وہی جواب جو انہوں نے پرسوں اک حاضر سروس وفاقی وزیر کو دیا ہے یعنی ''کورا جواب'' ہم نے کہا ''کسی کوے'' کو اسکیچ کریں۔۔۔ساجد قریشی ہنس دیئے۔۔۔مظفر یہ کوا لگا تار چھ گھنٹے کیا چھ منٹ اک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھ سکتا۔۔۔کیا خاک بنوائے گا یہ اپنا اسکیچ۔۔۔ہاں البتہ ان ک بھائی بند۔۔۔ان جیسے ''بلیک'' اندر باہر سے بلیک ''بلیک واٹر'' آرہے ہیں ان کا ''کالا پانی'' والا مونوگرام اب ہمیں دل میں بسا لینا ہے کہ وہ ایکڑوں کے حساب سے اسلام آباد، کراچی اور دوسرے اہم شہروں میں زمین نہایت اہم جگہوں پر خرید کر زلزلہ پروف۔۔۔خودکش بمبرز سے محفوظ۔۔۔تہہ خانے تعمیر کر رہے ہیں۔۔۔سنا ہے یہ ''کالے پانی'' عراق میں ''شاندار خدمات'' سرانجام دے کر اب نئی اسائنمنٹ پر پاکستان آچکے ہیں۔۔۔ساجد قریشی کہتا ہے کہ کوا تو صاف ستھرے پانی میں دو ڈبکیاں لگا لے تو پانی گدلہ کر دیتا ہے۔۔۔ہم پاکستان میں تازہ ماحول میں سانس لے رہے ہیں یہ ''بلیک واٹر'' کا چھڑکاؤ اور پھر اندھا دھند چھڑکاؤ نہ جانے کیا گل کھلائے۔۔۔کیا کیا رنگ چڑھائے۔۔۔میاں نواز شریف۔۔۔بلاشبہ ان معاملات پر خاموش ہیں۔۔۔گراف اوپر نیچے ہونے کا اندیشہ بھی ہے لیکن لوگ آنکھیں اٹھائے دیکھ رہے ہیں کہ کہیں سے کوئی صدا بلند ہو۔ مصلحت کوشی بڑے لیڈروں کا شیوہ نہیں۔ ''سب سے پہلے پاکستان'' والا نعرہ اچھا لگنے لگا ہے کہ یہ سب کیا ہے۔۔کوئٹہ شہر پہلے ہی تھر تھرا رہا تھا اب گھبرا بھی رہا ہے کہ ملا عمر، اسامہ بن لادن وغیرہ وغیرہ ''وہ'' کہتے ہیں اسی شہر میں ہیں۔۔۔۱۹۳۵ء کا زلزلہ اور کوئٹہ ریلوے اسٹیشن پر ان شہید ریلوے ملازمین کے ناموں کی پٹی وہاں لگی ہے جو زلزلہ میں کام آگئے۔۔ڈراؤن حملوں کا ڈراوا بھی ہے اور ''بلیک واٹر'' کا بہاؤ۔۔کالے کوے کا مقابلہ بہر حال ''انسان'' کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے جرات ضروری ہے اور نشانہ بازی میں مہارت بھی۔۔۔ایرک پرنس نامی چالیس سالہ شخص اس بلیک واٹر تنظیم کے پیچھے ہے۔ جس نے ۲۱ سال کی عمر میں اس منصوبے پر کام کا آغاز کیا۔۔اس تنظیم کے مونوگرام پر کوے کی تصویر ہوتی تو بہتر تھا۔۔۔اگر ایرک پرنس اردو جانتا ہو تو اسے چاہئے کہ میرا مشورہ مان لے اور اپنے مونوگرام پر خونخوار نوکیلے ناخنوں والے پنجے کے ساتھ اک کوے کا اسکیچ بھی دے تا کہ دور ہی سے دیکھنے والے کو پتہ چل جائے کہ آگے ''کائیں کائیں'' ہو رہی ہے۔۔۔کوے نے انسان کو قبر بنانے کا طریقہ سکھایا گویا قبرستان ایجاد کیا۔۔۔یہ ''بلیک واٹر'' کیا ایجاد کرتے ہیں۔۔۔یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔۔۔لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ ہزار سال زندہ رہ کر بھی کوے کو بھی بہر حال موت کا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے لیکن کبھی کبھی مجھ جیسے شرارتی بچے اسکول بیگ گلے پر لٹکائے۔۔۔غلیل سے نشانے لے لے کر کوے کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں اور کوا محض ''کائیں کائیں'' کرتا رہ جاتا ہے اور کوئی کوا ایسا نہیں جس نے ایم۔بی۔ایس کیا ہو اور اپنے زخمی کوے ساتھیوں کے زخموں پر مرہم رکھ سکے یا انہیں اینٹی بائیوٹک کھلا کر تندرست توانا کر سکے۔۔اور پھر جب اک کوے نے حماقت بھی کو ہو بے چاری ڈاکٹر صاحبہ کے بچے کا ناشتہ چھین کر لے جانے کی۔۔ان حالات میں ڈاکٹروں سے خیر کی توقع رکھنا یقیناً حماقت ہوگی۔

❀……❀……❀

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

میری برادری میرے لوگ

صحافی برادری اب خاصی مضبوط برادری ہے۔ پاکستان میں وکیل برادری کے بعد اب دوسری برادری صحافی برادری ہے یقین نہ آئے تو ہاتھ ڈال کے دیکھ لیں۔ ہاتھ سلامت واپس آجائے تو میں ہر سزا کے لئے تیار۔ ہاں اس برادری میں اب مزید "ذات برادری" والی باریکیاں نمودار ہو چکی ہیں۔ پرنٹ میڈیا والے خود کو الیکٹرانک میڈیا سے کچھ پیچھے سمجھتے ہیں۔ اور الیکٹرانک میڈیا والے۔ واہ واہ کیا کہنے۔ بات بھی بظاہر سچ لگتی ہے۔ جو شخص رات (پرائم ٹائم) میں بیٹھا وزیروں مشیروں کو تو تو کر کے بلانے لگ جائے۔ وہ آپ خود سمجھدار ہیں۔ میں نے تو فردوس عاشق اعوان جیسی۔۔۔۔۔ ہستی کو بھی ایک پروگرام میں اپنے صحافی بھائی کے سامنے۔ اُن کو ڈانٹتے دیکھا ہے۔۔۔ اور وہ بھی آگے سے ٹر ٹر کانپ رہے تھے۔۔ جمشید دستی (ڈگری کا پلیز ذکر نہ کریئے گا۔ وہ ناراض نہیں ہونگے) کو تو میں نے کڑ کڑ۔۔ برستے دیکھا ہے جبکہ مقابلے میں بیٹھا صحافی دھڑ دھڑ برس رہا تھا۔ جس طرح۔ مختلف برادریوں کے بارے میں مختلف قصے کہانیاں مشہور ہیں مثلاً شیخ برادری کی "فیاضی" بڑی مشہور ہے۔ سیاسی برادری کی "سچ بولنے" کی عادت بڑی مشہور ہے۔ گجر برادری کی "دودھ میں پانی نہ ڈالنے" کی عادت بڑی مشہور ہے۔ پٹھان برادری کی "عقل مندی" بڑی مشہور ہے۔ جٹ برادری کی "زبان دے کر نہ مکرنے" کی عادت بڑی مشہور ہے۔ وضاحت کے طور پر دیکھ لیں۔۔ وہی چوہدری شجاعت حسین میرے سب سے پسندیدہ لیڈر۔۔ جو کہتے تھے پرویز مشرف کو چار مرتبہ وردی میں صدر منتخب کروائیں گے اب کہتے ہیں ہمارا تو پرویز مشرف سے کوئی تعلق ہی نہیں۔۔ میں نے ایک حکیم سے پوچھا حضور اصلی شہد کی کیا پہچان ہے وہ بولے جو شہد کی مکھی سے مذاکرات کے نتیجہ میں ملے۔۔۔

پھر بات چلتی ہے فقیر برادری کی (یہ بھی اک برادری ہے اور اس میں ان کی رشتہ داریوں کے علاوہ یہ اپنی اپنی جھگیوں جھونپڑں میں اپنی الگ عدالتیں بھی لگاتے ہیں۔۔ فیصلے بھی کرتے ہیں اور سزائیں بھی لیتے دیتے ہیں) کی طرف جو کروڑ پتی ہو کر بھی " غربت کا دامن" نہیں چھوڑتا۔۔ بینک بیلنس اپنی جگہ۔۔ پیشہ اپنی جگہ۔۔۔ اس برادری کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔۔

کشمیری برادری (کھابہ گیر) چاول نہ کھانے کی وجہ سے مشہور ہے۔۔ ایسے ہی ڈاکٹر برادری کی وجہ شہرت "دکھی انسانیت کی خدمت ہے" کسی کو آئی وی انجکشن لگانا ہو تو اُسے مسل میں لگا کر پار کر دیتے ہیں یہ علیحدہ بات ہے۔۔ انسان آیا ہے تو جائے گا بھی۔۔ "کُل نفساً ذائقتہ الموت" بہر حال ڈاکٹر برادری کے بھی آجکل آپس میں بڑے اختلافات ہیں چند ایک "کالی بھیڑیں" ہیں جو چاہتی ہیں کہ ڈاکٹری کو پیشہ نہیں عبادت سمجھا جائے۔ اُمید ہے بڑھتی ہوئی مہنگائی کے باعث وہ بھی ہتھیار ڈال دیں گے اور ڈاکٹر برادری۔۔ مان لیں گی کہ ڈاکٹر بھی ایک پیشہ ہے۔۔ فیس وصول (منہ مانگی) کئے بغیر ٹیبل پر پڑے سگے بھائی کا بھی خوش دلی اور توجہ سے علاج نہ ہی کیا جائے۔ کہ "ہر فنکاری" کے منہ مانگے۔۔ پیسے وصول

کرنا فنکار کا حق ہے۔۔لکی پرانی سرکس میں رسے پر چلنے والی لڑکی بھی تو فنکار ہے۔۔کبھی بے چاری گر کر گردن کا منکا تڑوا لیتی ہے۔۔کبھی شیر کاٹ کھاتا ہے۔اور کبھی انسانی درندوں کی درندگی کا شکار ہو جاتی ہے بے چاری ''فنکارہ''۔ ''بڑے پیٹ'' والی بھی ایک برادری ہے۔آپ آنکھیں بند کریں۔۔غور کریں۔۔سوچیں۔۔آپ الجھ کر رہ جائیں گے۔۔چلیں میں اشارہ دیتا ہوں۔۔ ''بدتمیزی''۔۔نہیں سمجھتے؟!سوری۔۔چلیں دوسرا اشارہ دیتا ہوں۔۔''ماتھے پہ آنکھیں''۔۔۔بہت سے محکمے بہت سے لوگ ذہن میں آئے ہونگے۔۔جن کے پیٹ بڑھے ہوئے ہونگے۔۔بدتمیزی جن کا شیوہ ہوگا اور ماتھے پر آنکھیں۔۔یہ تو ہر با اختیار آدمی کے لئے شاید ضروری ہے۔۔چلیں کچھ اور شارے دیتا ہوں۔۔اس برادری کا کھوج لگانے کے لئے۔۔لیجیے جناب۔۔۔''شیشے میں ڈر کے مارے اپنا عکس نہ دیکھنا''۔۔ ''نوٹ گننے میں ماہر ہونا''۔۔ ''ڈاکو کو بھی ادب سے بلانا''۔۔۔چلیں آپ سمجھ گئے ہیں۔۔جان بھی گئے ہیں لیکن ڈر کے مارے آپ منہ سے ''پولیس برادری'' کا ذکر نہیں کرنا چاہتے۔۔اس لیئے میں اب کیا کہوں۔۔میں اب کیا کروں۔۔اس برادری کی خدمات بھی ہیں آج دہشت گردی کے دور میں۔۔اس پر میں پاکستان کی پولیس کو سیلوٹ پیش کرتا ہوں۔۔چند ماہ پہلے اک نئی برادری ظہور پذیر ہوئی ہے یہ بڑے ڈھیٹ لوگ ہیں۔ان جعلی ڈگری والوں کی اپنی اک علیحدہ برادری ہے جو ساری زندگی اک دوسرے کے کام آئیں گے، جہاں جعلی ڈگری کی بات ہوگی وہ صفائیاں پیش کریں گے اور عوام کو جعلی ڈگری کے فوائد بتائیں گے کہ نہ ہونے سے جعلی ڈگری کا ہونا کہیں بہتر ہے۔۔دل کو سکون رہتا ہے بندے میں اعتماد پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی ڈگری ہولڈر ہیں افسوس البتہ اس بات کا ہے کہ ہم چیف جسٹس کو دیکھ کر پہلا کلمہ بھول جاتے ہیں اوباما کو دیکھ کر کہیں ہم اپنے بڑوں کے نام ہی نہ بھول جائیں؟ بہر حال یہ برادری خاصی مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہے ہمیں اس کا سدباب نہیں کرنا کیونکہ وزیر اعظم پاکستان ان کے ''سرپر'' ہیں؟!شاید ان کی بھی۔۔۔؟!؟ایک اور برادری ایس ایم ایس بھیجنے والوں کی بھی ہے یہ جس کے پیچھے پڑ جائیں ایس ایم ایس کر کر مت مار دیتے ہیں۔ ہر وقت آپ کے موبائل پر ٹوں ٹوں ٹاں ٹاں۔۔ناں ناں۔۔ہاں ہاں ہوتی رہتی ہے ابھی ابھی اک ایسی ہی ''گستاخ'' کا ایس ایم ایس آیا موصوف کسی بہت بڑے ہسپتال میں نرس ہیں۔۔ملاحظہ کریں۔۔۔

پرانا لوہا بیچ

ٹین ڈبہ بیچ

سوکھی روٹیاں بیچ

پلاسٹک دیا جوتیاں بیچ

ردی اخبار بیچ

یہ سب کچھ بیچ کے جو ملے اس سے میرے موبائل میں بیلنس تو ڈلوا دے۔

میں بھی ایسی ہی پریشانی کا شکار تھا میں نے بھی جھٹ جواب دیا

ہسپتال کی سرنج بیچ

کسی مریض کا ایکسرے بیچ

کسی ڈاکٹر کا بی پی اپریٹس بیچ

اپریشن تھیٹر سے اٹھا کے فالتو ادویات بیچ

یہ سب بیچ کے جو ملے اس سے اپنا بھی فائدہ سوچ اور میرا بھی کچھ بھلا کر۔

برادریوں کے حوالے سے بات ہو رہی تھی کہ مرزا شعیب آ گئے۔۔ میں نے تازہ تحریر کے بارے میں بتایا تو اُلجھ پڑے۔۔ میں نے جس موضوع پر لکھنے کو کہا تھا اُس پر آپ تین سال ہو گئے۔۔نہیں لکھ رہے۔۔ یہ کیا بدتمیزی ہے؟! حضور۔۔ ہماری بھی تو ایک برادری ہے ''کاہل برادری'' ۔ہم سُست رو لوگ۔۔لکھاری سُست رو نہیں ہو سکتا۔۔کیونکہ بقول شورش کاشمیری۔۔ ''ادیب کا قلم اور عوام کے قدم اک ساتھ چلتے ہیں''۔۔ویسے اگر کاہل برادری کی بات ہو تو۔۔مرزا صاحب کو تو۔ ''بحر الکاہل'' کہا جاسکتا ہے۔۔اور آپ کے نام کے ساتھ۔۔لکھا جاسکتا ہے۔۔بحر دقیانُوس شمالی۔۔ میری ہنسی نکل گئی اِک سیاست دان کا چہرہ سامنے آ گیا۔۔آجکل ایک صوبے کے اعلیٰ عہدیدار ہیں۔۔اُن کو بحر دقیانُوس جنوبی کہا جائے تو۔۔مرزا شعیب بھی خُوب ہنسے۔۔اُس دوران ہمارے لکھاری دوست محمد عارف عثمان (شکاریات کے حوالے سے بہت لکھا ہے انہوں نے) جو مکمل طور پر گنجے پن کا شکار ہیں یعنی بے بال و پر۔۔تو عارف بھائی کو اس کا مطلب ہے۔۔''بحر ٹنڈ'' کہا جاسکتا ہے۔بحر ہند کے ہم وزن۔۔؟ مرزا شعیب نے لوٹ پوٹ ہوتے ہوتے عارف عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔

ایک ''بحر جاہل'' بھی ہے ناں اسی وزن میں اصطلاح۔۔آپ پلیز۔۔جمشید دستی ایم۔این۔اے کا ذکر نہ کریں۔۔کیونکہ اب ایک اینٹ اٹھاؤ۔۔نیچے سے کئی۔۔''جعلی ڈگری'' یافتہ نکل آتے ہیں۔۔محمد عارف عثمان نے ماحول کو سنجیدہ کر دیا۔

مجھے نئی وجود میں آنے والی برادریوں سے جُڑی ہوئی صفات اچھی لگی۔۔لیکن افسوس ہوا کہ۔''مسلمان برادری'' مثالی برادری تھی۔۔سچ بولنا۔۔کم نہ تولنا۔۔غریب کا حق نہ مارنا۔۔دوسروں کا احترام کرنا۔۔سبھی اعلیٰ صفات اِس برادری کا خاصہ تھیں۔۔دنیا میں ایسا برادری کا اعلیٰ ترین مقام تھا۔مسلمان برادری کو بہت سی برادریوں میں تقسیم کرنے کی سازشیں اِس وقت عروج پر ہیں۔۔اپنے پرائے سبھی اِن سازشوں میں شریک ہیں۔۔خاکے بنوانے والے۔خاکے بنانے والے۔خاکے پھیلانے والے۔۔کاش مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ایسے۔'' کاغذی جہازوں '' کا مقابلہ کر سکیں۔۔ایک مسلمان برادری بن کر دہشت گرد نہیں۔۔محبت کا پیغامبر بن کر۔۔امن کا پیغام پھیلانے والی برادری۔۔۔!؟

❀……❀……❀

اوہ۔۔سوری۔۔مجھے کام یاد آ گیا

''تم بہت بدتمیز ہو''۔۔۔؟! رانی نے کہا ''کیسے''؟ میں نے پوچھا تو بولی ایک تو تم تابندہ کو شاعرہ نہیں مانتے دوسرا تم اس بے چاری شوگر کی مریضہ کو ایک ایک کر کے گنڈیریاں مار رہے ہو۔۔۔؟ گنڈیری مار رہا ہوں انسولین کی سرنج تو نہیں پھینک رہا اور تم غور کرو۔۔۔ بھلا جو خود شوگر کا پہاڑ ہو اسے ان کھادملی گنڈیریوں سے کیا فرق پڑے گا۔۔۔؟! میری یہ وضاحت شاید وہ سمجھ نہ پائی۔ اس نے اپنی اک تازہ غزل میرے سامنے رکھ دی۔

اک اک لفظ ورق سے لڑنا
حالت غم میں کتابیں پڑھنا
ساس کی کون کرے خوش آمد
چھوڑا ہے ساس سے ہم نے ڈرنا
ساس ایسے ہے جلیبی کی دوکان
ساتھ مکھیوں کے ہے جینا مرنا
جس نے شوہر کو لتاڑا ہر دم
اس کی تقلید مجھے ہے کرنا
ساس کا حکم ہے حقے جیسا
گڑ گڑانا کبھی گھڑ گھڑ کرنا
ساس نے دیکھا مجھے پیار سے یوں
ڈائن کا درد ہے آہیں بھرنا

رانی۔۔۔ساس کی شان میں قصیدہ لکھ دیا تم نے حالانکہ ابھی تو تمہاری شادی ہی نہیں ہوئی۔۔۔وہ ہنس دی۔ اصل میں اس غزل میں میں نے اپنی چھوٹی بہن کی ساس پر غصہ نکالا ہے جو کل مجھے ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے میری چھوٹی بہن کے بڑے جیٹھ کے لئے میرا رشتہ مانگ رہی ہوں۔۔۔جی ہاں وہی جیٹھ جس کی ناک مشہور سیاستدان شیخ رشید آف لال حویلی کے سگار جیسی ہے۔ جو آجکل ہنستے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے زلزلے میں گرے مکان کے بڑے سے گارڈر کے نیچے سے نکلا ہوا کوئی زخمی بزرگ۔

رانی۔۔۔تم اس چھوٹی بہن کے بڑے جیٹھ سے اب شادی کر لو۔۔۔ میرا محبت بھرا مشورہ ہے۔۔۔؟! مظفر تمہاری محبت اور محبت بھرا

مشورہ بھی اس چار ٹانگوں والے جانور جیسا ہے جس کا سنا ہے صبح سورج نکلتے وقت نام نہیں لیتے۔۔۔!

مجھے اور میری محبت کو چھوڑو۔۔۔اس چھوٹی بہن کے بڑے جیٹھ سے شادی کا یہ فائدہ ہوگا کہ منگنی اور شادی کے درمیانی پیریڈ میں وہ تمہاری شاعر بڑے انہماک سے سنا کرے گا اور تم اسے اپنا ایک قطعہ دکھا کر۔۔۔''مثنوی در ہجو خانہ'' سنانا شروع کر دینا۔۔۔امزے لے لے کر۔

''اور۔۔اور آگے سے اس نے اگر۔۔۔''مثنوی در صفت امبہ'' شروع کر دی تو۔۔۔؟!'' مجھے رانی کی یہ ادبی قسم کی گفتگو اچھی لگی۔۔''اگر تم مجھ سے شادی کی حامی بھر لو تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ کبھی تمہیں اپنی نظمیں غزلیں نہیں سناؤں گی۔آزاد نظمیں تو دور کی بات ہے'' مجھے کام یاد آ گیا'' میں نے کہا ہی تھا کہ وہ برس پڑی..........گرجنے لگی۔

''ایک یہ تم لوفر قسم کے مرد بڑے سمجھدار ہوتے ہو جب کوئی لڑکی تھوڑا سنجیدہ ہو کر اپنی پتا سنانا شروع کرے......تمہیں......''کام یاد آ جاتا ہے......'' صابر شگوفہ بھی تابندہ سے عشق کا دم بھرتا تھا اسے انار کلی کے بانو بازار (جہاں سے عورتیں گزرتے ہوئے شرماتی ہیں۔۔بازار کی تنگی کے باعث) چاٹ کھلانے لے جاتا۔۔۔گھنٹوں وہاں بیٹھا رہتا۔۔تھوڑا ٹھہر وابھی چاٹ کی اک پلیٹ اور کھائیں گے۔۔۔وہ بے چاری عورتوں کی چبھتی ہوئی نظروں کا مقابلہ کرتے گھبرا جاتی۔۔پھر جب تابندہ نے اسے صاف کہا۔۔۔کہ اب ہمیں باقی کی زندگی بطور میاں بیوی گزارنی چاہئے۔۔تو صابر شگوفہ نے گھبراہٹ طاری کرتے ہوئے کہا۔۔۔اوہ۔۔سوری۔۔ مجھے کام یاد آ گیا اور وہ کئی سال ہوئے امریکہ سے واپس نہیں آیا۔۔اس دوران اسے شوگر نے چاٹ ڈالا۔

اس دوران رانی نے اپنے تین فٹ لمبے دو فٹ چوڑے پرس (بیگ) سے اپنی ''بیاض'' نکالی۔۔۔''مظفر یہ سنورات ساڑھے تین بجے کے بعد جب تیز آندھی آئی تھی اور آندھی کے خوف سے پورے شہر کی لائٹ بند ہو گئی تھی میں نے اک غزل لکھی تھی۔۔۔چھوٹی بحر کی۔۔۔یہ چھوٹی بحر کی غزلیں تمہیں ویسے بھی پسند ہیں ناصر کاظمی جیسی۔۔۔!

ہنس کے بولا کرو بلایا کرو
آپ کا گھر ہے آیا جایا کرو

ارے یہ تو رپورٹ ہے۔۔۔میں نے اس کے ہاتھ سے چھین لی۔۔جو وہ مجھے دینا نہیں چاہتی تھی۔۔۔ارے تم چوالیس سال کی ہو۔۔؟! میں نے حیرت سے پوچھا تم تو کہتی تھی۔۔۔تم اٹھائیس کی ہو۔۔۔اوہ۔۔۔تمہیں شوگر ڈائی گنوز ہو گئی ہے۔وہ بری طرح گھبرا گئی۔

میں نے رپورٹ اسے تھمائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

''کہاں چلے'' ۔۔۔۔؟ وہ بولی۔

''اوہ۔۔سوری۔۔۔مجھے اک کام یاد آ گیا ہے'' میں نے اسے دیکھے بغیر کہا اور ''جوس کارنر سے خواتین کی بھیڑ میں سے شرماتا ہوا گھبراتا ہوا پسینے میں شرابور۔۔انار کلی کے مشہور بانو بازار سے اولڈ کیمپس والی سائیڈ کی طرف چل نکلا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

سبحان اللہ۔ ماشاءاللہ

''مظفر میں ماہنامہ ''قوت'' نکال رہا ہوں'' اور میں عنقریب ہفت روزہ ''کمزوری'' جاری کرنے والا ہوں'' اور پھر ہم دونوں ہنس پڑے عارف عثمان میرے دوستوں میں ایسے صحافی ہیں جنہوں نے ہمیشہ ہمیں یہ ''تڑی'' لگائی اور ہم نے بھی ہمیشہ ترُکی بہ ترُکی جواب سے انہیں نوازہ۔۔ جیسے شوکت علی مظفر ہمیں ہمیشہ ''تڑی'' لگاتا ہے۔ ''آپ کا خاک لکھ رہا ہوں''۔۔۔اس میں کیا لکھیں گے۔۔۔کون پڑھے گا۔۔جو پڑھے گا آپ سے لڑے گا اور آئندہ آپ کی ہر تحریر سے ڈرے گا''۔۔!اور پھر شوکت علی مظفر ٹالنے کے لئے کراچی کی بسوں میں چوری ہو جانے والے اپنے موبائل فونوں کا تذکرہ شروع کر دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ اب میرا موبائل چور نہ چوری کر سکتا ہے نہ چھین سکتا ہے''۔۔کیوں حضور آپ نے اب کے موبائل پر سلیمانی ٹوپی چڑھا رکھی ہے''؟۔۔۔اس کا منہ سرخ ہو جاتا ہے آنکھیں مزید دائیں بائیں ہو جاتی ہیں اور پھر آہستہ سے بتاتا ہے۔۔۔''اب نہ پاکٹ میں موبائل رکھتا ہوں نہ ہاتھ میں پکڑتا ہوں نہ شلوار کی جیب میں رکھتا ہوں۔۔۔بس کہیں چھپا لیتا ہوں''۔۔۔شوکت علی مظفر بتاؤ ناں۔۔۔گویا تم ہم سے بھی چھپا رہے ہو۔۔ہمیں بھی تو تم نے اچکا نہیں سمجھ لیا۔ ہر آدمی کو شکل دیکھ کر آج کے دور میں رائے نہیں دینی چاہیے۔۔ ہمارے حلیئے پر نا جاؤ ہم شریف لوگ ہیں''شریف کون ہے یہ خدا جانتا ہے'' شوکت علی مظفر بڑبڑایا اور ہمیں عارف عثمان کے پاس اکیلا چھوڑ کے چل نکلا۔شاید اس لئے کہ ہم ماہنامہ ''قوت'' کے متوقع مدیر کی قوت سے گھبراتے ہیں؟ کیونکہ ہم خود اقرار کر چکے ہیں کہ ہم بھی عنقریب ہفت روزہ ''کمزوری'' جاری کرنے والے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ہفت روزہ ''کمروزی'' کے مدیر پیدائشی طور پر اہل ہیں اور کیوں؟

ماہنامہ ''قوت'' نکالنے والا ہمارا یہ دوست مالی بإضابطگیوں کا شکار ہے مسائل میں گھرا ہوا ہے اور ہر وقت اچھے دنوں کی امید لگائے اسی آس میں زندہ ہے شاید اپنی اداسیوں، پریشانیوں اور مسائل کو ڈرانے کے لئے وہ ماہنامہ ''وقت'' کا تذکرہ کرتا ہے یہ جو تذکرے کرنے والے لوگ ہیں جو بڑے بڑے ہوائی پلازے کھڑے کر دیتے ہیں اور جو پھونک مارنے سے ہوا میں تحلیل ہو جاتے ہیں وہ عام طور پر لفظوں کا ہی سہارا لیتے ہیں لیکن ہمارے جاننے والوں میں ''ناجی بٹ'' بھی شامل تھا۔ جو اگر پڑھنے لکھنے کی طرف آتا تو شاید روزنامہ ''جرم'' کا مدیر ہوتا۔ کیونکہ ''ہونہار مجرم کے لمبے لمبے ہاتھ''

بچپن میں اسے پڑھنے لکھنے سے کوئی خاص شغف نہ تھا۔ ہم الجبرا کی بات کرتے وہ جبر کے تذکرے شروع کر دیتا۔۔۔۔ہم کتاب کا تذکرہ چھیڑتے وہ میچ کی۔۔بات جیت کی۔۔۔''بک'' کی بات شروع کر دیتا۔۔۔بات بات پہ ''آؤ شرط لگا لو'' ویسے میں اکثر سوچتا ہوں کہ ''شاید پڑھائی سے جان چھڑانا۔۔۔اسکول جانے سے گھبرانا ہر نالائق طالب علم کا بنیادی حق ہے''؟''حقوق و فرائض کا تصور ہم نے اک بار لکھا اور

پہلا انعام پایا اور مضمون نویسی میں کتنے لکھاری شریک تھے۔۔ بتاتا چلوں کہ اور کوئی شریک تھا یا نہیں میں تو تھا اور انتظامیہ نے ہمیں ہی پہلے انعام سے نوازہ۔ ویسے ہمارے دور میں ایک جج صاحب بیٹی کو فیل ہونے سے بچانے کے لئے۔۔ آپ جانتے ہی ہیں کیا کیا حربے آزمائے گئے اور جب عوام میں بات آگئی تو کیسے کیسے مگرمچھ کے آنسو بہائے گئے۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ مگرمچھ کے آنسوؤں کا بہنا کیسے پتہ چلتا ہوگا۔۔ پانی میں رہتا ہے۔۔ آنسو بہاتے ہوئے بھی آخر پانی میں ڈبکی لگاتا ہوگا۔ بغیر صابن کے منہ دھوڈالتا ہوگا۔

''ناجی بٹ'' محلے میں خاصہ مشہور تھا۔۔۔ کرکٹ فٹبال بھی کھیلتا تھا۔۔۔ ڈاکٹر مومن لطیف کی طرح وہ جیب میں موبائل فون بھی رکھتا تھا اور محدب عدسہ بھی۔۔۔ کسی سے نمبر ملانے سے پہلے۔۔۔ موبائل کو ادھر ادھر گھماتا۔۔۔ محدب عدسہ سے نمبر چیک کرتا پھر ملاتا اور محدب عدسہ جیب میں رکھ لیتا۔۔۔ بھائی عینک لگا لیا کرو۔۔۔ ''برا لگتا ہے عینک لگانا۔۔۔ شخصیت پر منفی اثر پڑتا ہے۔ یہ عدسہ ٹھیک ہے بڑے لوگ بڑے عدسے''۔۔۔ ''ہم جیسے لوگ بڑی بڑی عینکیں'' وہ جواب دیتا میرے کندھے پر زور سے ہاتھ مارتا اور وہاں سے چل نکلتا، جوانی میں اس کے کرتوت ایسے تھے کہ لوگ اس کو آتا دیکھ کر اپنی سمت بدل لیتے۔۔۔ یہ کسی کے لئے سب سے بڑی ذلت ہوتی ہے۔ لیکن ذلیل پر اس بات کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن جو ڈاکٹر مومن لطیف فرماتے ہیں کہ جہاں جن گلیوں میں انسان کا بچپن لڑکپن گزرا ہو۔۔۔ وہ گلیاں یاد آتی ہیں وہاں اپنائیت ہر دم محسوس ہوتی ہے اور سونے جیسی لگتی ہیں۔ وہ گلیاں جہاں انسان پیدا ہوا ہو وہ دروازے وہ دیواریں چاندی سی دکھائی دیتی ہیں اور دوست پیار کرنے والے ''ہیرے'' جیسے لگتے ہیں۔ وہ جوں جوں وقت گزرتا ہے یاد آتے ہیں۔ دور ہوں تو انسان اس کے نقشے بنا بنا کے خاکے تیار کر کے آنکھیں بند کر کے ان سے باتیں کرتا ہے۔۔۔ لیکن دل تھام کے۔۔۔۔

ے
بنتا ہے میرا کام تمہارے ہی کام سے
ہوتا ہے میرا نام تمہارے ہی نام سے
بچپن تمہارے ساتھ گزرا ہے دوستو
یہ دل تمہارے پیار کا مارا ہے دوستو

بیروزگاری نے تنگ کیا اور ''ناجی بٹ'' نے گینگ تشکیل دیا۔ علاقے میں کچھ دیواروں پر ''سبحان اللہ۔ ماشااللہ'' لکھا جانے لگا۔۔ یہ مقدس الفاظ انسان ہر لحہ پڑھنا چاہتا ہے عقیدت کا معاملہ ہے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہ راز کھلا کہ ''ناجی بٹ'' گینگ نے جس کمزور انسان یا بوڑھی معذور عورت کے گھر یا پلاٹ پر قبضہ کرنا ہوتا ہے وہاں وہ ''سبحان اللہ۔ ماشااللہ'' لکھ دیتے ہیں اور پھر بھی منفی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔۔۔ اغوا کر لینے کی دھمکی موت کا ڈراوا۔۔۔ کمزور انسان ویسے ہی بھاگ نکلتا۔۔۔ تھوڑا ہمت والا ہوتا پولیس کی مدد لیتا اور اپنا نقصان بھی کروا بیٹھتا یا قبضہ گروپ کو تھوڑے بہت پیسے دے کر ''اونے پونے'' وہ گھر یا پلاٹ خرید لیتا اور پھر وہاں لکھے ان الفاظ پر یعنی ''سبحان اللہ۔ ماشااللہ'' پر سفید رنگ پھیر

دیا جاتا۔ گویا مشن مکمل ہو گیا۔

اک شام ''ناجی بٹ'' گروپ پر حملہ ہوا۔ یہ حملہ ایک سولہ سترہ سالہ لڑکے حافظ عمران نے کلاشنکوف سے کیا۔۔ وہ لڑکا شاید اتنی ہمت نہ کرتا لیکن اس کی بیوہ ماں کو چوک میں سرعام بے عزت کیا گیا جس کا بدلہ سولہ سترہ سالہ حافظ عمران نے بھی چوک میں لیا۔۔ مگر یہ گینگ وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ خوفزدہ زخمی سانپ کی طرح وارداتوں میں تیزی آ گئی۔

اونے پونے ہزاروں لاکھوں میں خریدے گھر یا پلاٹ جب کروڑوں میں فروخت ہوئے تو ''ناجی بٹ'' اور اس کے ساتھیوں نے لوٹ مچا دی اور دیگر جرائم میں بھی ملوث ہونے لگے۔ لیکن حافظ عمران کی فائرنگ سے اثر ہوا کہ شب برات پر چلنے والا پٹاخہ بھی ان کو ڈرانے کے لئے کافی تھا۔ ان کے خون خشک ہو جاتے اور ایک بار گھبراہٹ میں انہوں نے اپنا ہی ساتھی مار ڈالا۔

یہ گینگ خوف کی علامت بن گیا۔۔۔ جرائم پیشہ لوگوں سے ہر شریف شہری نفرت کرتا ہے لیکن مجھے ان لوگوں سے نفرت اس وجہ سے ہو گئی کہ یہ جہاں قبضہ کرتے وہاں ''سبحان اللہ۔ ماشاءاللہ'' لکھ دیتے۔۔ مقدس الفاظ کا احترام ہمارے لئے ہر حال میں ضروری ہے۔ بطور مسلمان۔۔۔ ہر کام کی کوئی اخلاقیات ہوتی ہے۔

وقت نے کروٹ کھائی۔۔۔ انہوں نے بچوں کو اغوا بھی کرنا شروع کیا اور تاوان کی رقم چھینتے اور اغوا کئے جانے والے کو بھی مار ڈالتے۔۔ اور بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔۔ بالآخر وہ اور اس کا ساتھی۔۔ پولیس مقابلے میں مارے گئے۔ ایک باب ختم ہو گیا۔ موت بانٹنے والا خود اذیت ناک موت کا شکار ہو گیا۔

کل شام میں اپنی والدہ کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے گیا۔۔۔ تو ماں کی قبر تک جانے سے پہلے ان دونوں جرائم پیشہ کی قبریں تھیں۔۔۔ ساتھ ساتھ۔۔۔ وہاں ایک چھوٹا سا کتبہ نصب تھا۔۔۔۔ جس پر کسی نے بڑے کالے مارکر سے لکھا ہوا تھا۔۔۔

''سبحان اللہ۔ ماشاءاللہ''۔

شہر تمنّا

خواتین کی پسندیدہ مصنفہ...... سائرہ عارف کا بہت خوبصورت اور اچھوتا انداز تحریر...... زندگی کے تمام رنگوں سے سجا...... دکھوں کے بحر بیکراں اور خوشیوں کے نخلستانوں سے آباد...... ایک دلچسپ اور طویل ناول...... شہر تمنا......

کتاب گھر کے رومانی معاشرتی ناول سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

''فرانس فا''۔۔۔''موشے''

سنا ہے پرستان جیسا ہے پیرس، پھر خیال آیا پرستان کیسا ہوگا؟ کیا پرستان میں بھی لکڑی کی ٹوٹی پھوٹی ریڑھی پر ایک بابا کچے رنگوں والے برف کے گولے بیچ رہا ہوگا۔۔۔ پھر خیال آیا پیرس کے گلی کوچوں میں خوشبوئیں بکھری ہوں گی۔۔۔ لیکن سنا ہے اب دنیا والون نے خوشبوؤں سے منہ موڑ لیا ہے۔۔۔ ورنہ کہاں پیرس میری مراد فرانس کی خوشبوئیں دنیا بھر میں مشہور تھیں، مانی، جانی اور پہچانی بھی جاتی تھیں یہ وہ دور تھا جب فرانس، انگلستان یعنی یورپی دنیا سے لوگ ہمارا پیارا پاکستان دیکھنے آتے تھے اب انہیں یہاں آنے کی اصل میں ضرورت محسوس نہیں ہوتی کیوں کہ اب وہ اکثر اپنے اپنے ٹیلی ویژن پر اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر پاکستان اور پاکستانیوں کو دیکھتے ہیں فکرمندی سے دیکھتے حسرت ویاس کی تصویر بنے بیٹھا دیکھتے ہیں۔۔۔ بات پیرس اور اس کی خوشبوؤں سے شروع ہوئی تھی اور چل نکلی اس خوفناک منظر کی طرف جو دنیا مختلف ٹیلی ویژن چینلز پر دیکھ رہی ہے اور خوشبوؤں کی بجائے بارود کی بو تعفن زدہ حالات دنیا بھر کے سامنے ہیں۔ کچھ سیاستدانوں کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ پینے کا پانی بھی فرانس سے ہی منگواتے ہیں۔

سعید چیمہ آف وزیر آباد گجرات جن کا حال ہی میں پاکستان کے پیرس لاہور میں گردے فیل ہوجانے کے باعث انتقال ہوگیا۔

سعید چیمہ کئی سال پہلے فرانس (کسی طرح) چلے گئے۔ پنجابی اور اردو زبان کے علاوہ موصوف کو کوئی زبان نہیں آتی تھی۔ ویسے ''پیار کی زبان'' (میرا مطلب اشارے بازی) تو خیر سب کو آتی ہے۔ سعید چیمہ کو ایک کراچی کے رہنے والے موبی بھائی ملے جنھوں نے معصوم جٹ کو لاوارث دیکھا تو ایک بغل میں ''فرانس فا''۔۔''موشے'' دوسری بغل میں تھما دیا۔ ''جٹ'' فرانس کی سڑکوں پر دندناتا پھرتا۔ ''فرانس فا'' لینے والے کو ''موشے'' تھما دیتا اور ''موشے'' مانگنے والے کو ''فرانس فا''۔۔۔

اس دور میں فرانس میں یہ دونوں خاصے پاپولر اخبار تھے سعید چیمہ نے سڑک پر آنے والے کے سامنے ایک دم کھڑے ہو کر ''فرانس فا''۔۔۔''موشے'' کی صدا بلند کر کے اسے متوجہ کرنا اور یوں گجرات وزیر آباد کا یہ جٹ فرانس والوں کے ساتھ دیکھتے دیکھتے ''فری'' ہوگیا۔۔۔ شروع کے دنوں میں سعید چیمہ نے ہنستے ہوئے بتایا کہ میں نے سڑک پر ایک شخصیت کے سامنے جا کر صدا بلند کی

''فرانس فا''۔۔''موشے''۔۔ نہ اس نے ''فرانس فا'' طلب کیا نہ ہو''موشے'' مانگا۔۔۔ جٹ جی احتجاج کرنے لگے کہ میاں ایک تو خریدو۔ فرماتے ہیں۔۔۔ اس وقت میں خاصہ ''پریشان'' اور شرمندہ ہوا جب پیچھے سے آتی ایک خاتون نے قہقہے لگاتے ہوئے مجھے اشارے سے سمجھایا کہ اس ''ہستی'' کو نہ ''فرانس فا'' چاہیے نہ ہی ''موشے'' درکار ہے۔۔۔ کیونکہ وہ انسان نہیں ''مجسمہ'' ہے جو سڑک پر کسی دوکان دار نے اپنی پراڈکٹ کی مشہوری کے لئے کھڑا کر رکھا ہے۔۔۔ بہتر ہے تم اس معصوم ''مجسے'' کو اشارے بازی اور نعرے لگا کر تنگ نہ کرو وہ چپکے سے کھڑا ہے کھڑا

ہی رہنے دو‘‘میں نے فلک آواز میں صدا بلند کی۔۔’’فرانس فا‘‘۔۔’’موشے‘‘اور ہنستا ہوا وہاں سے بھاگ نکلا‘‘۔۔۔!

بلاشبہ پاکستان سے باہر جا کر محنت کرنا، دولت کمانا ہر (تقریباً) پاکستانی کا خواب ہے۔۔۔ کچھ کو خوابوں کی تعبیر ملا جاتی ہے اور کچھ موت کے منہ میں خواب دیکھتے دیکھتے ہمیشہ کے لئے دھکیل دیئے جاتے ہیں۔حال ہی میں ایک کنٹینر کے ذریعے افغانستان سے پاکستان کے راستے ایران سے یورپ داخلے کی خواہش لئے دم گھٹ جانے سے پچاس نوجوان مارے گئے۔پاگل ہو گئے۔لیکن یہ خواہش کم نہ ہو کاش انسانوں کو اس خوفناک انداز میں یورپ لے جانے والے اللہ کا خوف کریں اور موت نہ بانٹیں

میں نے ہمیشہ غور کیا، سوچا اور دوستوں سے بات کی کہ ہم سب آخر کیوں یورپ وغیرہ چلے جانے کے خواب دیکھتے ہیں سعید چیمہ کی چار مربعہ زرعی اراضی تھی، وہ اپنی اس زرعی اراضی پر کاشت کاری کر کے مناسب پیسہ کما سکتا تھا لیکن وہ ساری زندگی فرانس کی سڑکوں پر ’’فرانس فا‘‘۔۔۔’’موشے‘‘ کرتا رہا۔۔۔سب کی۔۔۔سب کی رائے یہی تھی کہ یورپ کی پرسکون زندگی اور پرفضا ماحول۔اصل میں اس ساری ’’کشش‘‘ کا باعث ہے یہ کشش ہمیں کھینچ کھینچ کر وہاں لے جاتی ہے۔ویسے ہمارے ہاں کی خوبصورت وادیاں یورپ والوں کو کھینچ کھینچ کر یہاں لاتی تھیں۔مگر یہ چند سال پہلے کی بات ہے۔

مگر یہاں مجھے وہ انگریز جوڑا یاد آ گیا جو ہمیں سوات سے آگے کالام اور وہاں سے جھیل ’’مہوڈنڈ‘‘ جاتے ہوئے صبح سات بجے کئی سال پہلے ملا۔وہ شاید میاں بیوی تھے۔۔۔دونوں جوان۔۔۔تروتازہ نہایت خوبصورت چہرے وہاں پھرنے والے بچے جو سوات کے گرد و نواح کے رہائشی تھے۔۔۔وہ بھی اس انگریز جوڑے کی طرح ہی خوبصورت تھے۔۔۔شفاف چہرے۔۔۔مسکراتی آنکھیں اور دلوں میں صفائی۔۔۔طبیعت میں نرمی۔۔۔کم گوئی۔

ہم لوگ شام پانچ بجے واپس آئے تو وہ دونوں اسی جگہ اسی انداز میں بیٹھے تھے۔۔۔ہمیں وہاں دوبارہ دیکھ کر وہ مقامی معصوم بچے۔۔۔ہمارے پاس آ گئے۔۔۔مسکراتے ہوئے۔۔۔’’بیٹا یہ جوڑا صبح بھی یہیں تھا اور اب بھی ویسے ہی بیٹھا ہے‘‘ وہ ہنستے ہوئے بولے۔۔۔’’بھائی۔۔۔یہ صبح سے مجسمہ کی طرح بیٹھے ہیں ہل بھی نہیں رہے جھیل اور اس کے پیچھے برف پوش پہاڑوں کو دیکھتے چلے جا رہے ہیں۔ میں نے انہیں جا کر ’’ہیلو‘‘ کیا۔۔۔وہ دونوں جیسے نیند سے جاگ اٹھے ہوں۔۔۔ان کے چہروں پر ناگواری نہ تھی لیکن اس فلش سی تھی۔۔۔شاید سوچ رہے ہوں کے دن بارہ گھنٹے کی بجائے۔۔۔سو گھنٹے کا بھی ہوتا تو ہم اسی انداز میں بیٹھے دنیا کا یہ خوبصورت ترین منظر دیکھتے رہتے۔ہم نے بھی وہ حسین و جمیل منظر جی بھر کر دیکھا۔۔اور اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔

واقعی جب میں نے ان سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ یہی ان دونوں کے دلوں کی آواز تھی۔۔۔وہ پاکستان کے خوبصورت موسموں، یہاں کی حسین وادیوں اور سادہ دل لوگوں کی تعریف کیے جا رہے تھے اور میں خوش ہوتا چلا جا رہا تھا۔

فرانس کا رہنے والا جوڑا۔۔۔آج اگر ٹیلی ویژن پر پیرس میں بیٹھا پاکستان کے موجودہ جنگی حالات دیکھ رہا ہو گا تو انہیں جھیل مہوڈنڈ۔۔۔کا وہ خوبصورت ترین منظر، سادہ دل لوگ اور دل کو لبھانے والا موسم بڑی شدت سے یاد آ رہا ہو گا اور یقیناً وہ نہیں مان رہے ہوں گے کہ چند سال میں یہ موسم بدل گیا اس قدر بدل گیا۔۔۔خوبصورتی، خوشبو۔۔۔نفرت اور بو میں بدل گئی؟ مذہب کے نام پر ذاتی لالچ اور چودراہٹ کے چکر میں۔

کہ خوبصورت نظاروں کی جگہ۔۔۔خوفناک سلسلوں نے لے لی ہے۔۔۔۔مجھے اپنی والدہ یاد آ گئیں۔۔جنہوں نے جھیل مہوڈ ند کے بارے میں کہا تھا۔۔۔۔''بیٹا وہاں ضرور جایا کرو۔۔۔کہیں اللہ میاں ناراض نہ ہو جائیں کہ اتنی خوبصورت وادیاں پاکستانی دیکھنے کیوں نہیں جاتے۔۔۔۔جوان کی اپنی ہیں''

''ماں'' کی یاد آئی تو ''ماں'' کی محبت کے حوالے سے میری اک تازہ نظم ملاحظہ کریں۔۔۔

ماں تیری قبر کے رستے میں
اک مشکل موڑ بھی آتا ہے
جب میری آنکھوں سے آنسو
یوں بہتے ہیں
دریا ہو کوئی رواں جیسے
بیٹا ہو کوئی جواں جیسے
کوئی اس کی طاقت کے آگے
رک پائے گا؟
مجھے روکتے ہیں جب
یہ آنسو
اور اندھوں جیسی آنکھوں سے
میں لڑ لڑ کے تھک جاتا ہوں
لیکن ایسے میں میرے قدم
لے چلتے ہیں
''اس منزل تک''
تیری قبر پہ جہاں تو سوئی ہے
ہر رات میری ماں تیرے لئے
یہ آنکھ ہمیشہ روئی ہے

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتے، منحوس چاچا اور برنارڈ شاہ کا قول

ہمارے دوست شہزاد احمد چیمہ کو ہمیشہ خوبصورت نہایت مہنگے بڑے بڑے خوفناک کتے رکھنے کا شوق تھا انہوں نے دو لیبرے ڈاگ بیرون ملک سے منگوائے ان کی خوب خاطر مدارت کی اور پھر اچانک انہیں ایک ماہ کے لئے خود بیرون ملک جانا پڑ گیا۔اور کتے انہوں نے اپنے چچا کے حوالے کر دیئے کہ وہ ان کا خوب خیال رکھیں گے۔۔۔ چچا میں سبھی خوبیاں موجود تھیں لیکن ایک خامی تھی کہ وہ حد سے زیادہ کنجوس تھے۔۔۔شاید کتوں کو بھی چچا کی اس خامی کا پتہ تھا۔۔شہزاد چیمہ جب جانے لگے تو دونوں کتے ان کی ٹانگوں سے چمٹ کر رونے لگے جیسے خوفزدہ لوگ ایسے موقع پر روتے ہیں کنجوس چچا نے وعدہ کیا کہ تمہاری عدم موجودگی میں ان کتوں کا خوب خیال رکھوں گا۔۔۔انہیں گاجر کا مربع اور میٹھا پان کھلایا کروں گا۔۔۔تم مزے سے باہر جاؤ۔۔۔شہزاد چیمہ نے اپنے صحت مند خوبصورت کتے کنجوس چچا کے حوالے کئے اور بیرون ملک چلے گئے۔کنجوس چچا نے کتوں کو بھی شہزاد چیمہ کی موجودگی میں تھپکی دی گویا کہہ رہے ہوں کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو۔

ایک ڈیڑھ ماہ بعد جب شہزاد چیمہ واپس آئے تو انہیں گھر میں ان کے محبوب کتے نظر نہ آئے۔۔۔ہاں البتہ دو دبلی پتلی بلیاں ادھر ادھر چھپتی پھرتی دکھائی دیں۔۔۔چیمہ نے کنجوس چچا سے اپنے کتوں کی بابت دریافت کیا تو کنجوس چچا نے بات ادھر ادھر کرنا چاہی چیمہ نے زور دے کر بات کی تو کنجوس چچا نے بلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ہیں وہ کتے جو تم چھوڑ کر گئے تھے۔۔۔یہ بے ہودہ کمزور۔۔امپجور بلیاں۔۔۔ چیمہ نے غصے سے کہا اور غور سے دیکھا۔۔۔واقعی غور کرنے پر پتہ چلا کہ یہ دونوں وہی کتے ہیں جو کنجوس چچا کے پاس وہ چھوڑ گئے تھے۔۔۔"اب کیا ہوسکتا تھا"۔۔۔چیمہ نے کتوں کو بے چارگی سے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا۔۔سامنے دونوں کتے حسرت ویاس کی تصویر بنے کھڑے تھے اور لگتا تھا ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہیں۔۔۔دونوں کسی قحط زدہ افریقی ملک کے مہاجر جانوروں کے نمائندہ محسوس ہو رہے تھے اور عالمی سطح پر حیوانیت کے نام پر خیرات مانگنے کی خواہش لئے چلنے پھرنے سے قاصر دکھی دکھی دلوں کے ساتھ کھڑے آہیں بھر رہے تھے اور پھر سے کنجوس چچا کے پلے پڑ جانے سے ڈر رہے تھے۔۔۔یہ چچا شاید دنیا میں واحد چچا ہیں جنہیں بچے ان کے منہ پر کنجوس چچا کہتے ہیں اور وہ رتی برابر بھی اس بات کا برا نہیں مناتے اور مخاطب کو مسکرا کر دیکھتے ہیں۔۔اس "آزادی" سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور ان کے چہرے پر پھیلی خوشی دیکھ کر کچھ لوگ انہیں منحوس چچا بھی کہہ ڈالتے ہیں اور وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ مجھے کنجوس چچا ہی کہا گیا۔۔۔منحوس نہیں۔۔۔ایسی فراخدلی شاید آپ کو کہیں اور نہ ملے۔

ویسے بھی حالت دیکھ کر ہی لوگ نام بھی رکھتے ہیں اور جو نام رکھ دیا جائے وہ ساری زندگی ساتھ چلتا ہے چاہے انسان اس سے چڑ بھی کھانے لگ جائے۔۔برا منانے لگ جائے۔۔ایک گھر میں تین جڑواں بچے پیدا ہوئے تو ساس نے عینک صاف کرتے ہوئے۔۔کہا۔"لو بتاؤ۔۔۔پاکستان کے حالات دیکھ کر اب بچے بھی اکیلے آتے ہوئے ڈرتے ہیں۔اس کیفیت کے حوالے سے ثناء اللہ ظہیر کا اک شعر ملاحظہ کریں۔

دیواریں وہی یہ ہیں رہیں اٹھ ←
کی در جہاں جہاں ضرورت تھی

ڈر خوف تو ہر طرف موجود ہے یہاں تک کہ لوگ بچوں کو اسکول بھیجتے ہوئے ڈرنے لگے ہیں۔۔۔ پیپلز پارٹی اقتدار میں ہوتے ہوئے بھی خوف کا شکار ہے اور ایم کیو ایم سے کھلے موضوعات پر بھی مذاکرات دبئی جا کر کر رہے ہیں اور تردید بھی کہ ایسا کچھ تو ہوا ہی نہیں۔۔۔ الطاف بھائی تجربے کی بنیاد پر سیاست میں نوابزادہ نصر اللہ خان والا کردار نبھا رہے ہیں اور مسلم لیگ (ق) والے پچھتا رہے ہیں کہ وہ ملک کی مرکزی سیاست سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اپنا پالیسی بیان دیتے ہوئے نواز شریف نے پھر سے کہہ دیا کہ چوہدریوں سے سیاسی مفاہمت نہیں ہو سکتی۔۔۔ پچھتاوا بری چیز ہے پچھتاوے کی دوسری قسم خوف ہوتا ہے۔۔۔ پچھتاوے کے حوالے سے میرے چند تازہ اشعار ملاحظہ کریں۔۔۔۔

← پچھتاوا میں رات اندھیری
اور پچھتاوا پچھلے پہر
صبح سویرے دل ڈوبے ہے
پچھتاوے میں گزرے دوپہر
پچھتاوا ہے خوف کی بات
پچھتاوا ایک زہر
پچھتاوا کھا جائے سب کو
پچھتاوا اک خوف کی لہر
مت کر نفرت انسانوں سے
آ جائے نہ رب کا قہر
سب کے لئے رکھ دل میں پیار
جگمگ ہوں گے گاؤں شہر

بھارت میں سنا ہے آج بھی مائیں بچوں کو جب وہ ضد کریں اور رات گئے سونے کو تیار نہ ہوں تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا نام لے کر ڈراتی ہیں۔۔ ''کہ سو جا اُلو کے پٹھے'' ڈاکٹر قدیر خان آتا ہی ہوگا۔۔۔ اور پچھتاوا بھارتی حکومت اور اختیار والوں کو یہ ہے کہ انہوں نے طالبان کی پشت پناہی کی انہیں دولت اور اسلحہ اور اپنے ایجنٹ دئے کہ پاکستان کے لئے بہت سے مسائل پیدا کر دو۔۔۔ تاکہ پاکستان کی حکومت اور عوام خوف کا شکار ہو جائیں لیکن اب ''رام راج'' کے خواب دیکھنے والوں کو لینے کے دینے پڑ گئے جب اس ایک اہم ترین مسئلہ پر انہوں نے دیکھا کہ عوام اور سیاستدان اس مسئلہ پر ایک ہو گئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور پاکستان کی بہادر مسلح افواج نے پوری جرأت سے مقابلہ کیا اور دشمنان پاکستان کے عزائم خاک میں ملا دیئے۔

مرزا شعیب فرماتے ہین کہ بھارتی قیادت کے پاس کوئی کام نہیں سوائے پاکستان پر الزام تراشی کے جبکہ ہماری قیادت سب جانتے بوجھتے بھی بھارتی اداروں کا ذکر تک نہیں کرتی۔ جیسا کہ میرے پاس بہت سے عنوانات ہیں، موضوعات ہیں لیکن لکھنے کا وقت نہیں جبکہ لوگ بہت لکھ رہے ہیں لیکن ان کے پاس نہ موضوع ہے نا متاثر کرنے والی تحریر۔ ہمارے پاس بظاہر اس سارے مسئلے کا حل موجود نہیں کہ آج کے اردو پوائنٹ ڈاٹ کام جو کہ اردو کی سب سے بڑی وہب سائٹ ہے اس کی پیشانی پر اقوال زریں کے شعبہ میں مشہور دانشور برناڈ شاہ کا ایک قول چھپا ہوا کہ ''کسی کو نصیحت نہ کرو کیونکہ بیوقوف سنتا نہین اور عقلمند کو اس کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنے ازلی دشمن کو بیوقوف سمجھیں یا عقلمندوں کی لسٹ میں شامل کر لیں۔۔۔ ویسے میں صبح سے پریشان ہوں کہ آج صبح صبح میں نے بیگم کو اک نصیحت کر ڈالی کہ بیگم صاحبہ آپ پلیز گرمیوں کے موسم کے مزید کپڑے نہ خریدیں کیونکہ اب کے گرمیاں اور آم اکھٹے یعنی اک ساتھ چھ ماہ بعد آئیں گے۔ میں اس وقت سے سوچ رہا ہوں کہ بیگم نے ہماری نصیحت سنی ہوگی یا ان کو ہماری نصیحت کی ضرورت نہیں۔۔۔؟!

کل اپنے افسر کو بھی میں نے نصیحت کی تھی کہ آپ جو ایک کم ساٹھ سال کی عمر میں سترہ سالہ مٹیار سے شادی رچانے کا ارادہ کر چکے ہیں یہ درست نہیں اس میں دونوں کے خوار ہونے کا اندیشہ ہی نہیں یہ صاف لکھا دکھائی دے رہا ہے اب میں سوچ رہا ہوں کہ پتہ نہیں میرا افسر عقلمند ہے یا اس کو نصیحت کی ضرورت نہیں کیونکہ کل شام کو شہر کے ایک خفیہ مقام یعنی اس کے گھر کی دوسری منزل پہ اس کی شادی کی تقریب منعقد ہو چکی ہے۔۔ یعنی چراغ تلے اندھیرا۔۔ یہ چراغ اب پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہے یا پھڑ پھڑانے لگتا ہے یہ جلد پتہ چل جائے گا۔ بقول فرحت عباس شاہ۔۔۔

جو اس کے چہرے پہ رنگ حیاء ٹھہر جائے
تو سانس وقت سمندر ہوا ٹھہر جائے

ادھر تازہ ترین خبر ہے کہ امریکہ میں فوجیوں پر حملے ہوئے ہیں یہ حملے اپنوں نے ہی کیے ہیں۔۔۔ بش نے فوج کو مختلف ملکوں میں گھسایا۔۔۔ اوباما نے شروع میں ہی اعلان کر دیا تھا کہ فوج کی واپسی شروع کریں گے لیکن بعد میں مزید فوج بھیج دی۔۔۔ امریکی فوج کا مورال شاید ڈاؤن ہو رہا ہے۔۔۔ جبھی ایسے واقعات ہوتے ہیں۔۔۔ میں سوچ رہا ہوں کہ میں بش کو عقلمند کہوں یا غور کروں کہ اوباما کو تو نصیحت کی ضرورت نہیں۔۔۔ لیکن جب غور کیا تو پتہ چلا کہ دونوں نہیں سنتے اور جو نصیحت نہیں سنتے۔۔۔ کل کلاں انہیں اپنے کیے پر شرمندہ بھی ہونا پڑتا ہے اور سزا بھی ملتی ہے۔۔۔ اور ویسے بھی حالات کا تقاضہ ہے کہ جو جس قابل نہیں اسے وہ کام مت کرنے دیں۔ ورنہ شہزاد چیمہ کے کنجوس چچا کی طرح وہ خوبصورت بڑے سائز کے کتوں کو بلیاں بنا دیتے ہیں اور کتوں کا انسان سے اعتبار اٹھ جاتا ہے؟! چاچا کنجوس عرف چچا منحوس کی صحبت میں رہ رہ کر۔۔۔ اور وہ بیمار بھی ہو سکتے ہیں اور وقت سے پہلے مر بھی سکتے ہیں۔

ایک شخص پٹھان سے: خان صاحب آج آپ نے ڈاکٹر کے پاس جانا تھا

پٹھان : آج ہمری طبیعت ٹھیک نہیں کل جاؤں گا۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

’’جھوٹ مت بولئے مشین موجود ہے‘‘

سنا ہے۔ بہت مدت سے رُکے ہوئے جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس ایف سولہ طیارے پاکستان پہنچ چکے ہیں۔ کاش ان چار پانچ ایف سولہ طیاروں کے علاوہ ہمارے نہایت متحرک صدر اور وزیر اعظم امریکہ سے وہ مشین بھی منگوا لیتے جو جھوٹ بولنے والے کو پکڑ لیتی ہے۔۔ حضور پاک ﷺ نے اسلام کے ابتدائی دور میں سب سے زیادہ توجہ ’’جھوٹ جیسی لعنت‘‘ سے بچنے پر دی اور اس کے ثمرات آپ کے سامنے ہیں۔

ویسے جھوٹے کو پکڑنے والی مشین میرے خیال میں جلد پاکستان آنی چاہیے۔۔ اور اگر بابر اعوان کو یہ ذمہ داری بھی سونپی جائے تو وہ یہ مشین یہاں بھی بنوا سکتے ہیں۔۔ ممکن ہے وہ مشین یہاں تیار ہو تو فساد برپا ہو جائے کہ اس کا معیار چیک کرنے کے لئے میں پہلے بیان جاری کروں گا۔۔ ممکن ہے عمران خان صاحب اِس میدان میں کود پڑیں۔۔ اُن کا حال ہی میں بیان جاری ہوا کہ صرف ’’نوے دن حکومت دے دو‘‘۔۔ دہشت گردی ختم کر دوں گا ’’نوے دن‘‘ خطرناک ہیں ہمارے لئے۔۔ کہ ضیاء الحق نے بھی نوے دن کی بات کر کے قوم کو خوب لتاڑا۔ نوے دن نو سال سے بھی زیادہ طوالت اختیار کر گئے۔۔ کاش اُس وقت جھوٹو کو پکڑنے والی مشین ایجاد ہو چکی ہوتی اُدھر ضیاء الحق کہتا۔ نوے دن میں انتخابات کرا کے چلا جاؤں گا۔۔ اُدھر جھوٹے کو پکڑنے والی مشین ’’ٹاوں ٹاوں کرنے لگتی۔۔ اور قوم کو ایک جھوٹے سے شاید نجات مل جاتی۔۔ آپ حیران نہ ہوں۔۔ ہمارے ہاں اِس وقت اِس جھوٹے کو پکڑنے والی مشین کی بلاشبہ اشد ضرورت ہے۔۔ اگر چائنہ یہ مشین بنا کے پاکستان بیچنے لگے تو دو روپے کی روٹی سے زیادہ یہ مشین ہمارے ہاں گلی گلی بکنے لگے۔۔ بیوی میاں کے لئے علیحدہ مشین خریدنے اور میاں بیوی کے لئے علیحدہ۔۔ جب سے جعلی ڈگریوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔۔ اِس جھوٹے کو پکڑنے والی مشین کی اہمیت کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔۔ اُدھر یہ مشین آئے اُدھر ادارے کھل جائیں دھڑا دھڑ اخبارات ’’ہم آپ کو ایک ہفتے میں پُر اعتماد جھوٹا بنا سکتے ہیں‘‘۔۔ یا کچھ اس طرح کا اشتہار چلے گا۔۔ ’’آیئے اعتماد کے ساتھ بولنا سیکھیے‘‘؟۔۔ پھر ایک مرد دکھایا جائے۔۔ جو انٹرویو دیتے ہوئے قوم کو بتائے۔۔ ’’میں ہمدرد خان پہلے جب بھی جھوٹ بولتا تھا۔۔ بڑے اعتماد کے ساتھ لیکن پکڑا جاتا جب سے میں نے اِس ادارہ میں پندرہ روزہ کورس کیا ہے اب میں بڑے پُر اعتماد انداز میں جھوٹ بولتا ہوں کبھی کبھی مشین بھی دھوکا کھا جاتی ہے۔۔ آپ بھی آج ہی پندرہ روزہ کورس کریں اور پُر اعتماد جھوٹا دکھائی دیں‘‘۔۔

پھر ایک خاتون آئی۔ ’’گھر میں۔۔ شوہر کے ساتھ۔۔ سہیلیوں کے ساتھ۔۔ ساس سُسر اور دیور نند کے ساتھ۔۔ جی بھر کے جھوٹ بولیئے۔۔ نا قانون کا ڈر نہ مشین کا خوف؟‘‘۔۔

پچھلے دنوں ایک دوست جو پولیس میں مناسب عہدے پر فائز تھے۔۔گھبرائے ہوئے آئے۔۔یار غضب ہوگیا۔۔؟!کیا ہوگیا۔۔میرے پوچھنے پر بتانے لگے۔۔یار محکمہ پولیس سنا ہے جھوٹے کو پکڑنے والی مشین خریدنے کا ادارہ رکھتا ہے۔۔''تو جناب آپ کیوں پریشان ہیں۔۔''بھولے بادشاہ'' ہم خود ہی قابو آجائیں گے۔۔وہ گھبرائے ہوئے بولا۔۔

آج اتوار ہے اور ساڑھے تین گھنٹے اخبار پڑھ پڑھ کے جب میں تھک گیا تو میں سوچنے لگا کہ آخر یورپ یا امریکہ والوں نے یہ مشین کیوں کر ایجاد کر ڈالی اس کا مطلب ہے کہ وہاں بھی یہ مرض عام ہے۔۔بٹ صاحب سے مشورہ کیا تو اُنہوں نے مجھے غور سے دیکھا اور غصے بھی ہوئے۔۔یار مظفر صاحب آپ عجیب آدمی ہیں۔۔یہ یورپ والے بہت سے آلات اپنے لئے نہیں ہمارے لئے ایجاد کرتے ہیں''اُنہیں ہماری فکر کھائے جارہی ہے۔۔9/11 کے بعد امریکیوں کی یورپ والوں کے ساتھ آمد کی وجہ سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔پچھلے دنوں افغانستان آنے کی وجہ معلوم ہو گئی اور میں حیرت زدہ ہوگیا۔۔رپورٹ کہتی ہے کہ افغانستان میں ایک ٹریلین ڈالر سے زیادہ کا تیل موجود ہے۔۔گویا جتنا تیل سعودی عرب میں ہے اُس سے زیادہ تیل افغانستان میں دفن ہے۔۔یورینیم، سونا اور تانبے کے ذخائر اور بلیک بیری اور لیپ ٹاپ کی بیٹری میں استعمال ہونے والا لیتھم بھی افغانستان میں وافر مقدار میں موجود ہے۔۔کاش کوئی اختیار والا امریکیوں اور یورپین سے پوچھے کہ کہیں یہ سب قیمتی دھاتیں اور تیل تو تمہیں کھینچ کر افغانستان نہیں لے آیا۔۔اور وہ جواب میں''ناں کریں گے تو۔۔جھوٹے کو پکڑنے والی مشین۔۔''ٹاؤں ٹاؤں ٹاؤں ٹاؤں''ضرور کرے گی۔۔؟!

گویا بڑے بڑوں کے لئے۔۔اس مشین کی موجودگی بے حد ضروری ہے۔۔ہمیں اُس پولیس افسر کی طرح گھبرانا نہیں چاہئے جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔۔؟!

❀......❀......❀

عشق کا شین (II)

کتاب گھر پر علیم الحق حقی کے تحریر کردہ ناول **عشق کا عین** اور **عشق کا شین (I)** کی بے پناہ کامیابی، اور قارئین کے پرزور اصرار پر اب پیش خدمت ہے **عشق کا شین (II)**۔ان تمام قارئین کے لیے تحفہ خاص، جو اس ناول کا دوسرا حصہ علیم الحق حقی کا تحریر کردہ پڑھنا چاہتے تھے۔عشق مجازی کے ریگزاروں سے عشق حقیقی کے گلزاروں تک کے سفر کی روداد......علیم الحق حقی کی لازوال تحریر۔

عشق کا شین(II) کتاب گھر کے **معاشرتی رومانی ناول** سیکشن میں دستیاب ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

''نمبری'' ادیب

گیارہ کتابوں کے خالق اور بارہ کتابوں کے مترجم اور جانے مانے لکھاری حافظ مظفر محسن کی کتابوں کو حاضر ناظر جان کر میں قسم کھاتا ہوں کہ جو کچھ لکھوں گا جھوٹ لکھوں گا اور جھوٹ کے سوا کچھ نہیں لکھوں گا (پڑھنے والوں کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا) حافظ صاحب (لوگ کہتے ہیں کہ مظفر محسن اور مرزا شعیب دونوں حافظ ہیں مگر آج (جہاں تک مجھے یاد ہے) تک انہوں نے میرے سامنے حافظوں والی کوئی حرکت نہیں کی) بڑے کمال کے بندے ہیں اکثر اپنے کمالات ''فن'' کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، ایک دن نہار منہ ان کا فون آیا کہ اگر میرا ''فن'' دیکھنا ہو تو دفتر آ جانا، میں نے سوال کیا کہ آپ کیسا ''فن'' دکھانا چاہتے ہیں، وہ فوراً بولے: ''میں اپنا قد بڑھا بھی سکتا ہوں اور گھٹا بھی سکتا ہوں، یہ فن میں نے بہت مشکل سے سیکھا ہے'' ''بھئی یہ تو آپ نے کمال فن سیکھا ہے، میں ضرور یہ فن دیکھنے آؤں گا''۔

میری غربت نے اڑایا ہے میرے فن کا مذاق — تیری دولت نے تیرے عیب چھپا رکھے ہیں

شام کے وقت میں دفتر پہنچا تو حافظ صاحب کا ''فن'' دیکھنے کے لئے مرزا شعیب صاحب بھی وہاں موجود تھے باتوں کا دور چلا، پھر یہ دور ایسا چلا کہ چلتا ہی رہا۔ میرے یاد کروانے پر حافظ صاحب ''فن'' دکھانے کی طرف آئے۔ انہوں نے ہاتھ میں پکڑے ایک سرخ رومال کو ایم مجاہد (ہاں وہی گو۔۔۔ گو۔۔ اینڈ گو والے) کی طرح ہوا میں لہراتے ہوئے کہا ''قدردان۔۔۔۔ مہربان،،،، ہوشیار۔۔۔ ابھی یہ بندہ اپنا قد نو انچ کم کر کے دکھائے گا۔۔ ایسا کرنے پر بچہ لوگ تالیاں بجائے گا۔۔ تو یہ ہوا میرا قد نو انچ کم۔۔۔ غور کریں قدردان۔۔۔'' یہ کہہ کر حافظ صاحب نے اپنا نو انچ ہیل والا جوتا اتار دیا۔ اس کمال فن پر کمرے میں موجود ہر قدردان نے تالی بجا کر انہیں داد دی۔ پھر چند ساعتوں بعد حافظ صاحب نے وہی جوتا پہن کر دوبارہ نو انچ قد بڑھا لیا۔ حافظ صاحب بہت دراز قد ہیں، قد اتنا دراز ہے کہ بونوں کے دیس میں جائیں تو ''عالم چنا'' کہلائیں۔ ویسے آجکل ادب کے چنا ہیں۔ جسے اردو میں چاند کہتے ہیں۔ کاش میری یہ بات حافظ صاحب سے حسد کرنے والوں تک نہ پہنچے۔۔۔؟!

ماضی میں فلمی دنیا میں نو انچ ہیل پہن کر فلم بینوں کے دلوں پر راج کرنے والی بابرہ شریف بخشی مارکیٹ (انار کلی) کی جس شو شاپ سے اپنے لئے خصوصی جوتا بنواتی تھی حافظ صاحب بھی اپنا ''قد'' بڑھانے کے لئے اسی شو شاپ پر جاتے ہیں۔ ادھر بابرہ شریف فلمی سکرین سے ''آؤٹ'' ہوئی ادھر حافظ صاحب ''ان'' ہوئے اب وہ شو شاپ حافظ صاحب کے دم ''قدم'' سے اپنے قدموں پر کھڑی ہوئی ہے۔ باوثوق ذرائع نے بتایا ہے کہ اسٹیج ڈراموں کے نامور فنکار کوڈو بھی ایک دو بار اس شو شاپ کے اردگرد منڈلاتے دیکھے گئے جو حافظ صاحب کے لئے اچھا شگون ہے۔ حافظ صاحب پکے لاہوری ہیں، مگر جب لاہور میں لکھنے کیلئے وقت نہ ملے تو ملتان تبادلہ کروا لیتے ہیں۔ چند سال پہلے یہ ملتان بسلسلہ ملازمت

نہیں بسلسلہ ''تخلیق ادب'' تشریف لے گئے۔ وہاں صبح، دوپہر اور شام کے حساب سے اتنی تحریریں لکھیں کہ ''حافظ سوہن حلوہ'' والوں کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ اگر حافظ صاحب اسی رفتار سے لکھتے رہے تو ملتان والے سوہن حلوے کو بھول جائیں گے اور صرف ''حافظ'' کو یاد رکھیں گے۔ حافظ صاحب جب تک ملتان میں رہے اپنی لکھی ہوئی ہر تحریر کی سو کاپیاں کرواتے اور انہیں سپرد ڈاک کر دیتے۔ ہر تحریر پر جلی حروف میں لکھا ہوتا تھا کہ جس کو یہ تحریر ملے وہ مزید پچاس کاپیاں کروا کر اپنے ادبی دوستوں میں تقسیم کرے جو ایسا نہیں کرے گا وہ ''ادبی نقصان'' سے نہ بچ پائے گا۔ اس شاہکاری پر ان کی دو تین رسالوں کے ایڈیٹروں سے منہ ماری یعنی۔ میں میں۔۔ توں توں۔۔ ہو چکی ہے جس کی وہ شاید پرواہ نہیں کرتے اتنا زیادہ جو لکھتے ہیں۔ ماضی میں لکھنے والوں کے کلیات آئے تھے جب ان کے ''قل'' ہو جاتے تھے اور ان پر ''نمبر'' تب شائع کیے جاتے تھے جب ان کا ''نمبر'' (میں پرائز بانڈ کے ''نمبر'' کی بات نہیں کر رہا میں دوسرے نمبر کی بات کر رہا ہوں) لگ جاتا تھا، مگر اب زمانے کا چلن بدل گیا ہے، اب ''قل'' سے کلیات اور ''نمبر'' سے پہلے نمبر شائع کئے جا رہے ہیں۔ سنا ہے اس بار دسواں نمبر ان کا ہوگا۔۔۔ جب آئے گا دیکھ لیجئے گا۔ پڑھ لیجئے گا۔ یا انور احمد علوی سے رابطہ کریں۔ مگر وہ تو سنا ہے بہت مصروف ہیں۔۔۔ آجکل حافظ مظفر محسن نمبر شائع کرتے ہیں۔

حافظ صاحب ''نمبری'' تو پہلے ہی تھے مگر اب مستند ''نمبری'' ہو گئے ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق انسان نے جب چاند پر قدم رکھا تو وہاں زمین کی صرف دو چیزیں نظر آئی تھیں، ایک دیوار چین دوسری حافظ صاحب کی ''توند'' آپ نے نہیں دیکھی آپ بدقسمت ہیں۔ اگر دنیا میں ''توند نمائی'' کا عالمی مقابلہ ہو تو حافظ صاحب بلا مقابلہ جیت جائیں گے بلکہ جیت چکے ہیں۔ ایک دن ملے تو خاصے پریشان تھے میں نے وجہ پوچھی تو بولے ''اس توند کے باعث پریشان ہوں'' (حالانکہ پہلی بار یہ سچی بات ان کے منہ سے نکلی اکثر ایسا اقرار نہیں کرتے) ''توند کم کرنے کیلئے باغ جناح یا ریس کورس کے ٹریک پر واک کریں'' واک پر ٹاک کرتے ہوئے افسردہ انداز میں بولے باغ جناح اور ریس کورس کی انتظامیہ نے میرے داخلے پر پابندی لگا دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ واک کرنے سے آپ کی توند تو کم نہ ہوگی البتہ ٹریک کی زندگی کم ہو جائے گی۔ ''یہ گریبان میں نہیں توند میں جھانکتے ہیں'' ڈاکٹر نے مجھے تین صفحات سے زیادہ جھوٹ لکھنے سے منع کیا ہے درج بالا سطور میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے، اگر حافظ صاحب ان باتوں کو سچ کر دکھائیں تو میری عزت رہ جائے گی اگر آپ کا سر چکرائے یہ تین صفحات پڑھ کر تو آنکھیں بند کر کے حافظ صاحب کا تصوراتی خاکہ بنائیں افاقہ ہوگا۔

(ختم شد)